قربِ مولیٰ اور عرفانِ الٰہی کی لذتوں سے شادکام کرانے والی ایک دل پذیر تحریر

شب خیزیاں اور اشک ریزیاں

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی





تالیف

مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

ولامن یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

نعمانی بک ڈپو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مادّیت گزیدوں کو سحر خیزی کی نعمت سے آشنا کرنے، خشک وویران آنکھوں کو اَشک ہائے خشیت سے سیراب کرنے اور مردہ قلب وروح کو حیاتِ جاوداں بخشنے کے حوالے سے ایک دل پذیر تحریر جس کا خمیر اہل اللہ کی آہ وکراہ اور شکستہ حالوں کی خشیت وبکا پر اُٹھایا گیا ہے

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بے داری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
{علامہ اقبال}

شب خیزیاں اور اشک ریزیاں

[کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی]

-: تالیف :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی
دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

بِأبِي أنتَ وأمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيکَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : شب خیزیاں اوراشک ریزیاں[کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی]

تالیف : ابورِفقہ محمدافروز قادری چریاکوٹی.........................

پروفیسر: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

پرنسپل: جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

afrozqadri@gmail.com

تصویب : مفکراسلام علامہ محمدعبدالمبین نعمانی قادری-مدظلہ النورانی-

تقدیم : فضیلۃ الدکتورسماحۃ الشیخ سیدمحمدامین میاں قبلہ-دامت برکاتہم-

کتابت : فہمی چریاکوٹی

صفحات : تین سوچوالیس(344)

اشاعت : 2014ء - ۱۴۳۵ھ

قیمت : 170 روپے

تقسیم کار : اِدارہ فروغِ اِسلام، چریاکوٹ، مئو، یوپی، انڈیا۔

o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إنَّکَ أنْتَ السَّمِيْعُ العَلِيْمُ o

اُن لمحوں کے نام!

جن کے دامن پر آہِ سحر گاہی کے بوٹے جڑے ہوئے ہیں

جن میں نالہ نیم شبی کی حلاوتیں جذب ہیں

جن پر گریہ و بکا کی داستانِ پرنم رقم ہے

جو رَت جگوں کے اَنوار واَسرار کے اَمین ہیں

جو خدا مستوں کی صدائے 'حق ہو' سے آباد ہیں

اور جن سے اللہ والوں کی ہزاروں سنہری یادیں وابستہ ہیں

خدا اُن لمحوں کی کچھ خیرات میرے ویران کدۂ دل میں بھی اُتارے

اَسْئَلُکَ اللّٰهُمَّ بِنُورِ وَجْهِکَ الَّـذِيْ مَلأَ أرْکَانَ عَرْشِکَ

أنْ تَزْرَعَ فِي قَلْبِي خَشْيَتَکَ وَرَهْبَتَکَ وَمَعْرِفَتَکَ

حَتّٰى أعْـرِفَکَ کَمَا يَنْبَغِي أنْ تُعْـرَفَ ٥

نقش فریادی

ابو رفقہ محمد افروز قادری چریا کوٹی

فہرست

حضرت فضیل بن عیاض (۱۸۷ھ)
حضرت رشدین بن سعد مہری (۱۸۸ھ)
حضرت وکیع بن الجراح (۱۹۷ھ)
حضرت سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ)
حضرت امام شافعی (۲۰۴ھ)
حضرت ابوسلیمان دارانی عنسی (۲۰۵ھ)
حضرت یزید بن ہارون (۲۰۶ھ)
حضرت بشر بن حارث حافی (۲۲۷ھ)
حضرت امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)
حضرت ذوالنون مصری (۲۴۵ھ)
حضرت سری سقطی (۲۵۳ھ)
حضرت بایزید بسطامی (۲۶۱ھ)
حضرت محمد بن سحنون (۲۶۵ھ)
حضرت امام ترمذی (۲۷۹ھ)
حضرت جنید بغدادی (۲۹۷ھ)
حضرت عمرو بن عثمان مکی (۲۹۷ھ)
حضرت محمد بن علی مکی (۳۸۶ھ)
حضرت ابوالقاسم قشیری (۴۶۵ھ)
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی (۵۶۱ھ)
حضرت مولانا جلال الدین رومی (۶۷۲ھ)
حضرت تقی الدین ابن دقیق العید (۷۰۲ھ)
حضرت ابوعبیدہ الخواص

حضرت ایوب زیاد حنبلی

حضرت ابوسنان

حضرت ازبر بن مغیث

حضرت حسان ابن ابی سنان

حضرت حسن بن صالح

حضرت حسن بن کہموس

حضرت حسان بن ابوسفیان

حضرت زید بن یزید

حضرت زید بن ہارون

حضرت عبدالعزیز بن ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن ابو ہذیل

حضرت عبداللہ بن ابوسعید السراج

عتبہ غلام

حضرت عطیہ العوفی

حضرت علا بن زیاد

حضرت عمر بن عتبہ

حضرت عمر جوینی

حضرت محمد بن عنان

حضرت مسمع بن عاصم

حضرت مطرف

حضرت مغیرہ بن محمد

حضرت واجب بن منبہ یمانی

حضرت واصلہ بن ہشام
حضرت ہارون بن زئاب
حضرت یزید بن ابان الرقاشی
حضرت سعید بن سائب طائفی
حضرت خلیفہ عبدی
حضرت مسرور بن ابوعوانہ
حضرت عبداللہ بجلی
حضرت حبیب فارسی
حضرت حسن بن خلیل مصری
حضرت یزید بن ابی سمیہ اَبلی
حضرت مظہر سعدی
حضرت منصور بن معتمد
حضرت محمد بن زیاد
حضرت فضالہ بن صیفی
حضرت جلال الدین مانک پوری
حضرت نورالدین زنگی
صالح شہزادہ
جسے لذتِ مناجات مل گئی ہو
عالم پیری اور ریاضت
اور روروکر آنکھیں بہادیں
خواتین کی شب خیزیاں اور اشک ریزیاں
اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (م۵۷ھ)

ہیں وہ لفظ کتنے گراں بہا جو نبھا سکیں ترا تذکرہ
میرے آنسوؤں کو قبول کر یہ مرے 'حروفِ سپاس' ہیں

من کے آنگن سے

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو

'کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی'

یہ ایک حقیقت ہے کہ رات کو آرام کی نیند چھوڑ کر بستروں سے الگ ہونا اِنسانی طبیعت پر کافی گراں گزرتا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرض نماز کے بعد رات کی پچھلی گھڑی میں عبادت کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔

عرفاے کرام اور اَولیاے عظام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں کے لیے اُن کی رات، تختِ سلطنت کی طرح ہوتی ہے؛ کیوں کہ جو اَحوال وہ دن میں طے نہیں کر پاتے رات کی تنہائیوں میں کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرب کے لمحات اور قبولیت کی ساعتیں بھی رات ہی کے دامن میں رکھی گئی ہیں۔

آہِ سحر گاہی خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کا قابلِ فخر وظیفہ ہی تو ہے...... آہِ سحر گاہی اپنے محبوبِ حقیقی کو منانے کا جتن ہے...... آہِ سحر گاہی سے اِغماض برت کر ہماری زندگی بے منزل مسافر کی سی ہو جاتی ہے...... آہِ سحر گاہی ماضی کی پشیمانیوں سے نجات، حال کی پریشانیوں سے آزادی اور مستقبل کے اندیشوں سے چھٹکارا دلاتی ہے۔

لہٰذا اگر دلوں کی اُجڑی ہوئی نگری بسانی ہے...... من کی ویران کھیتی آباد کرنی ہے تو اپنی آنکھوں کو تر کرنا ہوگا...... تر آنکھیں بخشش کا وسیلہ اور رب کو منانے کا ذریعہ ہیں......

رات کو رونے والی آنکھ روح کی بیداری اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہوتی ہے...... طالبانِ شوق کو بھیگی پلکوں سے فکر کی خوراک ملتی ہے...... اور عرفا نے سحر خیزی کو خوشنودیِ مولا کا مجرب نسخہ قرار دیا ہے۔

سحر خیزی کی لذت بھی انوکھی لذت ہے، جس کے اِظہار کے لیے الفاظ و معانی کے پیمانے اور زبان و بیان کی چاشنیاں کافی نہیں۔ اِس ذائقے کا تعلق چکھنے سے ہے، اور اس کے لیے ضروری ہے کہ شب زندہ دار بنا جائے۔ ع: لذتِ مے نہ شناسی، بخدا تا نہ چشی.

عارفِ مشرق نے دل لگتی بات کہی ہے ۔

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

شب خیزی کی حلاوت کو وہی محسوس کر سکتے ہیں جن کے دل' محبت کی لذتوں سے آشنا ہوتے ہیں...... بندے کی سرشت میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ جسے اپنے عشق و محبت کا محور بناتا ہے، کسی نہ کسی روپ میں اس کی آرزوے دید میں بے تاب رہتا ہے، اور صبر و شکیب کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے...... تڑپنے پھڑکنے کی کیفیت، اِیثار و قربانی اور سوز و ساز سے لبریز جذباتِ محبت' بندۂ مومن کے قلب و باطن میں یک گونہ اِضطراب و اِلتہاب کا شعلہ بھڑکا دیتے ہیں، پھر وہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے مولا کے حضور اَشکوں کی سوغات کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور اُسے منانے کے لیے بے قرار رہتا ہے۔

شب زندہ داروں کے اَنداز نرالے ہوتے ہیں...... انھیں سکون مسکرانے میں نہیں بلکہ رونے میں ملتا ہے...... انھیں راحت سونے میں نہیں بلکہ محبوب کی یاد میں شب کو جاگنے میں ملتی ہے...... انھیں اطمینان' جسم کے چین میں نہیں بلکہ محبوب کی خاطر تڑپنے میں ملتا ہے...... انھیں آرام اپنے پہلوؤں کو نرم نرم بستر پر ٹکائے ہوئے نہیں بلکہ بار بار اُٹھ کر قیام و سجود میں جٹے رہنے سے ملتا ہے۔

اِنسان کو لذتِ آشنائی رات کے پچھلے پہر کی گریہ وزاری سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر وہ محبوبِ حقیقی کے حسن لازوال میں اس قدر کھو جاتا ہے کہ دونوں جہاں بھی اس کی نگاہوں میں نہیں جچتے......تب کردار ورفتار اور قول وقرار میں نکھار آنا شروع ہو جاتا ہے، اور یہی آگے چل کر اُس مردِ حق شناس کی شناخت بن جاتا ہے۔

جب سحر گاہی انسان کے ریشے ریشے میں سما جاتی ہے تو اُس کے پہلو بستروں سے بیگانے ہو جاتے ہیں ......جبینوں کو سجدوں کی لذت مل جاتی ہے...... پھر حمد وثنا کے بول کانوں میں رس گھولتے ہیں......من کے آنگن میں ایک ایسا چمن آباد ہو جاتا ہے جس کی مہک سے مشامِ ایماں معطر ہو جاتے ہیں......خشیتِ الٰہی سے دلوں کے آبگینے ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں اور یہی شکستہ دل خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا مرکز بن جاتے ہیں جس سے قیامت تک اَنوار و فیوض چھنتے اور پھوٹتے رہتے ہیں۔ بقول عارفِ مشرق؂

تو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

سحر گاہی کی عادت جب پکی ہو جاتی ہے تو ہجومِ خلائق میں بھی دِل، خالق کی یاد میں مگن رہتا ہے۔ تعلق کی ڈوری ہمہ وقت مالک سے جڑی رہتی ہے...... یہ صبح گاہی اِنسان کو سوز وگداز کی لذتوں سے بہرہ ور کرتی ہے ...... یہی وجہ ہے کہ اِنسان، اخلاقی و روحانی کمالات کے حصول کے لیے مختلف نوعیت کی اِضافی مشقتیں، مجاہدات و ریاضات اور شب بیداریاں اپناتا چلا آیا ہے؛ اور یہ رونا دھونا اور خوفِ خداوندی میں راتوں کو اُٹھ کر آہیں بھرنا ابن آدم ہی کے نصیبے میں ہے۔

آہِ سحر گاہی اور دعاے نیم شبی میں مشغول رہنے والوں کی قرآن حکیم نے یوں تعریف وتوصیف کی ہے :

كَـانُوا قَلِيْلاً مِنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ، وَ بِالاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

o (سورۂ ذاریات:۵۱/۱۷،۱۸)

''وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں اور سحر کے وقتوں میں (اپنے رب سے) بخشش طلب کرتے ہیں''۔

خلوت میں آنکھوں کے پیمانے سے چھلکنے والے آنسو اِنقلاب کا سبب بن جاتے ہیں...... کثرتِ گریہ وزاری' نفس کی تمام آلائشوں کو دھو دیتی ہے اور رفتہ رفتہ اِنسان نفس کی رذالتوں سے جدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب نفس اپنی خصلتوں سے جدا ہو جاتا ہے تو اسے اپنے محبوب ومطلوب کی جلوت' نصیب ہو جاتی ہے، اس طرح وہ اپنے من کی مراد پا لیتا ہے۔

قلندرِ زمانہ واصف علی واصف ایک مقام پر موتیوں کا ذکر کرتے ہوئے اشکوں کے اِن موتیوں کا ساز بڑی خوبصورتی سے یوں چھیڑتا ہے: 'موتیوں کے ذکر میں اُن موتیوں کا تذکرہ کیسے نہ آئے جو رات کے خاموش آنگن میں دَرد والے دل کی سیپ کے باطن سے ظہور کرتے ہیں، اور انسان کی آنکھ سے ٹپکتے ہیں۔ جو فریاد لبِ اظہار تک نہ آسکی، وہ اشکوں میں بیان ہوتی ہے۔

آنسو کیا ہیں؟ بس موتی ہیں۔ چمکنے والے، بہنے والے، گرم آنسو، فریاد کی زبان ہیں، پرانی یادوں کے ترجمان ہیں۔ یہ آنسو انمول خزانہ ہیں، مستور دوشیزہ کے حسن سے زیادہ حسین، اور حور سے زیادہ مکنون۔ یہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلنے والا آبِ حیات کا چشمہ، سعادتوں کا سرچشمہ، اور آرزوؤں کے صحرا میں نخلستانوں کا مژدہ ہے۔ آنسو تنہائیوں کا ساتھی، دعاؤں کی قبولیت کی نوید، اور انسان کے پاس ایسی متاعِ بے بہا ہے جو اسے دیدہ وری کی منزل عطا کر دیتی ہے۔

یہ موتی بڑے انمول ہیں۔ یہ خزانہ بڑا گراں مایہ ہے۔ ان کی قیمت یہ ہے کہ ان کا خریدار کوئی اور نہیں خود رحمت پروردگار ہے۔ جس کی رات اَشکوں سے منور ہے، اس کا

نصیب درخشندہ ہے۔اس کا مستقبل خود شناسی اور خود آ گہی کا حق دار ہے۔یاد رہے کہ یہ موتی کبھی رائیگاں نہیں جاتے!۔

انسان کے آنسو اس کے لیے اِدراک کی وسعتیں لکھتے ہیں۔روح کی زبان آنسو ہیں۔روح کی نوا' اشک سحر ہے۔اور روح کی پرواز کو آنسو ہی توانائی عطا کرتے ہیں۔

خرد کی بے مائیگی کو سرمایۂ جنون عطا کرنے والا فرشتہ آنسوؤں کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔آہِ سحر گاہی آہِ رسا کا دوسرا نام ہے۔آنسو خالق اور مخلوق کے درمیان پردہ نہیں رہنے دیتے۔یہ وہ موتی ہیں جو انسان کو اس کے اپنے باطن سے آشنا کرتے ہیں۔اور چشم گوہر بار دراصل عنایت پروردگار ہے۔

دنیا کے عظیم اِنسان نالۂ نیم شب کی داستان ہیں۔رازہاے سربستہ آشکار ہو ہی نہیں سکتے جب تک آنکھ اشک بار نہ ہو۔نالۂ نیم شب ہمیشہ کے لیے مقبول ہے۔بارگاہِ صمدیت میں آنسوؤں کی درخواست رد نہیں ہوتی۔آنسوؤں سے زمانے بدل جاتے ہیں۔نصیب پلٹ جاتے ہیں۔طوفانوں کے رخ پھر جاتے ہیں،اور گرداب میں گھرے ہوئے سفینے ساحل مراد تک آ پہنچتے ہیں۔سب سے بڑھ کر یہ کہ اشکوں کے موتیوں کی یہ مالا عالم بالا تک کی خبر لے آتی ہے۔(۱)

یہ آہِ سحر گاہی بڑی گراں مایہ شے ہے بلکہ یہ اللہ کے بندوں کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہے جس کی مدد سے اُن خدا مستوں نے کارہاے نمایاں سرانجام دیے اور اُن کا نام تاریخ کے صفحات پر زرّیں حروف میں لکھا گیا۔ذیل میں ان تاریخ ساز ہستیوں کے نام کی ایک مختصر سی جھلک بھی دیکھتے چلیں جن کی راتیں یادِ مولا میں دِن بنی رہیں،جن کی آنکھیں دامن شب پر اشکوں کے گہر رولتی رہیں،اور جن کے پہلو' حلاوتِ سحر گاہی کشید کرنے میں پوری پوری رات بستر نا آشنا رہے۔

(۱) قطرہ قطرہ قلزم،واصف علی واصف،بحذف واِضافہ:۳۱۔

حضرت امام زین العابدین......سعید بن مسیّب......حضرت صفوان بن سلیم مدنی......
حضرت فضیل بن عیاض......حضرت ابوسلیمان درانی......حضرت علی بن بکار شامی......
حضرت ذوالنون مصری......حضرت وہیب بن وردمکی......حضرت طاؤس......حضرت وہب
بن منبہ......حضرت یمانی......حضرت ربیع بن خثیم......حضرت حکم بن حسینہ کوفی......حضرت
ابوعبداللہ خواص......حضرت ابوعاصم عبادی......حضرت حبیب ابومحمد......حضرت ابو جابر
سلمان......حضرت مالک بن دینار......حضرت سلیمان تیمی......حضرت یزید رقاشی......
حضرت حبیب بصری......حضرت یحیٰی البکاء بصری وغیرہم۔علیہم الرحمۃ والرضوان۔

یہ بھی ایک ہمالیائی سچائی ہے کہ جو بھی اِنسان رات کو جاگنے کی فکر کرتا ہے اس کے دن کے اَحوال خود بخود سنورنے لگتے ہیں اور پھر وہ کیف سرمدی میں یوں سرشار ہوجاتا ہے کہ حسن اُلوہیت کے ساتھ دائمی تعلق اُستوار ہوجانے پر اسے کسی اور چیز سے کوئی غرض نہیں رہتی۔سچ ہے ۔

دوعالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو ☆ عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

طبی نقطہ نگاہ سے بھی قیامِ لیل،شب خیزی اور تہجد کا وقت اپنے ماضی کی زندگی کا محاسبہ کرنے اور اپنے کیے ہوئے گناہوں پر اشک ندامت بہانے کا بہترین وقت ہے؛ کیونکہ اس وقت انسان کی یادداشت کی صلاحیت **(Ability to recall)** کافی بڑھ جاتی بلکہ اپنے عروج پر ہوتی ہے۔

۱۹۹۰ء کی دہائی میں امریکہ کے ایک مشہور ومعروف سائنسی جریدے میں ایک تحقیق **(Research)** شائع ہوئی تھی جو امریکہ کی یونیورسٹی آف پنسلوینیا اور اسرائیل کی ایک یونیورسٹی میں کی گئی تھی۔جس میں انسانوں اور جانوروں کے دماغوں پر برقی ایلیک ٹروڈ لگا کر نیند کے دوران اُن کے دماغوں کا تجزیہ کیا گیا تھا۔

اِس تحقیق کا نتیجہ یہ تھا کہ نیند لینے کے بعد اِنسانی یادداشت کی صلاحیت میں اِضافہ ہوجاتا ہے۔اس لحاظ سے رات کی آخری گھڑیوں میں جب بندہ نیند سے بیدار ہوکر تہجد کی

نماز اَدا کرتا ہے تو دعا کے دوران اپنے ماضی کی کوتاہیوں کو رات کی خاموشی میں بآسانی یاد کرسکتا ہے، اُن پر ندامت کے آنسو بہا کر اللہ کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگ سکتا ہے، اور آئندہ کے لیے اپنے گناہوں سے صدقِ دل سے توبہ کرسکتا ہے۔ اسی قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا ہے :

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ، اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (سورۂ آل عمران: ۱۶/۳ تا ۱۷)

(یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں سو ہمارے گناہ معاف فرمادے، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (یہ لوگ) صبر کرنے والے ہیں۔ اور قول و عمل میں سچائی والے ہیں۔ اور ادب واطاعت میں جھکنے والے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں۔ اور رات کے پچھلے پہر (اُٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں۔

نیند انسان کے اندر ایک انتہائی قوی محرک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان کی فطرت بھی آرام طلب واقع ہوئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات کو عبادت کے لیے اُٹھنا، آہ وزاری کرنا اور دیر تک کھڑے رہنا چوں کہ طبیعت کے خلاف ہے اور نفس اس وقت آرام کا مطالبہ کرتا ہے؛ اس لیے یہ فعل ایک ایسا مجاہدہ ہے جو نفس کو دبانے اور اس پر قابو پانے کے لیے اکسیر کا کام کرتا ہے اور اپنے اندر مقناطیسی تاثیر رکھتا ہے۔

یہ عبادت چوں کہ دن کی عبادت کی نسبت آدمی پر زیادہ گراں ہوتی ہے؛ اس لیے اس کے التزام سے آدمی کے اندر بڑی ثابت قدمی پیدا ہوجاتی ہے، وہ خدا کی راہ میں زیادہ مضبوطی کے ساتھ چل سکتا ہے، اور دین حق کی دعوت کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے بہتر طور پر کام کرسکتا ہے۔

اور پھر قیامِ لیل اِنسان کے ظاہر و باطن میں مطابقت پیدا کرنے کا بڑا کارگر ذریعہ ہے؛ کیوں کہ رات کی تنہائی میں جو شخص اپنا آرام چھوڑ کر اُٹھے گا ظاہر ہے وہ اِخلاص ہی پر

مبنی ہوگا اور اس میں ریاکاری کا سرے سے کوئی دخل ہی نہ ہوگا۔

نیز رات کی خاموشی میں اُٹھنے اور قیام کرنے سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے ایمان کی تربیت کس حد تک ہوئی ہے۔ کہیں انسان کا وہ حال تو نہیں جس کے متعلق ڈاکٹر اقبال نے اللہ کا پیغام انسان کو اپنی نظم 'جوابِ شکوہ' میں دیا تھا۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

تجربات بتاتے ہیں کہ رات کے آخری حصے میں آئے ہوئے خواب انسان کو رات کے پہلے حصے کے خوابوں کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح یاد رہتے ہیں؛ کیوں کہ رات کے آخری حصے تک یاد داشت کے نئے خلیے (Cells) تیار ہو چکے ہوتے ہیں۔ یاد داشت کی تقویت کے اس عمل کے بعد جاگ کر انسان جب نمازِ تہجد میں قرآن پڑھتا ہے، اس میں تفکر و تدبر کرتا ہے اور بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اس کے وہ الفاظ اس کے حافظے کی تختی پر نقش ہو جاتے ہیں اور آگے چل کر اس کے کردار کا حصہ بن جاتے ہیں۔

اِن تمہیدی سطروں سے بتانا مقصود یہ ہے کہ میرے دوستو! ہم بڑی بھول میں ہیں، اور غفلت کا سائبان ہم پر سایہ فگن ہے۔ نفس کی شہوتوں، مادّی رغبتوں، دنیا کی محبتوں، چاہتوں اور آرزوؤں نے ہمیں اپنے مولا سے بہت دور کر دیا ہے۔

لوگو! ہم اپنے اُس وطن کو بھول چکے ہیں، جہاں سے ہمیں ایک عارضی مدت کے لیے اِس پردیس میں بھیجا گیا تھا، المیہ یہ ہے کہ ہم نے اِس پردیس کو غلطی سے اپنا دیس سمجھ لیا، اور یہ بھول گئے کہ چار دن کے یہ راحت و آرام ہماری زندگی میں آزمائش کے لیے دیے گئے تھے؛ گویا دنیا ہمارے لیے آزمائش گاہ ہے، مگر افسوس ہم نے اسے چراگاہ سمجھ لیا ہے۔ کیا ظلم ہے کہ ہم نے ان آزمائشوں کو مقصود بنا لیا اور اپنی اصل منزل مقصود سے بے نیاز ہو بیٹھے!۔

شاید ہم بھول گئے کہ ایک دن بلاوے کا بھی آنے والا ہے، جس دن ہمارے یہ وسیع تر مکانات، پرشکوہ محلات، اَحباب کی قہقہہ زار محفلیں، باغوں کے پکے ہوئے پھل، نرم وگداز بستر ے، اور گرمی وسردی کے بیش قیمت لباس سب کے سب ایک دم رکھے رہ جائیں گے، پیشانیوں پر پسینے آنے لگیں گے، پیاس کی شدت بڑھ جائے گی، سانسیں اُکھڑ جائیں گی، ہچکیاں بندھ جائیں گی، آوازیں رُندھ جائیں گی، اور ہم جان کنی کی سختی میں کروٹیں بدلتے رہ جائیں گے۔

یاد رہے کہ ہماری یہ آرام گاہیں، عشرت کدے، مال ومنال، منصب وعہدے اور زیب وزینتِ دنیا سب کچھ اُدھار ہیں؛ مگر افسوس کہ ہم ان کے مالک بن بیٹھے۔ ذرا کبھی غور کریں کہ دنیا کی حرص وآز نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا، اس نے ہم سے ملأ اعلیٰ کی لذتیں چھین لیں، محبوبِ حقیقی کی قربتیں بھلادیں، مالک ومولا کا پیغام فراموش کردیا، راتوں کو اُٹھ کر اس کے حضور مناجات کرنا چھڑادیا، گریہ وزاری کے کیف کو بے کیف بنادیا، سربہ سجود ہونے کی کیفیت، اور اپنے مولا کے لیے تڑپنا اور راز ونیاز کرنا بھلا دیا۔

میرے دوستو! ذرا سوچو کہ اللہ کی یاد میں رات گئے بستر سے اُٹھ کر چند لمحوں کے لیے مصلیٰ پر آجانا اور چند ایک قطرے آنسو بہا دینا ظالم نفس کے لیے کتنا بوجھ ہوکر رہ گیا ہے؛ مگر ذرا چشمِ تصور سے سوچیں کہ وہ کیا سماں ہوتا ہوگا جب ہر شب تہائی رات گئے خود مالک الملک جل مجدہ' آسمانِ دنیا پر نور گستر اور تجلی ریز ہوتا ہے۔ وہ ہماری تقدیر بدلنے آتا ہے...... ہماری بگڑی بنانے آتا ہے...... ہمارے کرب اور دُکھ غلط کرنے آتا ہے......اور صداؤں پر صدائیں لگاتا رہتا ہے کہ محبت الٰہی کے دعویدار کہاں ہیں؟...... رِزق کے طلب گار کہاں ہیں؟؟...... اِقبالِ جرم کرنے والے خطا کار کہاں ہیں؟؟؟........اپنی خواب گاہوں سے اُٹھیں، اپنی جبینوں کو لذتِ سجود سے آشنا کریں، اپنے لبوں کو وا کریں...... اپنی حاجتیں تو رکھیں......اپنا دکھڑا تو سنائیں......رحمتِ الٰہی ٹوٹ کر نہ برسے تو کہنا...... اِجابت نے گلے سے نہ لگا لیا تو کہنا......اس طرح تادم سحر اُس کا اَبرِ عطا وکرم بندوں کی کشتِ ویراں پر برسنے کے لیے اور انھیں آباد وشاداب کرنے کے لیے مچلتا رہتا ہے؛ مگر یارو! یہ کیا بے رخی ہے، کہیں

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذاتِ کبریا کی تجلّی بے نیاز ہونے کے باوجود ہماری دہلیز تک پہنچ آتی ہے بلکہ ہماری شہ رگ حیات سے بھی قریب تر ہو جاتی ہے اور دعویٰ محبت رکھنے والے چادرِ غفلت تانے سو رہے ہوتے ہیں...... محبوب تو جاگتا رہتا ہے اور ہم آنکھ کٹوری میں نیند گھولے فرشِ اطلس و کمخواب پر پڑے سوتے رہتے ہیں...... خدارا محبت کا کچھ تو بھرم رکھیں...... یہ محبّ ہونا تو نہ ہوا!...... کیا شانِ عبودیت اور نازِ بندگی یہی ہوتی ہے!!۔

عزیزانِ من! اگر بیتی ہوئی زندگی کا کفارہ اَدا کرنا چاہتے ہیں، اور اپنے روٹھے مولا کو منانا چاہتے ہیں تو شب خیزی اور اَشک ریزی سے زیادہ اَثر آفریں کوئی اور طریقہ نہیں، اور یہ وہ روش ہے جس سے نہ اَنبیا بے نیاز ہوئے اور نہ اَئمہ واولیا۔

ڈاکٹر اِقبال کہتے ہیں ؎

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضٰی سوزِ صدیق دے

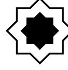
بس اِسی تناظر میں یہ سعی کی گئی ہے کہ اللہ والوں کی وہ مستیاں پھر لوٹ آئیں...... آہِ سحر گاہی کا وہ جنون ہم پر پھر سوار ہو جائے...... یادِ مولا میں دل' قاش قاش ہو جائے...... روح کے بے آب و گیاہ صحرا سر سبز و شاداب ہو جائیں...... من کی وادی جل تھل ہو جائے...... آنکھیں اس کی خشیت میں ساون بھادوں بن جائیں اور ہماری جوانیاں سراپا قیام و سجود بن جائیں۔

ہماری اِس کوشش کو پڑھتے ہوئے اگر کسی لمحے آپ کو اپنی آنکھوں میں نمی سی محسوس ہو تو جہاں آپ اپنی مغفرت کی دعا کیجیے وہاں اِس خاکسار کو بھی یاد کر لیجیے گا۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے حال پر کرم فرمائے، ہر حال میں ہمارا حامی و ناصر ہو، اور اپنی توفیق و رضا ہمارے شامل حال فرمادے۔ -رہے نام اللہ کا-

یکے از متلاشیانِ رضاے مولا

ابو رفقہ محمد افروز قادری چریا کوٹی -عفی عنہ-

یکم رمضان ۱۴۳۰ھ/ ۲۱ راگست ۲۰۰۹ء بروز شنبہ



اللہ، رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

اِلٰہی! میری عقیدت کی آبرو رکھ لے
ترے ہی نام سے آغاز کررہا ہوں میں

ایک مومن کے لیے رات میں قیام کرنے اور اللہ جل مجدہ کو یاد کرنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ بندہ اُس وقت اپنے مالک حقیقی کو پکارتا ہے جب سارا عالم گرم وسرد بستروں پر میٹھی نیند کے مزے لے رہا ہوتا ہے...... وہ اپنے آقا ومولا کو منانے کے لیے اپنی راحت وآرام قربان کردیتا ہے...... وہ کبھی قیام کی حالت میں اسے یاد کرتا ہے تو کبھی رکوع وسجود میں جاکر اپنے عجز واِنکسار کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے بندے کی یہ اَدا اللہ رب العزت کو بے حد پسند ہے۔ وہ ایسے شب زندہ دار بندوں پر آسمان سے اَنوار و تجلیات کی بارشیں نازل فرماتا ہے اور انھیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما کر مستجاب الدعوات بنادیتا ہے۔

شب خیزی کا نور دن کو بھی چھایا رہتا ہے اور وہ رات میں قیام کرنے والے کو اس طرح اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھتا ہے کہ بندہ دن بھر نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ الغرض! اپنے مولا سے عبودیت کا رشتہ اُستوار کرنے اور قرب کی اعلیٰ منزلوں پر آشیاں نشیں ہونے کے لیے خلوت کی ساعتوں اور تنہائی کے لمحات میں اپنے رب کے لیے قیام لیل کرنے سے زیادہ مؤثر اور کوئی ذریعہ نہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث نے اس سلسلہ میں ہمیں کیا ہدایات دی ہیں اور اس کی کیا کیا فضیلتیں بیان کی ہیں۔

شب بیداری کا قرآنی تصور

☆ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَ زُلَفاً مِّنَ الَّیۡلِ، اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡھِبۡنَ السَّیِّئَاتِ، ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ o (سورۂ ہود: ۱۱/۱۱۴)

''اور آپ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجیے۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے''۔

☆ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ، اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡھُوۡداً ، وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَھَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ o (سورۂ بنی اسرائیل: ۱۷/۷۸ تا ۷۹)

''آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک (ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی) نماز قائم فرمایا کریں، اور نمازِ فجر کا قرآن پڑھنا بھی (لازم کرلیں)، بے شک نمازِ فجر کے قرآن میں (فرشتوں کی) حاضری ہوتی ہے (اور حضوری بھی نصیب ہوتی ہے)، اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی) قرآن کے ساتھ (شب خیزی کرتے ہوئے) نمازِ تہجد پڑھا کریں یہ خاص آپ کے لیے زیادہ (کی گئی) ہے''۔

☆ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَ قَبۡلَ غُرُوۡبِھَا، وَ مِنۡ اٰنَاءِ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ ... o (سورۂ طٰہٰ: ۲۰/۱۳۰)

''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کریں طلوعِ آفتاب سے پہلے (نمازِ فجر میں) اور اس کے غروب سے قبل (نمازِ عصر میں) اور رات کی ابتدائی ساعتوں میں (یعنی مغرب اور عشا میں) بھی تسبیح کیا کریں۔

☆ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُونَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُونَ، وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ o (سورۃ الروم: ۳۰/۱۷ تا ۱۸)

''پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو جب تم شام کرو (یعنی مغرب اور عشا کے وقت) اور جب تم صبح کرو (یعنی فجر کے وقت) اور ساری تعریفیں آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے ہیں اور (تم تسبیح کیا کرو) سہ پہر کو بھی (یعنی عصر کے وقت) اور جب تم دوپہر کرو (یعنی ظہر کے وقت)''۔

☆ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ، وَ مِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ o (سورۃ ق: ۵۰/۳۹ تا ۴۰)

''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے، اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجیے اور نمازوں کے بعد بھی''۔

☆ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ، وَ مِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ o (سورۃ ق: ۵۲/۴۸ تا ۴۹)

''اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے جب بھی آپ کھڑے ہوں، اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجیے اور (پچھلی رات بھی) جب ستارے چھپتے ہیں''۔

☆ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا، وَ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا o (سورۃ الدہر: ۷۶/۲۵ تا ۲۶)

''اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں، اور رات کی کچھ گھڑیاں اُس کے حضور سجدہ ریزی کیا کریں اور رات کے (بقیہ) طویل حصہ میں اس کی تسبیح کیا کریں''۔

مندرجہ بالا آیتوں میں ہر چند کہ براہِ راست خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے؛ لیکن دراصل آپ کے واسطے سے تعلیم' اُمت کے جملہ اَفراد کو دی گئی ہے۔ یہ آیتیں جہاں پنج وقتہ نمازوں کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہیں وہیں قیام لیل اور شب بیداری کی عظمت وفضیلت کو بھی آشکار کرتی ہیں۔

پھر آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے شب زندہ دار بندوں کا بطورِ خاص ذکر کرتے ہوئے ان پر وارد ہونے والی مختلف کیفیات کو بیان فرمایا ہے؛ چنانچہ اِرشاد خداوندی ہوتا ہے :

☆ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوفاً وَّ طَمَعاً وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ O (سورۂ سجدہ:۱۶/۳۲)

''ان کے پہلو اُن کی خواب گاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور اُمید(کی ملی جلی کیفیت) سے پکارتے ہیں، اور ہمارے عطا کردہ رزق میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں''۔

یعنی اہل اِیمان کی بہت سی صفات کے ساتھ ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب دوسرے لوگ اپنے نرم وگداز بستروں پر محوِ استراحت ہوتے ہیں، گہری اور میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں تو یہ دردِ محبت کے مارے اپنے پہلوؤں کو اپنے بستروں سے دور رکھتے ہیں، اور اپنے رب کے حضور میں دست بستہ کھڑے ہوکر کبھی اس کی حمد وثنا کرتے ہیں، کبھی اس کی بارگاہِ اقدس میں جبین نیاز جھکاتے ہیں، کبھی دعا کے لیے دامن پھیلا دیتے ہیں اور اپنے کریم ورحیم پروردگار سے اس کے فضل وکرم کی بھیک مانگتے ہیں۔

اُن کے دعا کرنے اور مانگنے کا انداز بھی نرالا ہے۔ ساری رات اس کے ذکر میں گزر گئی؛ لیکن پھر بھی اپنی کوتاہیوں کا اِحساس بے چین کر رہا ہے اور اس کی بے نیازی کا تصور کرکے دل کانپ رہا ہے؛ مگر اس کی بے نیازی اور اپنی کوتاہیوں کے شدید اِحساس کے باوجود مایوس نہیں ہیں؛ بلکہ اس کے فضل وکرم پر تکیہ کیے ہوئے دامن پھیلا رہے ہیں۔

وہ جانتے ہیں کہ اُن کا رب' بڑا رحیم وکریم ہے، جو شخص اس کے حضور میں دست سوال پھیلاتا ہے اس کی شانِ کریمی اُسے خالی واپس نہیں کرتی؛ لہٰذا بیم ورجا کی اسی کشمکش میں وہ اپنے شب وروز گزارتے ہیں۔

گویا اُن کی راتیں پریشاں حالی میں گزرتی ہیں۔ اُن کے لیے نعمتِ شب گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ محبوب تعالیٰ اُن سے نیند اُٹھالیتا ہے۔ اُن پر شب کو قیام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ لذتِ وصل نے اُن سے ملال کو دور کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عتاب (غضب اور ناراضگی کے خوف) نے انھیں ہمیشہ بیدار کر رکھا ہے۔ اس طرح بندگانِ خدا کا یہ عزم صادق ان کے پہلوؤں اور ان کے بستروں کے درمیان جدائی (Gape) پیدا کر دیتا ہے، اور وہ اپنے بستروں کو چھوڑ کر مولا کے حضور ناز و نیاز اور مناجات کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ نفس کی ایک نظر جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نیچے کی طرف اور دوسری نظر روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے عالم بالا کی طرف ہوتی ہے...... اَرباب عزم و ہمت اپنے پہلو اپنی خواب گاہوں سے اِس لیے جدا رکھتے ہیں کہ اُن کی نظریں روحانی مدارج کی تکمیل کے لیے عالم بالا کی طرف ہر وقت لگی رہتی ہیں۔ وہ بقدرِ کفایت سو کر نفس کا حق تو اَدا کرتے ہیں؛ مگر اُسے نیند کی حقیقی لذت سے محروم رکھتے ہیں۔

دوسرے مقام پر اِرشاد فرماتا ہے :

☆ كَانُوا قَلِيْلاً مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ، وَ بِالاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ o (سورۂ ذاریات:۵۱/۱۷،۱۸)

''وہ راتوں کو تھوڑی سی دیر سویا کرتے تھے، اور رات کے پچھلے پہروں میں (اُٹھ اُٹھ کر اپنے رب سے) مغفرت طلب کرتے تھے''۔

یعنی اُن کی راتیں فسق و فجور کی نذر نہیں ہو جایا کرتی تھیں اور نہ یہ شام سے دن چڑھے تک غفلت کی چادر اوڑھے نیند میں بدمست پڑے رہتے تھے بلکہ تھوڑی دیر ستانے کے بعد یہ اُٹھ کھڑے ہوتے اور باقی رات' ذکر و عبادت میں بسر کر دیتے۔ جب سحری کا وقت ہو جاتا تو یہ اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کے اِحساس سے مضطرب ہو جاتے اور بھیگی پلکوں کے ساتھ اپنی تقصیرات پر مغفرت طلب کرتے؛ کیوں کہ وہاں دل شکستہ ہی رحمت کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

ساری رات عبادت کرنے والے اپنے مولا سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ محبت کرنے والے ہمیشہ جاگتے ہیں۔ محبوبِ حقیقی کی یاد سے انھیں کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ وہ نیند ترک کر کے رات بھر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس کو محبوب کے دیدار کا نشہ اور لذت نصیب ہو جائے پھر زندگی بھر اُس کا وہ نشہ اُترتا ہی نہیں اور اُس کے سامنے سارے نشے ہرن ہو جاتے ہیں بقولِ عارفِ مشرق ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو ☆ عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

ایک اور مقام پر اِرشادِ خداوندی ہوتا ہے :

☆ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِداً وَّ قَائِماً يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهٖ، قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ، اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ o (سورۃ الزمر:۹/۳۹)

''بھلا (یہ مشرک بہتر ہے یا) وہ (مؤمن) جو رات کی گھڑیوں میں سجود اور قیام کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔ فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقل مند لوگ ہی قبول کرتے ہیں''۔

یعنی اس آیت میں مومن کے شب وروز کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ نیاز مندیوں کا عالم یہ ہے کہ رات بھر درد انگیز نالے کرتے رہتے ہیں، اس کے درِ اقدس پر جبین نیاز جھکائے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود اپنی عبادت پر نازاں نہیں ہوتے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ہروقت ڈرتے بھی ہیں اور اس کی رحمت کے اُمیدوار بھی رہتے ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت کھڑے ہوکر عبادت کرنے والوں کو اہل علم قرار دیا ہے؛ اس لیے کہ انھوں نے معرفتِ الٰہی کے علم سے اپنے نفوس کو اپنے پہلے مقام سے جنبش دے کر حقیقت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ اسی وجہ سے اُن کے پہلو اُن کی خواب گاہوں سے جدا رہتے ہیں اور وہ روحانی لذت وحلاوت حاصل کرنے میں جٹے ہوتے ہیں۔

نیز اِرشاد فرماتا ہے :

وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَاماً o (سورۂ الفرقان: ۲۵/۶۴)

’’اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ ریزی اور قیام (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیں‘‘۔

اِن آیتوں میں مجموعی طور پر مالک ومولا یہ بیان کرتا ہے کہ اس کے شب زندہ دار بندے اُسے منانے اور اس کی رضا وخوشنودی پانے کے لیے ساری ساری رات اس کے حضور، قیام وقعود اور رکوع وسجود میں گزار دیتے ہیں...... انھیں ایک پل چین نہیں آتا...... کبھی اُخروی عذاب کے خوف کا سوچ کر اُن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں...... تو کبھی اُخروی نعمتوں کے تصور سے اُن کے دل کے چاروں کونے روشن ہو اُٹھتے ہیں...... اِس طرح وہ ایک طرف خوف ورجا کی مکمل تصویر بنے ہوتے ہیں اور دوسری طرف شب کا طویل سفر کٹ جاتا ہے۔

حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب بیداری کا عالم یہ تھا کہ آپ اتنا

لمبا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے قدمین شریفین متورّم ہو جایا کرتے تھے۔ قرآن اِس سلسلے میں یوں شہادت دیتا ہے :

اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَ نِصۡفَہٗ وَ ثُلُثَہٗ وَ طَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ o (سورۂ مزمل:۷۳/۲۰)

''بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی شب کے قریب اور (کبھی) نصف شب اور (کبھی) ایک تہائی شب (نماز میں) قیام کرتے ہیں، اور ان لوگوں کی ایک جماعت (بھی) جو آپ کے ساتھ ہیں (قیام میں شریک ہوتی ہے)''۔

مگر اللہ جل مجدہ کی رحمت و شفقت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ محبوبِ گرامی خود کو اِتنی مشقتوں میں ڈالیں سو یہ آیتیں نازل فرمادیں :

یٰۤاَیُّھَا الۡمُزَّمِّلُ، قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا، نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا اَوۡ زِدۡ عَلَیۡہِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا o (سورۂ مزمل:۷۳/۲ تا ۴)

''اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب!) آپ رات کو (نماز میں) قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر (کے لیے)، آدھی رات یا اس سے تھوڑا کم کردیں، یا اس سے کچھ زیادہ کردیں، اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں''۔

مذکورہ آیتوں میں قیام شب کے حوالے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے شب زندہ دار بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی مختلف کیفیتوں کو اُجاگر کیا ہے، کیوں کہ شب کی تنہائیوں میں اُن پر کیسے کیسے اَحوال طاری ہوتے ہیں اور وہ کن کن مراحل سے دوچار ہوتے ہیں ظاہر ہے عالم الغیب پروردگار ہی انھیں بہتر طور پر بیان کرسکتا ہے...... پھر ذیل کی آیتوں میں آپ دیکھیں کہ اللہ جل مجدہ اپنے اُن پُر اَسرار بندوں کی رقت وخشیت اور گریہ وبکا کی کیفیت کو کتنے لطیف، جامع اور پرسوز انداز میں بیان فرمارہا ہے۔

رِقت و خشیت کا قرآنی تصور

☆ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ o (سورۃ انفال:۲/۸)

''ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (اُن کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلالت کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلام محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں۔ (اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے)''۔

☆ إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ، وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ، وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لاَ يُشْرِكُوْنَ ، وَ الَّذِينَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّ قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ، أُولٰئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ o (سورۃ مومنون:۲۳/۵۷تا۶۱)

''بے شک جو لوگ اپنے رب کی خشیت سے مضطرب اور لرزاں رہتے ہیں، اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں ٹھہراتے، اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں اتنا کچھ) دیتے ہیں جتنا وہ دے سکتے ہیں اور (اس کے باوجود) ان کے دل خائف رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں (کہیں یہ نامقبول نہ ہو جائے)، یہی لوگ بھلائیوں (کے سمیٹنے میں) جلدی کر رہے ہیں اور وہی اس میں آگے نکل جانے والے ہیں''۔

☆ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَاءَ بِقَلْبٍ سَلِیْمِ ، نِادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ، لَهُمْ مَّا یَشَاءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ o
(سورۂ ق:۳۳/۳۵)

''جو (خدائے) رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتا رہا اور (اللہ کی بارگاہ میں) رجوع و اِنابت والا دِل لے کر حاضر ہوا، اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاوٴ، یہ ہمیشگی کا دن ہے، اس (جنت) میں اُن کے لیے وہ تمام نعمتیں (موجود) ہوں گی جن کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے حضور میں ایک نعمتِ مزید بھی ہے (یا اور بھی بہت کچھ ہے)''۔

☆ وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ o (سورۂ رحمٰن:۵۵/۴۶)

''اور جو شخص اپنے رب کے حضور (پیشی کے لیے) کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہیں''۔

☆ وَ أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَأْوٰی o (سورۂ نازعات:۷۹/۴۰تا۴۱)

''اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور اس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات و شہوات سے باز رکھا، تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہوگا''۔

☆ ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَ خَافَ وَعِیْدِ o (سورۂ ابراہیم:۱۴/۱۴)

''یہ (وعدہ) ہر اُس شخص کے لیے ہے جو میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور میرے وعدۂ (عذاب) سے خائف ہوا''۔

☆ یَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَّ رَهَباً وَّ کَانُوْا لَنَا خَاشِعِیْنَ o (سورۂ انبیاء:۲۱/۹۰)

''ہمیں شوق ورغبت اورخوف وخشیت (کی کیفیتوں) کے ساتھ پکارا کرتے تھے، اور ہمارے حضور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھے''۔

☆ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ٥ (سورۂ رعد:۱۳/۲۱)

''اور (جو لوگ) اپنے رب کی خشیت میں رہتے ہیں اور برے حساب سے خائف رہتے ہیں''۔

☆ فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ٥ (سورۂ سجدہ:۳۲/۱۷)

''تو کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک اُن کے لیے پوشیدہ رکھی گئی ہے''۔

☆ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَ إِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ وَ إِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَ إِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ (سورۂ بقرہ:۲/۷۴)

''پھر اُس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے چنانچہ وہ (سختی میں) پتھروں جیسے (ہو گئے) ہیں یا اُن سے بھی زیادہ سخت (ہو چکے ہیں، اس لیے کہ) بے شک پتھروں میں (تو) بعض ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں، اور یقیناً ان میں سے بعض وہ (پتھر) بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی اُبل پڑتا ہے، اور بے شک ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں، (افسوس! تمہارے دلوں میں اس قدر نرمی، خستگی اور شکستگی بھی نہیں رہی) اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں''۔

پتھروں کی ان تین قسموں کو بیان کر کے دراصل پیغام یہ دیا جا رہا ہے کہ لوگو! تمھیں کیا ہو گیا کہ تم ان پتھروں جیسے بھی نہ رہے۔ کاش! تمہارے دل ایسے ہوتے کہ وہ خشیت و محبت الٰہی میں پھٹ پڑتے، اوران سے اللہ کی معرفت کے چشمے پھوٹ پڑتے، پھر دور

دراز تک اللہ کی مخلوق تمہارے روحانی چشمے سے سیراب اور فیضیاب ہوتی، جیسے کبھی ہوا کرتی تھی، اور لوگو! وہ چشمے آج تک بند نہیں ہوئے۔

کوئی چشمہ سرہندو بخارا میں اُبلا اور مخلوقِ خدا سیراب ہوتی رہی۔ایک چشمہ اجمیر میں پھوٹا تھا جو صدیوں سے خلق خدا کی سیرابی کا سامان کررہا ہے۔اور پھر اس چشمے کی کیا بات ہے جو بغداد میں اُبلا جس سے شرق تا غرب' عوام وخواص ہر ایک نے سیرابی پائی، اور پھر یہ سارے چشمے اس چشمہ مدینہ طیبہ سے نکلے جو دنیا جہان کے سارے چشموں کا منبع اور سرچشمہ ٹھہرا۔

یہ آنسو، یہ تڑپنا اور یہ گریہ وبکا تو ایسا عمل ہے کہ اہل کتاب عیسائیوں میں سے بعض وہ ۔جو قرآن سن کر رو پڑے تھے۔اللہ کو ان پر بھی پیار آ گیا اور اس نے عیسائیوں کے رونے کے ذکر کو قرآن کا حصہ بنا دیا۔فرماتا ہے :

☆ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ o (سورۂ مائدہ:۸۳/۵)

''اور جب (وہ عیسائی) اِس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف اُتارا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں کو اشک ریز دیکھتے ہیں۔(یہ آنسوؤں کا چھلکنا) اس حق کے باعث (ہے) جس کی انھیں معرفت (نصیب) ہوگئی ہے۔(ساتھ یہ) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم (تیرے بھیجے ہوئے حق پر) ایمان لے آئے ہیں سو تو ہمیں (بھی حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے''۔

☆ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ o

(سورۂ توبہ:۸۲/۹)

''پس انھیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں (کیوں کہ آخرت میں انھیں زیادہ رونا ہے) یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کماتے تھے''۔

☆ اَ فَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ، وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ o (سورۂ نجم:۵۳/۵۹تا۶۰)

''پس کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو، اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو!''۔

☆ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا o (سورۂ سجدہ: ۵۸/۱۹)

''جب ان پر (خدائے) رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے وہ سجدہ کرتے ہوئے اور (زاروقطار) روتے ہوئے گر پڑتے ہیں''۔

☆ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ، وَ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ، وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا o (سورۂ بنی اسرائیل:۱۷/۱۰۷تا۱۰۹)

''فرما دیجیے: تم اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ، بے شک جن لوگوں کو اس سے قبل علمِ (کتاب) عطا کیا گیا تھا جب یہ (قرآن) انھیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور کہتے ہیں: ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہنا تھا، اور ٹھوڑیوں کے بل گریہ وزاری کرتے ہوئے گر جاتے ہیں ، اور یہ (قرآن) ان کے خشوع وخضوع میں مزید اضافہ کرتا چلا جاتا ہے''۔

درج بالا آیاتِ کریمہ میں رب کائنات نے ایسے لوگوں کا بطورِ خاص ذکر فرمایا ہے جن کی آنکھیں قرانِ حکیم کی معرفت کے حصول کے بعد آنسوؤں سے نم ہوجاتی ہیں، اور محبت وخشیت الٰہی کا خمار انھیں قہقہہ اور ہنسی کی محفلوں سے کھینچ کر تنہائی میں اپنے مالک و مولا کو پہروں یاد کرنے پر مجبور کردیتا ہے، پھر گریہ وزاری اور نالہ وشیون اُن کا معمول بن جاتا ہے۔

غور فرمائیں کہ ان آیتوں میں کہیں اللہ رب العزت نے حق کو رقت و بکا کے ساتھ جوڑا ہے، کہیں معرفت کو گریہ وزاری کے ساتھ منسلک کیا ہے، اور کہیں ہدایت کو خوف وخشیت کے ساتھ متعلق کیا ہے۔ جس سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ ہدایت ہو یا اللہ کی معرفت یا اس کی طرف سے نازل کردہ حق' کسی کو اس وقت تک اس میں سے حصہ نصیب نہیں ہوتا جب تک اس کے دل میں سوز و گداز، نرمی و لطافت، اور خستگی و شکستگی نہیں آتی کہ یہی درحقیقت زینہ ووسیلہ ہے۔

اس سے پتا چلا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے اُن بندوں سے خصوصی محبت و پیار ہے جو محوِ آہ و بکا ہوتے ہیں اور اس کے خوف وخشیت میں شب خیزیاں اور اشک ریزیاں کرتے ہیں۔

خداوند قدوس' کتابِ رحمت کی آیاتِ بینات کے صدقے ہمیں لذتِ سوز و گداز اور نعمت آہِ سحر گاہی سے نوازے، رات گئے اُٹھ کر اپنی یاد میں سسکیاں بھرنے کی توفیق عطا کرے، اور اپنے قرب وعرفان کی دولت کے ساتھ پیارے آقا رحمت سراپا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت اور کامل اتباع کا جذبۂ صادق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

شب بیداری کا نبوی پیمانہ

شب بیداری جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی معمول رہا وہیں آپ نے اپنی اُمت کو بھی اس وصفِ خاص سے متصف دیکھنا چاہا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ بہت سی اَحادیث طیبہ خصوصیت کے ساتھ قیام لیل اور شب بیداری کی اہمیت کو اُجاگر کرتی نظر آتی ہیں، ان میں سے مشتے نمونہ اَز خروارے ذیل میں پیش کی جاتی ہیں :

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا :

أقرب ما يكون الربُّ من العبد في جوف الليل الآخِر، فإن استطعت أن تكون ممن يذكرُ اللّٰه في تلك الساعة فكن .(۱)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے سب سے زیادہ نزدیک رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے۔ اگر تو اس وقت اللہ کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہوسکتا ہے تو ضرور ہو!۔

☆ حضرت بلال بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

عليكم بقيام اللَّيل فإنه دأب الصالحين قبلكم، و هو قربة لكم إلى ربكم و مكفرة للسيئات و مِنهَاةٌ عن الإثم . (۲)

---

(۱) سنن ترمذی:۵/۵۶۹حدیث:۳۵۷۹......سنن نسائی:۱/۲۷۹حدیث:۵۷۲......صحیح ابن خزیمہ: ۲/۱۸۲ حدیث:۱۱۴۷......مستدرک حاکم:۱/۴۵۳حدیث:۱۱۶۲......سنن کبریٰ بیہقی:۳/۴حدیث:۴۴۳۹......مسند شامیین طبرانی:۱/۳۴۹حدیث:۶۰۵......الترغیب والترہیب منذری:۱/۲۴۵حدیث:۹۳۳۔

(۲) سنن ترمذی:۵/۵۵۲حدیث:۳۵۴۹...... مستدرک حاکم: ۱/۴۵۱حدیث: ۱۱۵۶......سنن کبریٰ بیہقی: ۲/۵۰۲حدیث:۴۴۲۳......معجم کبیر طبرانی:۸/۹۲حدیث:۷۷۶۶۔

یعنی رات کا قیام اپنے اوپر لازم کرلو کہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے لیے قربِ خداوندی کا باعث ہے۔ (نیز شب بیداری) برائیوں کو مٹانے والی اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! فلاں آدمی رات کے اندھیرے میں نماز بھی پڑھتا ہے اور جب صبح کا اُجالا پھیلتا ہے تو چوری بھی کرتا ہے۔ پیارے آقا رحمت سراپا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إنه سينهاه ما تقول . (۱)

یعنی جلد ہی یہ (نماز) اسے اُس (چوری) سے روک دے گی جس کی بابت تو کہہ رہا ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا :

إن فـي الليل لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل اللّٰه خيراً من أمر الدنيا و الآخرة إلا أعطاه إياه و ذلک کلَّ ليلة . (۲)

یعنی رات کو ایک ایسی ساعت بھی آتی ہے جس میں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے وہی عنایت فرمادیتا ہے، اور یہ ساعت ہر رات آتی ہے۔

---

(۱) صحیح ابن حبان : ۱۱/۱۰۰ حدیث: ۲۶۱۲...... مشکل الآثار طحاوی: ۵/۶۴ حدیث: ۱۷۳۳...... مسند احمد بن حنبل: ۲/۴۴۸ حدیث: ۹۷۷۷...... مجمع الزوائد: ۳/۲۰۱...... موسوعۃ اطراف الحدیث: ۱/۲۹۰۸۸۳...... موسوعۃ التخریج: ۱/۷۵۱۹۔

(۲) صحیح مسلم : ۱/۵۲۱ حدیث: ۷۵۷...... مسند احمد بن حنبل: ۳/۳۳۱ حدیث: ۱۴۵۸۴...... مسند ابی یعلی: ۴/۱۸۹ حدیث: ۲۲۸۱...... الترغیب والترہیب منذری: ۱/۲۴۱ حدیث: ۹۷۱۔

☆ حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں جب کوئی خواب دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بیان کردیتا۔ مجھے بھی تمنا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کروں۔

میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد کے اندر سویا کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے خواب دیکھا کہ دو فرشتوں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے جہنم کی طرف لے گئے۔ وہ کنویں کی طرح پیچ دار تھی اور اس کے دو ستون تھے۔ اس میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھیں میں جانتا تھا، پس میں کہنے لگا: میں جہنم سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ پھر ہمیں ایک دوسرا فرشتہ ملا، اس نے مجھ سے کہا: ڈرو مت۔

میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس خواب کا ذکر کیا، انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا:

نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل . (۱)

یعنی عبداللہ اچھا آدمی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ رات کو نماز پڑھا کرے۔

حضرت سالم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت تھوڑی دیر سوتے تھے (اور قیامِ شب کو انھوں نے اپنا معمول بنالیا تھا)۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہنم سے بچنے میں قیام شب بڑا معاون ہے۔

(۱) صحیح بخاری: ۲۸۰/۴ حدیث: ۱۰۵۴...... صحیح مسلم: ۱۹۲۷/۴ حدیث: ۲۴۷۹...... مسند احمد بن حنبل: ۱۳/۸۵ حدیث: ۶۰۴۸...... سنن کبریٰ بیہقی: ۵۰۱/۲...... مصنف عبدالرزاق: ۴۲۰/۱ حدیث: ۱۶۴۵...... سنن دارمی: ۴۰۳/۶ حدیث: ۲۲۰۷...... صحیح ابن حبان: ۱۷۷/۲۹ حدیث: ۷۱۹۵...... خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن وقواعد الاسلام نووی: ۵۸۴/۱ حدیث: ۱۹۸۴...... کنز العمال: ۳۹۳/۸ حدیث: ۲۳۴۰۳...... مسند جامع: ۱۶۹/۴۸ حدیث: ۱۵۸۷۲...... موسوعۃ اطراف الحدیث: ۱۳۸۱۴۰/۱۔

☆ حضرت اَسما بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

یحشر الناس في صعید واحد یومَ القیامة فیُنادي منادٍ فیقول أین الذین کانت تتجافیٰ جنوبهم عن المضاجع؟ فیقومون وهم قلیلٌ فیدخلون الجنة بغیر حساب، ثم یُومر بسائر الناس إلی الحساب . (۱)

یعنی لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں اکٹھے کیے جائیں گے اور ایک منادی اعلان کرے گا: جن لوگوں کی کروٹیں (اپنے رب کی یاد میں) بستروں پر نہ لگتی تھیں وہ کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں!۔ ان کی تعداد بہت کم ہوگی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہو جائیں گے۔ پھر (باقی بچ جانے والے) لوگوں کے حساب وکتاب کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لا حسدَ إلا في اثنین رجلٌ آتاه اللّٰه الکتاب و قام به آناء اللّیل، و رجل أعطاه اللّٰه مالا فهو یتصدق به آناء اللیل و النهار. (۲)

(۱) شعب الایمان بیہقی:۳/۱۶۹حدیث:۳۲۴۴......مستدرک حاکم:۲/۴۳۳حدیث:۳۵۰۸......الزہد ابن مبارک:۱/۱۰۱حدیث: ۳۵۳......تفسیر قرطبی:۱۴/۱۰۲...... جامع البیان طبری:۳۰/۱۸۶......تفسیر ابن کثیر:۳/۴۶۱۔

(۲) صحیح بخاری: ۴/۱۹۱۹حدیث:۴۷۳۷...... صحیح مسلم: ۱/۵۵۸حدیث:۸۱۵...... سنن ترمذی:۴/۳۳۰ حدیث:۱۹۳۶......سنن ابن ماجہ:۲/۴۰۸حدیث:۴۲۰۹...... صحیح ابن حبان:۱/۳۳۲حدیث:۱۲۵ ...... سنن کبریٰ نسائی:۵/۲۷حدیث:۸۰۷۲......مسند احمد بن حنبل:۲/۸حدیث:۴۵۵۰......معجم اوسط طبرانی: ۲/۳۷۵ حدیث:۲۲۷۱...... مصنف ابن ابی شیبہ:۶/۱۵۳حدیث:۳۰۲۸۱...... مسند ابی یعلی:۹/۲۹۱ حدیث:۵۴۱۷...... الفردوس بماثور الخطاب دیلمی:۵/۱۸۹حدیث:۷۹۱۸...... الترغیب والترہیب منذری:۱/۲۴۸حدیث:۹۴۲......مجمع الزوائد ہیثمی:۳/۱۰۸۔

یعنی حسد (رشک) صرف دو آدمیوں سے کرنا چاہیے: ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک عطا کیا ہو اور وہ رات کو نماز میں اس کی تلاوت کرے۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا ہو وہ اسے رات کی گھڑیوں اور دن کے مختلف حصوں میں خرچ کرتا رہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أشراف أمتي حملةُ القراٰن وأصحاب الليل . (١)

یعنی قرآن کے عالم و عامل اور شب زندہ دار (لوگ) میری اُمت کے اَشراف (سردار) ہیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ينزل ربنا تبارک وتعالىٰ كل ليلةٍ إلى السماء الدنيا حين يبقىٰ ثلثُ الليل الآخرُ فيقول: من يدعوني فأستجيب له، و من يسألني فأعطيَه، و من يستغفِرُني فأغفِرَ له . (٢)

(۱) شعب الایمان بیہقی:۲/۵۵۶ حدیث:۲۷۰۳...... معجم شیوخ ابی بکر اسماعیلی:۱/۳۱۹ حدیث:۶...... معجم کبیر طبرانی:۱۲/۱۲۵ حدیث:۱۲۶۶۲...... الترغیب والترہیب منذری:۱/۲۴۳ حدیث:۹۳۰...... مجمع الزوائد ہیثمی:۷/۱۶۱۔

(۲) صحیح بخاری: ۱/۳۸۴ حدیث:۱۰۹۴...... صحیح مسلم: ۱/۵۲۱ حدیث:۷۰۵...... سنن ترمذی:۲/۳۰۷ حدیث:۴۴۶...... سنن کبریٰ نسائی:۴/۴۲۰ حدیث:۷۷۶۸...... سنن ابن ماجہ:۱/۴۳۵ حدیث: ۱۳۶۶...... موطا امام مالک:۱/۲۱۴ حدیث:۴۹۸...... مسند احمد بن حنبل:۲/۲۶۴ حدیث: ۷۵۸۲ ...... سنن دارمی:۱/۴۱۳ حدیث:۱۴۷۹...... سنن کبریٰ بیہقی:۳/۲ حدیث:۴۴۲۷۔

حاشیہ: شب براءت اور شب قدر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ عام معمول سے ہٹ کر مغرب کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک آسمانِ دنیا پر نزولِ اِجلال فرماتا ہے۔ اور اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتے ہوئے چند اَفراد کے سوا سب کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ تفصیل کے لیے دینی کتب دیکھیں۔ -چریاکوٹی-

یعنی ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نزولِ اجلال کرتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے تا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے کہ میں اسے عطا کروں۔ ہے کوئی جو مجھ سے معافی چاہے کہ میں اسے بخش دوں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ رات کو آرام کی نیند چھوڑ کر بستروں سے الگ ہونا انسانی طبیعت پر کافی گراں گزرتا ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرض نماز کے بعد رات کی پچھلی گھڑی میں عبادت کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔ صحاح ستہ میں رات کے تہائی حصہ میں قیام کرنے کی فضیلت متعدد مقامات پر وارد ہوئی ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث درج ذیل ہیں :

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، جب وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش اُٹھتا ہے؛ ورنہ بصورتِ دیگر اس کی صبح خباثت اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔(۱)

☆ حضرت عمرو بن عبسہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں اللہ کا قرب زیادہ نصیب ہو؟، یا اس وقت میں اللہ کی یاد کی جائے تو آپ نے فرمایا: ہاں! بندہ سب اَوقات سے زیادہ اللہ کے نزدیک پچھلی رات کو ہوتا ہے

(۱) صحیح مسلم:۱/۵۳۸ حدیث:۷۷۶......صحیح بخاری:۱/۳۸۳ حدیث:۱۰۹۱۔

(کیوں کہ اس وقت اللہ پہلے آسمان پر جلوہ ریز ہوتا ہے) اگر تم اس کی اِستطاعت رکھتے ہو تو اس وقت اللہ کو یاد کرنے والوں میں سے بنو۔(۱)

☆ حضرت سہل بن سعد سے مروی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے میرے پاس آکر کہا :

یا محمّد ، عش ما شئت فانک میت ، و أحبب من حببت فانک مفارقه ، و اعمل ما شئت فانک مجزی به ثم قال : یا محمد شرف المؤمن قیام اللیل وعزہ استغناء ہ عن الناس. (۲)

یعنی اے محمد ﷺ! جس طرح چاہیں حیاتِ طیبہ گزاریں، اَنجام کار یہاں سے رخصت ہونا ہے۔جس سے چاہیں محبت فرمائیں؛لیکن ایک نہ ایک روز اس سے ضرور جدا ہونا ہے۔اور جو چاہیں عمل کریں اس کا بدلا بہر حال ملنا ہے۔مزید فرمایا: اے محمد عربی! یہ بات ذہن نشیں رہے کہ مومن کی اصل شرف وبزرگی رات (کی تنہائیوں) میں (اٹھ کر اللہ کے لیے) قیام کرنا ہے۔اوراس کی عزت وآبرو کا راز اس میں ہے کہ وہ لوگوں سے بے نیاز رہے (اوران سے کسی چیز کا طلب گار نہ ہو)۔

☆ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من قام بِعشرِ آیات لم یکتب مِن الغافِلِین ومن قام بِمِائۃِ

(۱) سنن نسائی:۱/۱۹۹حدیث:۵۷۲......مستدرک حاکم:۱/۴۵۳حدیث:۱۱۶۲۔

(۲) مستدرک حاکم:۱۸/۲۹۶حدیث:۸۰۳۸......مسند شہاب قضاعی:۳/۱۵۷حدیث:۶۹۶......مسند طیالسی:۵/۲۰۰حدیث:۱۸۵۳......معجم اوسط طبرانی:۹/۴۸۳حدیث:۴۴۲۹......شعب الایمان بیہقی:۲۱/۴۶۵حدیث:۱۰۱۴۴......جمع الجوامع:۱/۵۹۴......معجم ابن عساکر:۱/۳۰۴حدیث:۶۱۹......کنز العمال ہندی:۷/۸۲۷حدیث:۲۱۳۸۸......

آية كتِب مِن القانِتِين ومن قام بِألفِ آية كتِب مِن المقنطرِين . (۱)

یعنی جو (شب میں بیدار ہو کر نمازیں پڑھے اور اس میں) دس آیتوں کی تلاوت کرے تو اس کا شمار غافلین میں سے نہیں ہوگا۔ یوں ہی جو سو آیتیں پڑھے وہ قانتین میں شمار کیا جائے گا۔ اور جو ہزار آیتوں کی تلاوت کرے وہ اَجر کثیر پانے والوں میں لکھا جائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا کلام جو میں نے سنا وہ یہ تھا، فرمایا :

أيها الناسُ أفشوا السلام و أطعِموا الطعام و صِلوا الأرحام و صَلوا بالليل و الناس نيام تدخلون الجنة بسلام . (۲)

یعنی اے لوگو! سلام پھیلاؤ (کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کیا کرو)۔ کھانا کھلایا کرو۔ خونی رشتوں کے ساتھ بھلائی کیا کرو اور راتوں کو نماز پڑھا کرو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں (ایسا کرو گے تو) تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

☆ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من استيقظ من اللَّيل و أيقظ أهله فصلَّيا ركعتين جميعاً

---

(۱) سنن ابو داؤد: ۳۷۸/۴ حدیث: ۱۴۰۰...... صحیح ابن حبان: ۱۲۴/۱۱ حدیث: ۲۶۲۴...... صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۰/۴ حدیث: ۱۰۸۲...... شعب الایمان: ۲۰۹/۵ حدیث: ۲۱۲۴...... کنز العمال: ۷۸۲/۷ حدیث: ۲۱۳۸۷...... مسند جامع: ۴۱۹/۲۶...... تخریج احادیث الاحیاء: ۲۸۷/۹ حدیث: ۴۲۸۷۔

(۲) سنن ترمذی: ۶۵۲/۴ حدیث: ۲۴۸۵...... سنن ابن ماجہ: ۴۲۳/۱ حدیث: ۱۳۳۴...... مسند احمد بن حنبل: ۴۵۱/۵ حدیث: ۲۳۸۳۵۔

كُتِبا من الذاكرين اللّٰه كثيرًا و الذاكرات . (۱)

یعنی جو شخص خود رات کو بیدار ہو اور اپنی اہلیہ کو (بھی) بیدار کرے، دونوں دو رکعت نماز مل کر اَدا کریں تو ان کا شمار اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں اور (کثرت سے) ذکر کرنے والیوں میں ہوگا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ توراتِ مقدس کے اندر لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تہجد گزاروں کے لیے کچھ ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں، کسی انسان کے دل میں ان کا خیال (تک) نہیں آیا، نہ ہی انھیں کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔ پھر حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم بھی قرآن پاک میں اُس (مفہوم) کے ہم معنی آیت تلاوت کرتے ہیں:

فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥ (سورۂ سجدہ:۱۷)

’’پس کوئی جان نہیں جانتی اُن کے واسطے جو آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ یہ صلہ اُن کے کاموں کا ہے‘‘۔(۲)

(۱) سنن ابوداؤد:۲/۷۰ حدیث:۱۴۵۱......سنن ابن ماجہ:۱/۴۲۳ حدیث:۱۳۳۵......سنن کبریٰ نسائی:۱/۴۱۳ حدیث:۱۳۱۰......مستدرک حاکم:۱/۴۶۱ حدیث:۱۱۸۹......مصنف عبدالرزاق:۳/۴۸ حدیث:۴۷۳۸ ......سنن کبریٰ بیہقی:۲/۵۰۱ حدیث:۴۴۲۰......شعب الایمان:۳/۱۲۶ حدیث:۳۰۸۳......الترغیب والترہیب منذری:۱/۲۴۲ حدیث:۹۲۲......موارد الظمآن ہیثمی:۱/۱۶۸ حدیث:۶۴۵......تفسیر ابن کثیر:۳/۱۲۷۔

(۲) مستدرک حاکم:۲/۴۴۸ حدیث:۳۵۵۰......مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۳۴ حدیث:۳۴۰۰۳......الترغیب والترہیب منذری:۱/۲۴۶ حدیث:۹۳۸۔

تہجد کی نماز

نمازِ تہجد، صلوٰۃُ اللیل کی ایک قسم ہے۔ یہ نماز تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے مناجات اور ملاقات کا دروازہ ہے اور اس وقت اَنوار و تجلیات کا خاص نزول ہوتا ہے۔ قرآنی آیات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولاتِ شب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آخر رات کی عبادت میں نمازِ تہجد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ، عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل:۷۹/۱۷)

''اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی) قرآن کے ساتھ (شب خیزی کرتے ہوئے) نمازِ تہجد پڑھا کریں، یہ خاص آپ کے لیے زیادہ (کی گئی) ہے۔ یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا''۔

اس حکم خداوندی کے آجانے کے بعد سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو کبھی رات کی بابرکت گھڑیوں میں اُٹھ کر نماز اَدا کرنا ترک فرمایا، اور نہ ہی دعا و اِستغفار اور تلاوتِ قرآن موقوف کیا؛ حتیٰ کہ بیماری کے دنوں میں جب آپ کافی کمزور ہوگئے تھے، اور پیروں پر کھڑا ہونا مشکل تھا تب بھی آپ کے اِس معمول میں ذرا بھر فرق نہ پڑنے پایا۔ اس طرح آپ نے بیٹھ کر نمازِ تہجد پڑھی؛ مگر کبھی سستی کو راہ نہ دی، اور آپ کی راتیں یوں ہی ان برکات سے آباد رہیں۔ (۱)

نمازِ تہجد کو بعد نمازِ عشا سو کر طلوعِ فجر سے قبل تک جس وقت بھی چاہیں اَدا کر سکتے ہیں؛ مگر مستحب اَوقات دو (۲) ہیں: نصف شب یا آخر شب۔

(۱) سنن ابوداؤد، التطوع: حدیث:۱۳۶۳۔

☆ حضرت اَسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیسی تھی؟، آپ نے فرمایا :

كان ينام اوله، و يقوم آخره، فيصلي ثم يرجع إلى فراشه، فإذا أذن المؤذن وثب، فإن كان به حاجة اغتسل و إلا توضأ و خرج . (۱)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے حصے میں سوتے اور آخری حصے میں (نمازِ تہجد کی شکل میں) قیام فرماتے، پھر اپنے بستر کی طرف لوٹتے، جب مؤذن اَذان کہتا تو اُٹھتے۔ اب اگر حاجت ہوتی تو غسل کرتے؛ ورنہ وضو کرکے مسجد تشریف لے جاتے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

أفضل الصلوٰة بعد الفريضة صلوٰة الليل . (۲)

یعنی فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز، رات کی نماز (یعنی تہجد) ہے۔

اَحادیث مبارکہ میں نمازِ تہجد کو مسلسل پڑھنے کی تاکید بیان ہوئی ہے۔ سلف صالحین کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ وہ جو عمل شروع کرتے اس پر ہمیشگی اِختیار کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل محبوب اور پسندیدہ ہے جو مداومت کے ساتھ کیا جائے۔ صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے : **أحب الأعمال إلى اللّٰه تعالىٰ أدومها و إن قل .** (یعنی اللہ پاک کو وہ عمل زیادہ محبوب ہے جو تسلسل کے ساتھ کیا جائے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو)۔

(۱) صحیح بخاری: ۳۸۵/۱ حدیث: ۱۰۹۵۔
(۲) صحیح مسلم: ۸۲۱/۲ حدیث: ۱۱۶۳۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو پہلے قیام کیا کرتا تھا اور پھر اس نے رات کو قیام کرنا ترک کر دیا ہو۔(۱)

الغرض اللہ جل مجدہ نے مسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ تہجد گزاری کرنے والے خوش بختوں سے بے شمار نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے- خداوند قدوس اس سعادتِ خاص میں ہمیں بھی حصہ ڈالنے کی توفیق عطا فرمائے-

مذکورہ بالا اَحادیث' قیام شب کی اَہمیت وفضیلت سے متعلق ہیں جن سے رات کی تنہائیوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شب خیزی اور عبادت وریاضت میں اِنہماک کا اندازہ ہوتا ہے۔ اَب ذیل میں خشیت وبکا، آہ وفغاں، اور گریہ وزاری کے تعلق سے چند اَحادیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ فرمائیں۔

رِقت وخشیت کا نبوی پیمانہ

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی:

رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّی ۝ (سورۂ ابراہیم:۳۶/۱۴)

''اے میرے رب! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جو شخص میرا پیروکار ہوگا وہ میرے راستہ پر ہے''۔

(۱) صحیح بخاری:۳۸۷/۱ حدیث:۱۱۰۱۔

اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ہے :

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o (سورۂ مائدہ:۵/۱۱۸)

''اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب، حکمت والا ہے''۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک بلند کیے اور فرمایا :

اللّٰهم أمتي أمتي و بكى فقال اللّٰه يا جبريل اذهب إلى محمد و ربك أعلم فسئله ما يبكيك؟ فأتاه جبريل فسأله فأخبره رسول اللّٰه بما قال، و هو أعلم فقال اللّٰه يا جبريل اذهب إلى محمد فقل: إنا سنرضيك في أمتك و لا نسوء ك . (۱)

یعنی اے اللہ! میری امت، میری اُمت۔ پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرئیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو - حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے - کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے؟ حضرت جبرائیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی - حالاں کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے - اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ آپ کی اُمت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

(۱) صحیح مسلم:۱/۱۹۱ حدیث: ۲۰۲...... سنن کبریٰ نسائی: ۶/۳۷۳ حدیث: ۱۱۲۶۹...... معجم اوسط طبرانی:۸/۳۶۷ حدیث: ۸۸۹۴...... مسند ابوعوانہ:۱/۱۳۷ حدیث:۴۱۵...... شعب الایمان بیہقی: ۱/۲۸۳ حدیث:۳۰۳۔

☆ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

يـقـول الـلّٰه تعالىٰ: اخرِجُوا من النار من ذكرني يوما أو خافني في مقام . (۱)

یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دوزخ سے ایسے شخص کو نکال دو جس نے ایک دن بھی مجھے یاد کیا ہو یا میرے خوف سے کہیں بھی مجھ سے ڈرا ہو۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا :

عيـنان لا تمسُّهما النار: عين بكت من خشية اللّٰه و عين باتت تحرُسُ في سبيل اللّٰه . (۲)

یعنی دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی: (ایک) وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور (دوسری) وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دے کر رات گزاری۔

یعنی خوفِ الٰہی میں ٹپکے ہوئے آنسوؤں کے قطرے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہِ خدا میں پہرہ دینے والے مجاہد کے خون سے قطرے سے بھی زیادہ اہم بیان فرمایا ہے کہ اللہ کو خستہ دلوں کے آنسوؤں کے ان قطروں سے پیار ہے؛ مگر افسوس! آج ہم اسی قطرۂ خشیت سے محروم ہو گئے۔ کاش وہ کیفیت بحال ہو اور ہماری آنکھیں خوف وخشیت کے آنسوؤں سے آشنا ہو جائیں۔

---

(۱) سنن ترمذی: ۴: ۷۲۱ حدیث: ۲۵۹۴...... مستدرک حاکم: ۱/۱۴۱ حدیث: ۲۳۴...... السنۃ لابن ابی عاصم: ۲/۴۰۰ حدیث: ۸۳۳...... کتاب الاعتقاد بیہقی: ۱/۲۰۱۔

(۲) سنن ترمذی: ۴/۹۲ حدیث: ۱۶۳۹...... مستدرک حاکم: ۲/۹۲ حدیث: ۲۴۳۰...... مسند طیالسی: ۱/۳۲۱ حدیث: ۲۴۴۳...... مسند عبد بن حمید: ۱/۴۲۲ حدیث: ۱۴۴۷۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات لوگ ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اُس دن (بروزِ قیامت) اپنے سائے میں لے لے گا جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ ان سات لوگوں میں وہ شخص نمایاں ہوگا جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں برس پڑیں۔(۱)

گویا ایسے شخص کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشخبری سنائی کہ اس کو قیامت کے دن آنکھوں کی اس نمی کے سبب اللہ تعالیٰ کا سایۂ رحمت نصیب ہوگا۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

مـن ذكر اللّٰه ففاضت عيناه من خشية حتى يصيب الأرض من دموعه لم يعذبه اللّٰه تعالىٰ يوم القيامة . (۲)

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کے خوف سے اس کی آنکھیں اس قدر اشکبار ہوئیں کہ زمین تک اس کے آنسو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عذاب نہیں دے گا۔

☆ حضرت معاویہ بن حیدہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

(۱) صحیح بخاری: ۵۱/۳ حدیث: ۶۲۰ ...... صحیح مسلم: ۲۲۹/۵ حدیث: ۱۷۱۲ ...... سنن ترمذی: ۴۰۴/۸ حدیث: ۲۳۱۳ ...... موطا امام مالک: ۲۲/۶ حدیث: ۱۵۰۱ ...... مسند احمد: ۳۳۱/۱۹ حدیث: ۹۲۸۸ ...... سنن کبریٰ بیہقی: ۱۶۲/۸ ...... معجم کبیر طبرانی: ۴۶۲/۱۹ حدیث: ۱۱۰۵ ...... شعب الایمان: ۱۱۷/۲ حدیث: ۷۵۵ ...... مستخرج ابی عوانہ: ۳۹/۱۴ حدیث: ۵۶۷۰ ...... صحیح ابن حبان: ۴۷۴/۱۸ حدیث: ۴۵۶۳ ...... صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶/۲ حدیث: ۳۵۸ ...... مشکل الآثار طحاوی: ۶۱/۱۳ حدیث: ۵۱۱۴ ...... معجم ابن عساکر: ۲۶۵/۱ حدیث: ۵۳۳ ...... اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۶۷/۸ حدیث: ۱۴۔

(۲) مستدرک حاکم: ۲۸۹/۴ حدیث: ۷۶۶۸ ...... مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۴/۷ حدیث: ۳۵۵۲۶ ...... معجم اوسط طبرانی: ۱۷۸/۲ حدیث: ۱۶۴۱۔

ثـلاثة لا ترى أعينهم النارَ: عين حرست في سبيل اللّٰه، و عين بكت من خشية اللّٰه، و عين غَضَّت عن محارم اللّٰه .(۱)

یعنی تین اَفراد کی آنکھیں دوزخ نہیں دیکھیں گی: ایک آنکھ وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیا۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی خشیت سے روئی اور تیسری وہ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے باز رہی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لا يـلـجُ الـنـارَ رجـلٌ بـكـى مـن خشية اللّٰه حتى يعودَ اللَّبنُ في الضرع، و لا يجتمع غبارٌ في سبيل اللّٰه و دخان جهنَّم .(۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا اِنسان دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس نہ چلا جائے۔ اور اللہ کی راہ میں پہنچنے والی گرد وغبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

مـا مـن عـبـد مـؤمنٍ يخرُجُ من عينَيه دُموعٌ و إن كان مثلَ رأس الـذبـابِ مـن خشيةِ الـلّٰـه ثم تُصِيبُ شيئاً من حرِّ وجهه إلا حرمه اللّٰه على النار . (۳)

(۱) معجم کبیر طبرانی: ۴۱۶/۱۹ حدیث: ۱۰۰۳......معجم ابویعلی: ۱۸۶/۱ حدیث: ۲۱۵......الترغیب والترہیب منذری: ۱۵۹/۲ حدیث: ۱۹۲۳......تفسیر درمنثور سیوطی: ۵۹۳/۱۔

(۲) سنن ترمذی: ۱۷۱/۴ حدیث: ۱۶۳۳......سنن نسائی: ۱۲/۶ حدیث: ۳۱۰۸......مسند احمد بن حنبل: ۵۰۵/۲ حدیث: ۱۰۵۶۷۔

(۳) سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۴/۲ حدیث: ۴۱۹۷......معجم کبیر طبرانی: ۱۷/۱۰ حدیث: ۹۷۹۹......حلیۃ الاولیاء ابونعیم: ۲۶۶/۴۔

یعنی جس مسلمان کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر خوفِ خداوندی کی وجہ سے آنسو بہہ کر اُس کے چہرے پر آگریں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرمادے گا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :

اَ فَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ، وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ o (سورۂ نجم:۵۳/۵۹تا۶۰)

''پس کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو''۔

تو اہل صفہ اس قدر روئے کہ اُن کے آنسو اُن کے رخساروں پر بہہ پڑے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے رونے کی آواز سنی تو آپ بھی ان کے ساتھ رونے لگے اور آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لا يلجُ النارَ من بكىٰ من خشية اللّٰه، و لا يدخُلُ الجنة مُصِرٌّ على معصية و لو لم تذنبوا لجاء اللّٰه بقومٍ يذنبون فيغفِرلهم . (۱)

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ اور نہ گناہ پر اِصرار کرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔ اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لے آئے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں بخشے گا۔

☆ حضرت ہیثم بن مالک سے روایت ہے، کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے خطاب فرمایا تو خطاب کے دوران آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص رو پڑا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

(۱) شعب الایمان بیہقی:۱/۴۸۹ حدیث:۷۹۸ ...... مسند فردوس دیلمی:۳/۴۴۷ حدیث:۵۳۷۳ ...... الترغیب والترھیب منذری:۴/۱۱۴ حدیث:۵۰۲۸ ...... الزہد ابن ابی عاصم:۱/۱۷۸۔

لو شهدكم اليومَ كلُّ مؤمن عليه من الذنوب كأمثال الجبال الرَّواسي لغُفِر لهم ببُكاء هٰذا الرجل و ذلک أن الملائكة تبكي و تدعو له و تقول: اللّٰهم شفِّع البكائين فيمن لم يَبكِ . (۱)

یعنی اگر آج تمہارے درمیان وہ تمام مؤمن موجود ہوتے جن کے گناہ پہاڑوں کے برابر ہیں تو انھیں اس ایک شخص کے رونے کی وجہ سے بخش دیا جاتا۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ فرشتے بھی اس کے ساتھ رو رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: اے اللہ! نہ رونے والوں کے حق میں رونے والوں کی شفاعت قبول فرما۔

☆ حضرت مطرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، آپ نماز اَدا فرما رہے تھے، اور آپ کے سینۂ اقدس اور اندرونِ جسد میں رونے کی وجہ سے ایسا جوش اور اُبال محسوس ہوتا تھا جیسے کہ جوش مارتی دیگ چولہے پر چڑھی ہو۔ الفاظِ حدیث یہ ہیں :

و في صدره أزيزٌ كأزيز المِرجَل من البُكاء . (۲)

☆ حضرت عبید ابن عمیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں جو حیران کن بات دیکھی اس کے بارے میں مجھے بتائیے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ کچھ دیر خاموش رہیں، پھر فرمایا: ایک رات تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے اور وضو کیا پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

(۱) شعب الایمان بیہقی: ۴۹۴/۱ حدیث: ۸۱۰ ...... الترغیب والترہیب منذری: ۱۱۶/۴ حدیث: ۵۰۴۳ ...... الاصابہ ابن حجر عسقلانی: ۵۸۹/۶۔

(۲) صحیح ابن حبان: ۳۰/۳ حدیث: ۷۵۳ ...... مستدرک حاکم: ۳۹۶/۱ حدیث: ۹۷۱ ...... تفسیر قرطبی: ۱۰/ ۳۴۲ ...... الوفا باحوال المصطفیٰ ابن جوزی: ۵۴۸۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی گود آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرماتی ہیں کہ اشک فشانی یہاں تک بڑھی کہ زمین بھی تر ہوگئی۔

پھر حضرت بلال آپ کو نمازِ فجر کی اِطلاع دینے آئے اور آپ کو روتے دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں (آپ کی عظمت شان کے کیا کہنے! آپ کے توسل سے تو) آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بھی معاف کردیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں (اپنے رب کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں!۔ نیز فرمایا :

لقد نزلت علي الليلة آيةٌ ويل لمن قرأها و لم يتفكر فيها .

یعنی آج رات مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے: اس شخص کے لیے بربادی ہے جس نے اسے پڑھا اور اس میں غور وفکر نہ کیا۔

اور وہ آیت یہ ہے: **اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرْضِ** ....آپ نے آخر تک مکمل تلاوت فرمائی۔(۱)

☆ حضرت ثابت بن سرح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعواتِ مبارکہ میں سے ایک دعاے مبارک یہ بھی تھی :

اللّٰهم ارزقني عَيْنَيْن هَطَّالَتَين تَبكِيان بذُرُوفِ الدُّمُوعِ و تُشفِقَان من خشيتك قبل أن يكون الدموعُ دَما و الأضراسُ جَمْراً . (۲)

---

(۱) صحیح ابن حبان:۳۶۶/۲ حدیث:۶۲۰......تفسیر ابن کثیر:۱۸۹/۲......تفسیر روح المعانی:۳۶۳/۳......بحر العلوم سمرقندی:۳۵۲/۱......الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید قیروانی:۱۷۷/۸۔

(۲) الزہد ابن مبارک:۱۶۵ حدیث:۴۸۰......الزہد احمد بن حنبل:۱۰/۱......حلیۃ الاولیاء ابونعیم:۱۹۷/۲......التخویف من النار ابن رجب حنبلی:۱۴۸/۱......الوفا باحوال المصطفیٰ:۵۵۱۔

یعنی اے اللہ! مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب وعتاب سے خوفزدہ ہوں، اس سے قبل کہ آنسو خون بن جائیں اور ڈاڑھیں اَنگارے۔

یعنی عذابِ نار میں مبتلا ہونے سے قبل اس عذاب کا ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو جائے؛ تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ کو بجھالیں اور اس کو ملاحظہ کرنے سے پہلے ہی اس کے بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔

☆ حضرت زید بن اَرقم نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ! میں دوزخ سے کیسے بچ سکتا ہوں؟، آپ نے فرمایا:

بدموع عینیک فإن عینا بکت من خشیة اللّٰہ لا تمسُّها النارُ أبدا . (۱)

یعنی اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعہ۔ کیوں کہ جو آنکھ اللہ جل مجدہ کے خوف سے رو پڑی اسے کبھی (دوزخ کی) آگ نہیں چھوئے گی۔

☆ حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کل عینٍ باکیةٍ یومَ القیامة إلا عینٌ غضت عن محارم اللّٰہ و عین سهرت في سبیل اللّٰہ و عین خرج منها مثل رأس الذباب من خشیة اللّٰہ . (۲)

یعنی اس آنکھ کے علاوہ ہر آنکھ قیامت کے دن رو رہی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں (کو دیکھنے) سے بچی رہی اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں بیدار

(۱) الترغیب والترہیب منذری:۱۱۴/۴ حدیث:۵۰۳۰...... التخویف من النار ابن رجب حنبلی:۴۲/۱۔

(۲) الترغیب والترہیب منذری: ۲۳/۳ حدیث:۲۹۲۵...... مسند الفردوس دیلمی: ۲۵۶/۳ حدیث: ۴۸۵۹ ...... حلیۃ الاولیاء ابونعیم:۶۳/۳...... الجہاد ابن ابی عاصم:۴۱۸/۲ حدیث:۴۱۸۔

رہی اور (تیسری) وہ آنکھ جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو بہہ نکلے۔

☆ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لیس شیء أحبَّ إلی اللّٰہ من قطرتین و أثرین: قطرۃ دموع من خشیۃ اللّٰہ و قطرۃ دم تھراق في سبیل اللّٰہ. و أما الأثران: فأثرٌ في سبیل اللّٰہ و أثر فریضۃ من فرائض اللّٰہ. (۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانیوں سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں: (ایک) اللہ کے خوف سے (بہنے والے) آنسوؤں کا قطرہ اور (دوسری) اللہ کی راہ میں بہنے والے خون کا قطرہ۔ رہے دو نشان تو (ایک ہے) اللہ کی راہ (میں چلنے) کا نشان اور (دوسرا ہے) اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فریضہ (کی ادائیگی) کا نشان۔

☆ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یقول اللّٰہ وعزتي! لا أجمع علی عبدي خوفین و أمنین إذا خافني في الدنیا أمنتہ یوم القیامۃ و إذا أمنني في الدنیا أخَفتُہ یوم القیامۃ. (۲)

---

(۱) سنن ترمذی:۶/۲۳۳ حدیث:۱۵۹۲......معجم کبیر طبرانی:۷/۲۶۸ حدیث ۷۸۴۳......التبویب الموضوعی للاحادیث:۱/۲۱۵۶۳...... کنز العمال ہندی: ۸۶۶/۱۵ حدیث: ۴۳۴۴۸...... مسند جامع: ۱۷/۱۷۴ حدیث:۵۳۲۸......موسوعۃ اطراف الحدیث:۱/۲۴۴۲۸۱......موسوعۃ التخریج:۱/۱۰۹۳۔

(۲) صحیح ابن حبان: ۲/۶ حدیث: ۶۴۰...... شعب الایمان بیہقی:۱/۴۸۳ حدیث: ۷۷۷......الترغیب والترہیب منذری:۴/۱۳۱ حدیث:۵۱۱۰......موارد الظمآن ہیثمی:۱/۶۱۷ حدیث:۲۴۹۴۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں اپنے بندے پر دو خوف اور دو اَمن اکٹھے نہیں کروں گا، اگر وہ مجھ سے دنیا میں خوف رکھے گا تو میں اسے قیامت کے روز امن میں رکھوں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے دنیا میں بے خوف رہا تو میں اسے قیامت کے روز خوف میں مبتلا کروں گا۔

☆ حضرت انس بن مالک سے مروی کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا :

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ : یا ابن آدم ! إنک ما دعوتني و رجوتني غفرت لک علی ما کان فیک و لا أبالي . یا ابن آدم ! لو بلغتُ ذنوبُک عنانَ السماء ثمَّ استغفرتَني غفرت لک و لا أبالي. یا ابن آدم ! إنک لو أتیتني بقُراب الأرض خطایَا ثم لقیتَني لا تشرک بي شیئا لأتیتُک بقرابھا مغفرۃ . (۱)

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور امید رکھے گا جو کچھ بھی تو کرتا رہے میں تجھے بخشتا رہوں گا اور مجھے کوئی پروانہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر بھی تو بخشش مانگے تو میں بخش دوں گا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو روے زمین کے برابر گناہ بھی لے کر میرے پاس آئے پھر مجھے اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو یقیناً میں روے زمین کے برابر تجھے بخشش عطا کروں گا۔

ایک شخص نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی:

(۱) سنن ترمذی: ۵/۵۴۸ حدیث: ۳۵۴۰ ......سنن دارمی: ۲/۴۱۴ حدیث: ۲۷۸۸ ......مسند احمد بن حنبل: ۵/۱۶۷ حدیث: ۲۱۵۱۰...... معجم طبرانی: ۱۲/۱۹ حدیث: ۱۲۳۴۶۔

یارسول اللہ! میں کس چیز کے ذریعہ جہنم سے نجات پا سکتا ہوں؟، فرمایا: اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے۔

عرض کی: میں اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعہ جہنم سے نجات کیسے پاؤں گا؟، فرمایا: ان دونوں کے آنسوؤں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خوف میں بہاؤ؛ کیوں کہ جو آنکھ اللہ کے خوف وخشیت میں روتی ہے، وہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہتی ہے۔(۱)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ رب العزت نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ o (سورۂ تحریم:۶۶/۶)

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا اِیندھن انسان اور پتھر ہیں“۔

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن صحابہ میں اس کی تلاوت فرمائی۔ ایک نوجوان یہ آیت سن کر بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے دل پر رکھا تو وہ دھڑک رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یا فتی قل: لا إلٰہ إلا اللّٰہ فقالھا فبشرہ بالجنۃ . فقال أصحابہ یارسول اللّٰہ، أمن بیننا؟ قال: أ وما سمعتم قولہ تعالیٰ: ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَ خَافَ وَعِیْدِ o (سورۂ ابراہیم:۱۴/۱۴)۔(۲)

---

(۱) الترغیب والترہیب:۴/۹۸ حدیث:۴۔

(۲) مستدرک حاکم:۲/۳۸۲ حدیث:۳۳۳۸......شعب الایمان بیہقی:۱/۴۶۸ حدیث:۷۳۴......الترغیب والترہیب منذری:۴/۱۱۶حدیث:۵۰۴۴......نوادرالاصول حکیم ترمذی:۱/۱۸۴۔

یعنی اے نوجوان! کہو: ''لا الٰہ الا اللہ'' اس نے یہ کلمہ پڑھا تو آپ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ ہم میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ''یہ (وعدہ) ہر اُس شخص کے لیے جو میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور میرے وعدۂ (عذاب) سے خائف ہوا''۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات میں سرگوشیاں اور راز و نیاز کی باتیں کیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! اس سرگوشی میں سے کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمادیں۔

آپ نے فرمایا: ایک سرگوشی یہ بھی تھی کہ 'میرا قرب چاہنے والوں میں سے اِتنا قرب کسی کو نہیں ملتا جتنا میں زہد و ورع اختیار کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں...... میری عبادت کرنے والوں میں ایسی عبادت کسی کی نہیں جو آہ و بکا اور گریہ وزاری کرنے والے کی ہوتی ہے...... میری خشیت میں گریہ وزاری خود ایسی عبادت ہے کہ کوئی عبادت گزار ایسی عبادت نہیں کرسکتا...... میری خشیت میں تڑپ تڑپ کے رونے والوں کو بڑے بلند درجے کی اپنی سنگت عطا کروں گا...... اور جہاں آہ و بکا کرنے والوں کو ٹھہراؤں گا اس میں کسی اور کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا۔

☆ حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا اقشعر جلد العبد من خشية اللّٰه تحاتَّتْ عنه ذنوبُه كما يتحاتُّ عن الشجرة اليابسة ورقُها —وفي رواية قال: كنا جلوسا

مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال رسول اللّٰه ما مثل هٰذه الشـجرة؟ فقال القوم: اللّٰه و رسوله أعلم فقال: مثل المؤمن إذا اقشعر من خشية اللّٰه وقعت عنه ذنوبه و بقيت له حسناته . (۱)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی بندے کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ اَیسے جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت سے پتے - ایک اور روایت میں ہے- ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (ایک درخت کے نیچے) بیٹھے ہوئے تھے (کہ اچانک تیز ہوا کا جھونکا آیا جس سے اس درخت کے خشک پتے گر گئے اور سبز پتے باقی رہ گئے۔ یہ دیکھ کر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اِس درخت کی مثال کس کی طرح ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول سب سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کی مثال اس مؤمن کی مانند ہے جس کے خشیت اِلٰہی کے باعث رونگٹے کھڑے ہو گئے تو اس کے گناہ اُس سے جھڑ گئے اور اس کی نیکیاں باقی رہ گئیں۔

☆ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لـو خـفـتـم اللّٰهَ حق خِيفته لعلمتم العلم الذي لا جهل معه و لو عرفتم اللّٰهَ حق معرفته لزالت بدعائكم الجبال . (۲)

(۱) شعب الایمان بیہقی: ۴۹۱/۱ حدیث: ۸۰۳...... مسند ابویعلی: ۶۰/۱۲ ...... الترغیب والترہیب منذری: ۱۱۷/۴ حدیث: ۵۰۴۷...... مجمع الزوائد ہیثمی: ۳۱۰/۱۰۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ابونعیم: ۱۵۳/۸...... الزہد الکبیر بیہقی: ۳۵۷/۲ حدیث: ۹۷۶...... تعظیم قدر الصلوٰۃ مروزی: ۸۰۸/۲ حدیث: ۸۰۲...... کنز العمال ہندی: ۱۴۲/۳ حدیث: ۵۸۸۱...... نوادر الاصول حکیم ترمذی: ۳/ ۱۰۶۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے تو
تم ایسا علم جان لوگے جس کے ساتھ جہالت نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ اور اگر تم
اللہ تعالیٰ کو کما حقہ پہچان لو تو تمہاری دعاؤں سے پہاڑ ہل جائیں گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

مـن خـاف أدلـج و من أدلج بلغ المنزل ألا إن سِلعة اللّٰه غالية ألا إن سلعة اللّٰه الجنة . (۱)

یعنی جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس کا دشمن رات کے آخری حصے میں
دھاوا بولنے والا ہے تو وہ رات کے پہلے ہی حصہ میں اپنے بچاؤ کا راستہ اختیار
کرلیتا ہے اور جو شخص رات کے پہلے حصے میں بھاگنا شروع کردیتا ہے وہ منزل
تک پہنچ جاتا ہے۔ جان لو خدا کا مال بہت قیمتی ہے، یاد رکھو خدا کا مال جنت ہے۔

☆ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: لوگو! میں تمہارے سامنے سورۂ **اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** کی تلاوت کرنے جارہا ہوں۔ اسے سن کر جو رو پڑے، میں اس کے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں؛ چنانچہ آپ نے تلاوت فرمائی تو بعض صحابہ رو پڑے اور بعض صحابہ کو رونا نہ آیا۔ نہ رو سکنے والوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے رونے کی بہت کوشش کی؛ مگر ہم رونے پر قادر نہ ہو سکے۔

(۱) سنن ترمذی: ۴۸۹/۸ حدیث: ۲۳۷۴...... مستدرک حاکم: ۲۲۱/۱۸ حدیث: ۷۹۶۲...... شعب الایمان بیہقی: ۴۳۶/۲ حدیث: ۸۹۲...... مسند عبد بن حمید: ۸۵/۴ حدیث: ۱۴۶۴...... مسند شہاب قضاعی: ۱۶۵/۲ حدیث: ۳۸۷...... التبويت الموضوع للاحاديث: ۲۱۷۱۲/۱...... کنز العمال: ۱۴۲/۳ حدیث: ۵۸۸۵...... مسند جامع: ۲۰۴/۴۵ حدیث: ۱۴۹۶۲...... تحفۃ الاشراف: ۲۳۷/۱۱ حدیث: ۱۲۲۲۵...... روضۃ المحدثین: ۴۵۱/۷ حدیث: ۳۲۲۶...... تخریج احادیث الاحیاء: ۳۳۹/۹ حدیث: ۴۳۳۹...... موسوعۃ اطراف الحدیث: ۲۶۵۹۹۴/۱ حدیث: ۲۶۵۷۵۴۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا: اب میں دوبارہ اسی کو پڑھ رہا ہوں۔ اسے سن کر جو رو پڑا اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ اور جو شخص رو نہ سکے وہ کم از کم رونے والا حال بنا لے اور رونے کی کیفیت اپنے اوپر طاری کر لے۔(۱)

اِس سے پتا چلتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ محفل گریہ و بکا منعقد فرماتے تھے اور صحابۂ کرام کو فکر آخرت اور یادِ مولا میں اشک ریزی کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے دیکھا اور آپ فرمارہے تھے: لوگو! دو عظیم چیزوں کو کبھی نہ بھولنا۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ دو عظیم چیزیں کیا ہیں؟، فرمایا: جنت اور دوزخ۔ پھر آپ ان دونوں کے بارے میں بیان فرماتے رہے اور آپ کی کیفیت یہ تھی :

ثـم بكى حتى جرى أوائل دموعه جانبي لحيته ثم قال: والذِی نفس محمد بيده لو تعلمون من علم الآخرة ما أعلم لمشيتم إلى الصعيد فلحثيتم على رؤوسكم التراب .(٢)

یعنی حتیٰ کہ دورانِ خطاب آپ پر گریہ و بکا کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ اتنا روئے کہ ریش مبارک کے دونوں طرف سے آنسوؤں کے آبشار بہنے لگے۔ نیز فرمایا: اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر آخرت کا تمھیں اتنا علم ہوتا جتنے علم سے اللہ نے مجھے نوازا ہے تو خدا کی قسم تم اپنے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کو چلے جاتے، اور رو رو کر اپنے سر کے اوپر مٹی ڈال لیتے اور خود کو خاک آلود کر لیتے!۔

(۱) شعب الایمان بیہقی: ۵/۶۴ حدیث: ۱۹۹۴۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۱۰۷ حدیث: ۱۰۱۔

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

أوصاني خليلي (ﷺ) أن أخشى اللّٰه كأني أراه، فإن لم أكن أراه فانه يراني . (۲)

یعنی مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ میں خشیت الٰہی میں ایسا ہو جاؤں گویا میں اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) دیکھ رہا ہوں، پس اگر میں اسے نہیں دیکھ سکتا تو (کم از کم یہ تصور تو پختہ ہو جانا چاہیے کہ) وہ یقیناً مجھے دیکھ رہا ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل سے پوچھا: اے جبرئیل! میں نے میکائیل کو جب بھی دیکھا روتے ہوئے دیکھا، اسے کبھی بھی ہنستے مسکراتے دیکھنے کا اِتفاق نہیں ہوا، اس کی کیا وجہ ہے؟۔ حضرت جبریل نے کہا: جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا، (مارے خوف کے) میکائیل کبھی ہنسا ہی نہیں۔ (۲)

مذکورہ بالا اَحادیث نبوی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے خوبصورت انداز میں خشیت مولا رکھنے والوں کی ستائش کی ہے اور انھیں اس کی مداومت پر ابھارا ہے۔ نیز گریہ وزاری سے جہاں دنیا سے بے رغبتی کا رجحان پروان چڑھتا ہے وہیں قربِ الٰہی کی منزلیں بھی قریب سے قریب تر ہوتی جاتی ہیں۔

آیئے اب ذرا کچھ اُن لوگوں کے اَحوال پر نظر کرتے ہیں جنھوں نے شب خیزی اور گریہ وزاری میں اَپنا حصہ ڈالا تو نہ صرف نگاہِ مالک ومولا میں محترم و مؤقر ٹھہرے بلکہ 'ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما' کی سراپا تصویر بن گئے، اور اُن کے احترام وعقیدت کی خوشبو دنیا جہان کے کونے کونے میں پہنچ گئی۔

(۱) کتاب الاربعین ابونعیم: ۳۹ حدیث: ۱۲...... جامع العلوم والحکم ابن رجب حنبلی: ۱/۱۲۶۔

(۲) مسند احمد بن حنبل: ۳/۲۲۴ حدیث: ۱۳۳۶۷...... مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۱/۳۳۰ حدیث: ۱۸۵۶۸...... غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۲/۳۲۶۱...... مسند جامع: ۶/۱۴۲ حدیث: ۱۶۷۰۔

شب خیزی کے تعلق سے اَقوال وآثار وحکایات

قیامِ لیل ایک ایسا دروازہ ہے جس میں داخل ہوکر بندہ نوافل ومناجات کے ذریعہ اپنے رب کی رضا کا طالب و جویا ہوتا ہے، اور اسے بندگی کا بہترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اہل دل کے نزدیک رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ وہ رات کو اپنے مولا کے حضور پیش ہوتے ہیں اور لذت وسرور میں یوں گم ہوجاتے ہیں کہ انھیں رات گزرنے کا اِحساس بھی نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے وہ رات کو ایسی کوتاہ (چھوٹی) جانتے ہیں جیسے عاشق شبِ وصل کو۔ ذیل میں لذت وحلاوتِ شب خیزی کو اجاگر کرنے کے ساتھ کچھ ایسے ہی عاشقوں اور شب زندہ داروں کے اَقوال واحوال پیش کیے جارہے ہیں۔

شب خیزی واَشک ریزی کی لذت وحلاوت :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

ابکوا فإن لم تبکوا فتباکوا، فوالذي نفسي بیده لو یعلم العلم أحدکم لصرخ حتیٰ ینقطع صوته، و صلی حتی ینکسر صلبه . (۱)

یعنی (اے لوگو!) رویا کرو اگر رونا نہیں آتا تو ایسی صورت بنالو جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ تم رو رہے ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم حقیقت حال جان لو تو اتنا رووٴ چلاوٴ کہ دم نکل جائے اور اتنی نمازیں پڑھو کہ پیٹھ کی ہڈیاں چیخ جائیں۔

(۱) احیاء علوم الدین: ۲۶۳/۳۔

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب رات کو تجلی فرماتا ہے تو کہتا ہے: کہاں ہیں وہ جو دِن میں میری محبت کا دعویٰ کرتے تھے؟ کیا دوست اپنے دوست سے خلوت کرنا پسند نہیں کرتا۔ دیکھو میں صبح تک اپنے دوستوں کا منتظر ہوں کہ وہ میرے حضور مجھ سے گفتگو کریں۔ میں کل جنت میں اپنے دیدار سے اُن کی آنکھوں کو ٹھنڈا کردوں گا۔

آپ مزید فرماتے ہیں: جب رات میرے سامنے آتی ہے تو پہلے مجھے اس کی درازی سے خوف لگتا ہے مگر جب میں قرآن حکیم پڑھنا شروع کرتا ہوں تو تلاوت سے ابھی جی بھی نہیں بھرنے پاتا کہ سپیدۂ سحر نمودار ہوجاتا ہے۔

آپ ہی سے مروی ہے کہ لوگو! تمھیں پتا ہے کہ یہ رونا اور گریہ وبکا کرنا کس کو نصیب ہوتا ہے اور دل کی رقت وخشیت کس کا مقدر ہوتی ہے؟۔ تو اس کا راز یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ اپنے بندوں کے دلوں پر نگاہ ڈالتا ہے، ان کی نیات، اعمال اور کیفیات کو دیکھتا ہے، پھر جس بندے سے اللہ کو محبت ہوجاتی ہے اس کی زندگی میں حزن وغم کو بڑھا دیتا ہے، اسے اپنی محبت میں غمگین کردیتا ہے اور پھر اسے ہر وقت اشک برساتی آنکھیں دے دیتا ہے؛ لہٰذا جو شخص گریہ وزاری کرتا ہے سمجھو اس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگئی ہے۔ آگے آپ فرماتے ہیں :

ما بكت عين عبد قط حتى يضع الرب عزوجل يده على قلبه، و لا بكت عين قط إلا من فضل رحمة اللّٰه . (۱)

یعنی اللہ جل مجدہ جب کسی بندے کے دل کی طرف نگاہ فرماتا ہے تو اس کی آنکھوں کو گریہ وبکا کی توفیق مل جاتی ہے، اور کوئی آنکھ اس وقت تک نہیں روتی

(۱) حلیۃ الاولیاء:۳/۳۹۱۔

جب تک اس پر اللہ کا فضل و رحمت نہ اُتر جائے، وہ اللہ کا فضل ہی ہے جو اس آنکھ کو رونے والا بنا دیتا ہے، (لوگوں پر یہی فضل ہوئے اور وہ سراپا گریہ و بکا بن گئے)۔

حضرت ابوسلیمان علیہ الرحمہ نے فرمایا: کھیل کود میں مشغول لوگوں سے زیادہ لذت' شب بیداروں کو رات کی عبادت میں حاصل ہوتی ہے، اور اگر انھیں ان کے اعمال کا ثواب صرف شب بیداری کی لذت ہی دیا جائے تو یہ بھی اعمال سے زیادہ اُجر ہے۔ مزید فرمایا: اگر رات نہ ہوتی تو میں دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔

یکے از صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی وقت ایسا نہیں جو اہل جنت کے مشابہ ہو البتہ مناجات کی شب وہ حلاوت جو عاجزی کرنے والوں کے دلوں کو ملتی ہے وہ جنت کی نعمتوں کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کو صرف ان لوگوں پر ظاہر فرماتا ہے جو شب بیدار ہیں تاکہ انھیں سکون حاصل ہو اور ان کے سوا دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں۔

حضرت مکدر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نیک اعمال کے بدلے میں ملنے والی لذتوں میں سے تین باقی رہنے والی ہیں: اول: رات کا جاگنا (شب بیداری)۔ دوم: اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق سے ملنا۔ سوم: باجماعت نماز ادا کرنا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ (۶۳۲ھ) ایک بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صبح کے وقت جب شب زندہ داروں کے دلوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ انھیں نور و عرفان سے بھر دیتا ہے اور اس فیض سے مستفیض ہو کر ان کے دل نورانی ہو جاتے ہیں پھر ان کے قلوب کا فیض غافل انسانوں کے دلوں تک پہنچتا ہے۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں

(۱) عوارف المعارف سہروردی: ۵۱۸۔

انھیں میرا شوق ہے اور مجھے بھی ان کا شوق ہے...... وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں بھی انھیں یاد کرتا ہوں؛ لہٰذا اگر تم ان کے طریقے پر چلو گے تو میں تم سے محبت کروں گا......اور اگر تم نے اس راہ سے کنارہ کشی اختیار کی تو میں تم سے نفرت کروں گا۔

اس پیغمبر نے بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی: مولا! ان لوگوں کی نشانی کیا ہے؟۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ دن کے وقت سایوں کا ایسے ہی خیال رکھتے ہیں جیسے چرواہا اپنی بھیڑ بکریوں کا خیال رکھتا ہے......انھیں غروبِ آفتاب کا ایسے ہی انتظار ہوتا ہے جیسے پرندوں کو اپنے آشیانوں کا ہوتا ہے...... جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو ہر ایک اپنے محبوب سے خلوت نشین ہوتا ہے، اس وقت وہ میری عبادت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں ...... میرے کلام کے ذریعہ مناجات کرتے ہیں ،اور گڑگڑا کر میرے انعام و نوازشات کے طلب گار ہوتے ہیں......کوئی چلاتا ہے اور کوئی روتا ہے......کوئی آہیں بھرتا ہے اور کوئی فریاد کرتا ہے......وہ تکالیف میری نظروں کے سامنے ہیں جو وہ میری وجہ سے برداشت کرتے ہیں اور میری محبت میں جو فریاد کرتے ہیں میں اسے سنتا ہوں۔

ان پر میرا پہلا لطف وکرم یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے نور کا ایک حصہ ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہوں جس نور سے وہ میرے معارف واسرار بتاتے ہیں جس طرح میں ان کے اسرار بتاتا ہوں۔

دوسری بخشش یہ ہوتی ہے کہ اگر ساتوں زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان کے ترازو میں رکھ دیا جائے تو میں ان تمام چیزوں کو اُن کے لیے کم سمجھتا ہوں۔

تیسری بخشش یہ ہوتی ہے کہ میں بذاتِ خود اُن کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور تم اندازہ نہیں کرسکتے کہ جس کی طرف میری ایسی نظر التفات ہو تو میں اسے کیا کیا عطا کروں گا!۔(۱)

---

(۱) قوت القلوب ابوطالب مکی: ۷۹/۱۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ''خائفین'' کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: خائفین وہ لوگ ہیں جن کے دل زخمی ہوتے ہیں، اور آنکھیں گریاں۔ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کیسے ہنسیں جب کہ موت ہمارے پیچھے ہے، قبر ہمارے سامنے ہے، قیامت ہماری وعدہ گاہ ہے، جہنم ہماری گزرگاہ ہے، اور باری تعالیٰ کے سامنے ہمیں کھڑا ہونا ہے۔(۱)

کسی مرید نے اپنے شیخ سے شکایت کی کہ میں رات بھر جاگتا ہوں، کسی پہلو چین نہیں آتا، کوئی ایسی تدبیر بتائیں جس سے نیند آجائے اور میں راحت وسکون کے ساتھ رات کا سفر طے کرلوں۔

شیخ نے فرمایا: بیٹا! رات اور دن میں رحمتِ الٰہی کی لپٹیں تو جاگتے دلوں کو لگتی ہیں، سوتے دلوں کو نہیں لگتیں تو اُن لپٹوں کے لگنے کی تدبیر کرو، اور ان کی توقع رات کو زیادہ ہے؛ اس لیے کہ رات کے جاگنے میں دل کی صفائی اور دوسرے کاموں سے علاحدگی ہوتی ہے؛ لہٰذا تمھیں راتوں کو جاگنا مبارک ہو۔

سلف صالحین علیہم الرحمہ کے معمولات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ گرمی ہو یا جاڑا ہر حال میں قیام اللیل میں ناغہ نہ آنے دیتے تھے گویا کہ ان پر یہ فرض کر دیا گیا ہے؛ چنانچہ وہ فرماتے کہ جو فقیر، رات کے وقت نیند کے غلبہ کے بغیر سو جائے تو اسے طریقت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

خواجہ علی رمیتنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: جب تین دل اِکٹھا ہوتے ہیں تو ایک بندۂ مومن کی دعا درجۂ قبولیت کو پا لیتی ہے۔ ایک مومن کا خلوص مند دل، دوسرا قرآن کا دل (یعنی سورۂ یٰس) اور تیسرا رات کا دل یعنی (رات کا پچھلا پہر) سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے ذرا سا پہلے کا وقت۔

(۱) احیاء علوم الدین: ۱۸۴/۴۔

جن کی نگاہوں میں ان نعمتوں کی قدر ہے، وہ دعا، عبادت اور اپنے مولا کی طرف رجوع ہونے کے لیے نہایت زرخیز وشاداب زمین پالیتے ہیں۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ساری دنیا غفلت وبے خبری کی چادر تانے آرام کی نیند سورہی ہوتی ہے؛ مگران لمحات میں اٹھ کر اپنے مالک ومولا کے لیے اشک ریزی اور اس سے مغفرت طلبی کرنے والے سعادتمندوں کے تذکرے کو پروردگار عالم نے اپنے کلام کا حصہ بنادیا ہے :

كَانُوا قَلِيْلاً مِنَ اللَّيلِ مَا يَهْجَعُونَ، وَ بِالاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ o

وہ راتوں کو تھوڑی سی دیر سویا کرتے تھے۔ اور رات کے پچھلے پہروں میں (اٹھ اٹھ کر) مغفرت طلب کرتے تھے۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے: حکمت کے بند دروازے اس وقت تک مجھ پر نہ کھلے جب تک میری رات میرے دن کی طرح روشن وتاباں نہ ہوگئی۔(۱)

سحر خیزیاں اور اَشک ریزیاں

ہر کجا آب رواں غنچہ بود
ہر کجا اشکِ رواں رحمت بود

یعنی جہاں پانی چلتا ہے وہاں باغات ہوتے ہیں اور جہاں آنسو جاری ہوں وہاں خدا کی رحمت ہوتی ہے۔

اہل اللہ کی محبت صرف اللہ سے ہوتی ہے۔ اس کے لیے وہ گوشہ نشینی کو پسند کرتے ہیں اوراس سے مناجات کرنے میں لذت پاتے ہیں۔ یہی لذت انھیں رات بھر جاگتے رہنے، مولا کے لیے رونے دھونے اوراپنے محبوب حقیقی سے شوقِ ملاقات پرآمادہ کرتی ہے۔

(۱) Civilazation of Virtue, by:Uthman Noori Topbash:Vol,1/P,142

ذیل میں چند ایسے عابدانِ شب زندہ دار اور حاملانِ چشمانِ اَشک بار کا ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنی راتوں کو ذوقِ مناجات اور شوقِ دیدار کے لیے وقف کر رکھا تھا اور جن کی آنکھیں خشیت مولا میں ساون بھادوں بنی رہتی تھیں۔ اس سلسلہ خیر کا آغاز ہم کائنات کی سب سے برگزیدہ ہستیوں حضراتِ اَنبیاے کرام سے کرتے ہیں۔

أُولٰئِکَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَن خَرُّوا سُجَّداً وَبُكِيّا o

(سورۂ مریم:۱۹/۵۸)

’’یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے زمرۂ انبیا میں سے آدم (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور ان (مؤمنوں) میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں (طوفان سے بچا کر) اٹھا لیا تھا، اور ابراہیم (علیہ السلام) کی اور اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور ان (منتخب) لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ بنایا، جب ان پر (خداے) رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے وہ سجدہ کرتے ہوئے اور (زاروقطار) روتے ہوئے گر پڑتے ہیں‘‘۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت سے ہی ان کے منصب عظیم کا فیصلہ فرمالیا تھا، اور علم الٰہی میں یہ طے ہو چکا تھا کہ آدم کو شرفِ نیابت سے بہرہ یاب ہونا ہے، اور ان کے سر پر نیابت وخلافت کا تاج سجنا ہے۔ تو اب مختلف مرحلوں سے گزار کر اللہ تعالیٰ حضرت آدم کی عبدیت کو لائق نیابت وخلافت بنانا چاہتا تھا۔

لہٰذا مولا نے چاہا کہ حضرت آدم کی عبدیت' ندامت اور گریہ وزاری کی آنچ پر پکے اور اتنی پختہ ہو جائے کہ ان کی بندگی خلافت و نیابت الٰہیہ کی سزاوار ہو سکے۔

یہ ایک سچائی ہے کہ انسان کے اندر یہ ندامت' احساسِ گنہ کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی؛ کیوں کہ جب تک اِنسان کے دل و دماغ کے اندر یہ خیال نہ پیدا ہو جائے کہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے، میں قصور وار ہو گیا ہوں، میں نے اپنے مولا کو ناراض کر لیا ہے، مجھ سے حکم عدولی ہو گئی ہے اور نتیجے میں میرے پروردگار نے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے اور میں اس کی خوشنودی سے محروم ہو گیا، تو جب تک کسی جرم، خطا اور گناہ کے ارتکاب کا اِحساس طبیعت میں پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک طبیعت میں ندامت و خستگی پیدا نہیں ہوتی۔

اور جب تک طبیعت میں احساسِ ندامت بیدار نہ ہو اس وقت تک طبیعت توبہ کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ اور جب تک زندگی میں گریہ وزاری، رونا دھونا اور ندامت و شرمندگی نہ ہو بندگی پر نکھار نہیں آتا اور وہ پُر شباب نہیں ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی عبدیت و بندگی کو کامل و پختہ کرنے اور مرتبہ خلافت تک پہنچانے کے لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

وَ عَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰیO (سورۂ طٰہٰ:۲۰/۱۲۱)

''اور آدم سے اپنے رب کے حکم (کو سمجھنے) میں فروگذاشت ہوئی سو وہ (جنت میں دائمی زندگی کی) مراد نہ پا سکے''۔

یاد رہے کہ یہ جملہ ہمارے لیے نہ تھا بلکہ محض حضرت آدم علیہ السلام کے لیے تھا۔ اب کیا ہوا یہ جملہ بولنے کی دیر تھی کہ حضرت آدم اپنے اس عمل کو گناہ سمجھ بیٹھے، اور جان گئے کہ میرا مولا مجھ سے ناراض ہو گیا ہے، اور پھر اس نے حضرت آدم کی طبیعت میں شرمندگی اور ندامت کی کیفیت پیدا کر دی، اور خطا و گناہ کا تصور ان میں بٹھا کر ان کی طبیعت کو رونے دھونے کی طرف مائل کر دیا۔

ساتھ ہی خیال آیا کہ جس مقصد کے لیے میں نے آدم کو رلایا ہے اور رلا کر پکایا ہے کہیں اس عصیان کے ذکر سے دوسرے لوگ بھی میرے آدم کو گناہ گار نہ سمجھنا شروع کر دیں اور منصب و تقدس نبوت پر کوئی حرف نہ آ جائے، لہٰذا ساتھ ہی فرما دیا :

فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْماً o (سورۂ طٰہٰ:۲۰/۱۱۵)

''سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں بالکل (نافرمانی کا کوئی) اِرادہ نہیں پایا، (یہ محض ایک نسیان تھا)''۔

تو یہاں پروردگار عالم نے ان کے عمل کو نسیان قرار دے کر منصب نبوت کے تقدس کی حفاظت فرما دی، اور وہاں حضرت آدم کے لیے اُس عمل کو عصیان کی طرف منسوب کر کے اُن کی طبیعت کو رونے دھونے اور آہ وزاری کی طرف مائل کر دیا۔

اب جب حضرت آدم کو یہ اِحساس ہو گیا کہ مجھ سے قصور واقع ہوا اور میں نے اپنے مولا کو ناراض کر دیا ہے تو اس تصور کو مزید پختہ کرنے کے لیے آپ کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا، بس اُترنے کی دیر تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھیں جھیل بن گئیں، اور آہ وزاری کا ایک ناپیدا کنار سلسلہ شروع ہو گیا، پھر ندامت و شرمندگی کے ذریعہ توبہ کی راہ ملی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم زمین پر اُترے تو اس احساسِ ندامت کے باعث سو سال تک حضرت حوا کے قریب نہ گئے۔ تین سو سال تک مسلسل آپ کی آنکھیں آنسو برساتی رہیں، جس سے آپ کے چہرے پر دو گہری نالیاں بن گئی تھیں، اور کچھ اُتنی ہی مدت ندامت و شرمندگی کے احساس سے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے سرِ اقدس کو اوپر نہ اُٹھایا اور نگاہیں آسمان کی طرف نہ کیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ آپ اس قدر روئے کہ وادی سراندیپ آپ کے آنسوؤں

سے جل تھل ہوگئی۔(۱)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اُتارا، تو کئی روز تک ان کے آنسو نہ رکے۔ ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور جس وقت وہ اِنتہائی حزن وملال اور اِضطراب وبے چینی کی کیفیت سے دوچار سر جھکائے بیٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ اے آدم! یہ تم نے اپنا کیا حال بنالیا ہے؟۔

عرض کی: اے پروردگار! میری مصیبت بڑھ گئی ہے، خطاؤں نے مجھے گھیر لیا ہے، اپنے رب کے ملکوت سے نکالا گیا ہوں، عزت کے گھر سے ذلت کے گھر میں آگیا ہوں، سعادت کے بعد شقاوت ملی ہے، راحت کے بعد غم اٹھانا پڑا ہے، عافیت کے بعد مصیبت کے گھر میں آیا ہوں، دارالقرار سے دارِ ناپائدار میں ڈالا گیا ہوں، اور خلود وبقا کے عالم سے موت وفنا کے عالم میں پہنچا ہوں تو اپنی خطا پر کیوں نہ روؤں، یہ سب اسی کے سبب ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے آدم! میں نے تجھے اپنے لیے منتخب کیا تھا، کیا میں نے تجھے اپنے گھر میں نہیں اُتارا تھا۔ کیا میں نے تجھے اپنی کرامت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا تھا، اور اپنے غضب سے نہیں ڈرایا تھا۔ کیا میں نے تجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور تیرے اندر اپنی روح نہیں پھونکی تھی اور فرشتوں سے تیرا سجدہ نہیں کرایا تھا؛ مگر تو نے میرا کہا نہ مانا، اور میرا عہد فراموش کیا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر میں زمین کو تیری طرح انسانوں سے بھر دوں، پھر وہ میری عبادت کریں اور میری تسبیح بیان کریں، پھر میری نافرمانی کریں تو میں انھیں گناہ گاروں کے مقام پر اُتاروں گا۔ یہ سن کر حضرت آدم پھر رونے لگے اور تین سال تک مسلسل روتے رہے۔(۲)

(۱) الرقة والبکاء ابن ابی الدنیا:۳۲۵/۱ حدیث:۳۰۷۔

(۲) احیاء علوم الدین:۴۲۲/۴......العقوبات:۱۰۹/۱ حدیث:۱۰۶......التوابین:۱۰/۱۔

حضرت ابن سابط فرماتے ہیں کہ جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے اتنی کثرت سے گریہ وبکا کی کہ اگر پوری دنیا کے آنسوؤں کو ان کے آنسو کے مقابل رکھ کر وزن کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو بڑھ جائیں گے۔(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک پتھر کے ساتھ جنت سے اُترے تھے جس سے وہ اپنے آنسو خشک کیا کرتے لیکن کبھی بھی ان کی آنکھیں خشک نہیں ہوئیں حتیٰ کہ وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ ہی پھر جنت بھیج دیے گئے (جہاں سے آئے تھے)۔(۲)

پھر اس مرحلہ خستگی و شکستگی سے گزرنے اور ندامت وشرمندگی کے آنسو بہانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کا کیا ہوا، اس کا حال قرآن یوں بیان کرتا ہے :

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى o (سورۂ طٰہٰ:۲۰/۱۲۲)

پھر ان کے رب نے انھیں (اپنی قربت ونبوت کے لیے) چن لیا اور ان پر (عفو ورحمت کے ساتھ خاص) توجہ فرمائی اور (منزل مقصود کی) راہ دکھادی۔

یعنی رونے دھونے کے عمل سے گزرنے کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام رب کے مجتبیٰ بن گئے، اور مولا کے برگزیدہ ہوگئے۔

حضرت سیدنا نوح علیہ السلام

حضرت وہیب بن ورد روایت کرتے ہیں کہ جب اپنے بیٹے کے تعلق سے حضرت نوح علیہ السلام کو رب کی سرزنش کا شکار ہونا پڑا اور ان سے فرمایا گیا :

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۳۲۶ حدیث:۳۰۸۔
(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۳۲۷ حدیث:۳۰۹۔

اِنّي اَعِظُکَ اَنْ تَکُونَ مِنَ الجَاھِلِيْنَ o (سورۂ ہود:۱۱/۴۶)

میں تمہیں نصیحت کیے دیتا ہوں کہ کہیں تم نادانوں میں سے (نہ) ہو جانا۔

تو حضرت نوح علیہ السلام تین سال تک مسلسل آہ وزاری کرتے رہے حتیٰ کہ کثرت گریہ وبکا کے باعث آپ کی آنکھوں کے نیچے نالیوں کی مانند گڑھا بن گیا تھا۔(۱)

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام

حضرت ابن سابط فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اتنی کثرت سے گریہ وزاری کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اگر دنیا جہان کے رونے والوں کے مقابلے میں حضرت داؤد کے آنسوؤں کا وزن کیا جائے تو آپ کے آنسو ان کے برابر ہو جائیں گے۔(۲)

حضرت امام اوزاعی، عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن مثل عيني داؤد عليه السلام كالقربتين تنطفان ماء و لقد كانت الدموع خددت في وجهه كأخدود الماء في الأرض .(۳)

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کی آنکھوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے پانی کے دو مشکیزے جن سے ہمیشہ قطرے ٹپکتے رہتے ہوں۔ اور آنسوؤں نے ان کے چہرے پر ایسے ہی لمبے گڑھے کر دیے تھے جس طرح مسلسل گرتا ہوا پانی زمین میں گڑھا بنا دیتا ہے۔

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۳۴۸ حدیث:۳۲۹۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۳۵۴ حدیث:۳۳۴۔

(۳) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۳۵۷ حدیث:۳۳۷۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اس قدر روتے کہ آپ کے آنسوؤں سے آپ کے سامنے رکھی ہوئی چیزیں تر بتر ہوجاتیں، اور زمین پر آپ کے گرے ہوئے آنسوؤں کی نمی سے سبزے اُگ آتے۔ یوں ہی آپ خشیت مولا میں روتے روتے نڈھال ہوجایا کرتے تھے۔(۱)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اس کثرت سے روتے تھے کہ آپ کے آنسوؤں سے سبزہ اُگ آیا اور اس سے ان کا سر چھپ گیا۔ آواز آئی کہ اے داؤد! اگر تم بھوکے ہو تو تمھیں کھانا دیا جائے، پیاسے ہو تو پانی دیا جائے، ننگے ہو تو کپڑا عطا کیا جائے۔ یہ سن کر آپ اس قدر تڑپ کر روئے کہ آپ کی سوزشِ دل کی حرارت سے لکڑی جل گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توبہ و مغفرت نازل فرمائی۔

آپ نے عرض کیا: اے میرے مولا! میرا گناہ میرے ہاتھ میں نقش کردے؛ چنانچہ ان کی خطا اُن کی ہتھیلی پر لکھ دی گئی۔ آپ جب بھی کھانے پینے یا کوئی چیز اُٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھاتے تو آپ کی نظر اس لکھے ہوئے پر ضرور پڑتی، اور آپ اپنی خطا کے تصور سے رونے لگتے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ جب آپ کے پاس پینے کے لیے پانی کا برتن لایا جاتا تو وہ تہائی لبریز ہوتا اور ہونٹوں تک لے جانے کے وقفے میں آنسوؤں سے بھر جاتا...... آپ اپنی مناجات میں عرض کیا کرتے تھے: اے اللہ! جب مجھے اپنی خطا یاد آتی ہے کہ تو یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ نظر آنے لگتی ہے، اور جب تیری رحمت کا تصور کرتا ہوں تو جسم میں جان پڑ جاتی ہے۔ الٰہا! تو پاک ہے، تیرے بندوں میں سے جو لوگ طبیب ہیں میں اپنے مرض کے علاج کے لیے ان کے پاس گیا، انھوں نے تیرا ہی حوالہ دیا۔ تو بڑی خرابی ہے اس کے لیے جو تیری رحمت سے مایوس ہو۔(۲)

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۳۶۸/۱ حدیث: ۳۴۸۔

(۲) تفسیر البغوی: ۸۳/۷...... النکت والعیون: ۴۸۸/۳...... احیاء علوم الدین: ۲۸۱/۳۔

حضرت ابو عِطاف سے ایک روایت یوں آئی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب بھی پینے کے لیے کوئی برتن اُٹھاتے تو آنسوؤں کے قطرے اس میں ٹپک پڑتے اور ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ نے آنسوؤں کی آمیزش کے بغیر پانی نوش کیا ہو۔(۱)

حضرت اِسماعیل بن عُبید کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے ان کی کثرتِ گریہ وزاری کی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا: لوگو! مجھے آہ وزاری کر لینے دو کیوں کہ ایک دن آنے والا ہے جس دن لوگ دہاڑے مار مار کر روئیں گے مگر افسوس اس دن رونا دھونا کچھ کام نہ آئے گا، جس دن ہڈیاں جل رہی ہوں گی، آنتیں سلگ رہی ہوں گی، اور بدن تپ رہے ہوں گے۔

لوگو! وہ دن آنے سے پہلے مجھے رو لینے دو جب میری خاطر اُن سخت مزاج اور طاقتور قسم کے فرشتوں کو حکم ہوگا جو کسی بھی امر میں - جس کا انھیں حکم ہوتا ہے - اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام انجام دیتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔(۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آخر شب میں حضرت داؤد علیہ السلام جب سجدے کرتے تو اتنا روتے کہ بحر و بر کے جانور گریہ وزاری کا درد و سوز سن کر خاموش ہو جاتے، اور ان کی پُر درد آواز سن کر وہ خود بھی روتے۔(۳)

آپ کے حالات میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے زندگی بھر حیا کی وجہ سے آسمان کی طرف سر نہیں اُٹھایا۔ آپ اپنی مناجات میں عرض کیا کرتے تھے: بارِ الٰہا! جب میں اپنا گناہ یاد کرتا ہوں تو یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ نظر آتی ہے۔ اور جب میں تیری رحمت کا تصور کرتا ہوں تو جسم میں جان پڑ جاتی ہے۔

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۳۴۸/۱ حدیث: ۳۵۸۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۳۸۱/۱ حدیث: ۳۶۱...... احیاء علوم الدین: ۲۸۲/۳۔

(۳) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۳۸۳/۱ حدیث: ۳۶۳۔

مولا! تو پاک ہے، تیرے بندوں میں سے جو لوگ طبیب ہیں، میں اپنے مرض کے علاج کے لیے ان کے پاس گیا، انھوں نے تیرا ہی حوالہ دیا؛ لہٰذا بڑی خرابی ہے اس شخص کے لیے جو تیری رحمت سے مایوس ہو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک روز حضرت داوٗد علیہ السلام کو اپنا قصور یاد آیا تو چیختے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔ آپ کے پاس کچھ درندے جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ، مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔ مجھے وہ چاہیے جو اپنی خطا پر روئے، اور جب بھی میرے پاس آئے روتا ہوا آئے۔ جو شخص خطاوار نہیں ہے اس کا مجھ خطاکار کے پاس کیا کام ہے!۔(۱)

یہ بھی روایت ہے کہ جب آپ بہت روئے اور کوئی فائدہ بظاہر نظر نہ آیا تو آپ کا رنج وغم اور بڑھ گیا اور آپ نے عرض کی: یاالٰہی! کیا تو میرے رونے پر رحم نہیں فرمائے گا؟۔ وحی آئی کہ اے داوٗد! تجھے اپنا رونا یاد ہے مگر قصور یاد نہیں!۔

عرض کی: یااللہ! میں اپنا قصور کیسے فراموش کرسکتا ہوں۔ میرا حال تو یہ تھا کہ جب میں زبور کی تلاوت کرتا تھا تو بہتا ہوا پانی ٹھہر جایا کرتا تھا، چلتی ہوئی ہوا رک جایا کرتی تھی، پرندے میرے سر پر سایہ فگن ہو جایا کرتے تھے اور وحشی جانور میری محراب میں جمع ہو جاتے تھے۔ لیکن اَب یہ کیسی وحشت ہے جو تیرے اور میرے درمیان پیدا ہوگئی ہے!۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے داوٗد! وہ طاعت کا اُنس تھا اور یہ قصور کی وحشت ہے۔ اے داوٗد! آدم میری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے، اور اس میں اپنی روح پھونکی ہے، اسے فرشتوں کا مسجود بنایا ہے، اسے اپنے انعام کی خلعت پہنایا ہے اور اپنے وقار کا تاج اس کے سر پر رکھا ہے۔

---

(۱) احیاء علوم الدین: ۳/۲۸۲۔

پھر جب اس نے تنہائی کا شکوہ کیا تو میں نے اپنی باندی حوا سے اس کا جوڑا بنا دیا اور اسے اپنی جنت میں رہنے کا شرف بخشا۔ پھر اس نے بھول کی، تو میں نے اسے برہنہ کرکے جنت سے دور کردیا۔ اے داؤد! میری بات سن اور میں حق کہتا ہوں: اگر تو نے ہماری اطاعت کی تو ہم بھی تجھ پر مہربان رہیں گے۔ جو مانگے گا وہ دیں گے۔ اور اگر تو نے ہماری بات میں کوتاہی کی تو ہم تجھے نظر انداز کردیں گے۔ اس کے باوجود اگر تو نے ہماری طرف رجوع کیا تو ہم تجھے قبول کرلیں گے۔(۱)

حضرت یزید رقاشی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام چالیس ہزار اَفراد سے خطاب کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے انھیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ اللہ سے ڈرایا یہاں تک کہ ان میں تیس ہزار آدمی ہلاک ہوگئے، صرف دس ہزار اَفراد کے ساتھ آپ واپس تشریف لائے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے پاس دو باندیاں تھیں جن کے سپرد یہ کام تھا کہ جب حضرت داؤد خوفِ خدا کی وجہ سے تڑپنے لگیں اور بے ہوش ہو جائیں تو یہ دونوں باندیاں آپ کے اعضا کو لپٹ جائیں تا کہ آپ کے جسم کے جوڑ سلامت رہیں۔(۲)

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد إذا حدثتک نفسک بالنوم فاذکر مصرع أهل النار ، وصول الزبانية ، و غلق أبواب جهنم ، فإنک إن فعلت ذلک انتفی النوم عنک ، یا داؤد خذ حظک من اللیل و لا تغفل عن الصلوات ، واجعل موضوع الضحک بکاء خوفا مني أنجیک من حر نار جهنم یوم القیامة .

(۱) احیاء علوم الدین:۳/۲۸۲۔
(۲) احیاء علوم الدین:۳/۲۸۲۔

یعنی اے داؤد! جب نفس تم سے سونے کی باتیں کرے تو تم جہنمیوں کے پچھاڑنے کی جگہ، گنہ گاروں کو ہانک کر لے جانے والے فرشتوں کے پہنچنے، اور پھر دروازہائے جہنم کے بند کردیے جانے کا تذکرہ اس کے سامنے چھیڑ دیا کرو، تم ایسا کرکے تو دیکھو، تمہاری نیند اگر رفو چکر نہ ہوجائے تو کہنا۔

اے داؤد! خزانہ ہائے شب سے تم اپنا حصہ نکال لو، نمازوں سے ایک ذرا غفلت نہ برتنا۔ اور جب ہنسی کا موضوع چھڑ جائے تو تم محض میرے خوف کے باعث رونا دھونا شروع کردیا کرنا، (اگر تم ان باتوں پر عمل پیرا رہے تو) میں تمہیں بروزِ محشر آتش جہنم کی لپٹ سے محفوظ رکھوں گا۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا :

یا داؤد، عجباً لمن أحبني، کیف یهوی قلبه سواي؟ یا داؤد، قل لبني إسرائیل، لو رأیتم الجنة و ما أعددت فیها لأولیائي من النعیم المقیم لما دقتم طعاماً بشهوة، أین المشتاقون إلی لذیذ الطعام و الشراب؟ أین الذین جعلوا موضع الضحک بکاء خوفا مني؟ فطالما صلوا و الناس نیام یا داؤد، و عزتي و جلالي إني رضیت عنهم، ولو لا هم ما رضیت علی أهل الدنیا .

یعنی اے داؤد! مجھ سے دعوئ عشق و مستی کرنے والے بھی عجیب ہیں، (اگر وہ دعوئ محبت میں سچے ہوتے) تو ان کا دل میرے علاوہ کسی اور کے لیے نہ دھڑکتا۔

اے داؤد! بنی اسرائیل سے کہہ دو، اگر تم جنت اور جو کچھ اس میں دائمی نعمتیں میں نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے تو کبھی کوئی کھانا چاہت کے ساتھ نہ چکھتے۔ دل پسند کھانے پینے کے شوقین

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۴۔

حضرات کہاں ہیں؟ کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے میری خشیت میں ہنسنے کی بجائے رو روکر زندگی گزاری؟ کہاں ہیں وہ بندے جو نیم شی کی خلوتوں میں اُٹھ اُٹھ کر اپنی پیشانیوں کو لذتِ سجود سے آشنا کرتے رہے جب کہ دنیا پر موت کی مانند نیند کا سناٹا طاری تھا۔

اے داؤد! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ایسے خوش بختوں سے راضی وخوش ہوں۔ اوراگر ان کا وجود نہ ہوتا تو شاید اہل دنیا کبھی بھی میری رضا و خوشنودی حاصل نہ کرپاتے۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یـا داؤد قل لبني إسرائيل : من صلى في السحر ركعتين بقلب حاضر توجه الله بتاج كرامته يوم القيامة . (۲)

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ جس نے دمِ سحر حضورِ قلب کے ساتھ دو رکعت نماز اَدا کی، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ بروزِ قیامت اسے اپنے تاجِ کرامت سے سرفراز فرمائے گا۔

حضرت صالح مری کے طریق سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وحیوں میں ایک وحی یہ بھی تھی جس کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا :

الٰهي مـا جـزاء من بكى من خشيتک حتى تسيل دموعه على وجهه؟ قـال: جـزاؤه أن أحـرم وجهه على لفح النار و أؤمنه يوم الفزع .

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۲۰/۱۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۴/۱۔

یعنی مولا! اس شخص کی تیری بارگاہ میں جزا کیا ہے جو تیری خشیت وخوف میں روپڑا اوراس کے آنسواس کے چہرے سے بہنے لگے۔فرمایا: اس کی جزا یہ ہے کہ میں اس کے چہرے کو جہنم کی آگ پر حرام کردوں گا اور بروزِ قیامت اسے ہر قسم کے خوف ودہشت سے محفوظ رکھوں گا۔(۱)

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد هل تدري من اغفر له من عبيدي قال من هو يا رب قال الذي إذا ذكر ذنوبه ارتعدت منها فرائصه فذلک العبد الذي أمر ملائكتي أن يمحوا عنه ذنوبه .

و قال داؤد إلٰهي أين أجدک إذا ما طلبتک قال عند المنكسرة قلوبهم من مخافتي . (۲)

یعنی اے داوٗد! کیا تمہیں پتا ہے کہ میرے کس بندے پر میری رحمت ومغفرت مہربان ہوتی ہے؟ عرض کیا: کس پر میرے مولا؟، فرمایا: اس بندے پر کہ جب اسے اس کے گناہ یاد آئیں تو بالکل گھبرا جائے اور اس کے جسم پر کپکپی چھا جائے۔ تو جب بندے کی یہ حالت ہوتی ہے تو میں فرشتوں کو حکم دیتا ہوں کہ اس کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا دو۔

حضرت داوٗد نے عرض کی: مولا! میں تجھے کہاں تلاش کروں، اور تو کہاں ملتا ہے؟ فرمایا: ان بندوں کے پاس جن کے دل میرے خوف وخشیت سے ٹوٹ ٹوٹ چکے ہوتے ہیں۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۲/۴۸۱۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۴۴۔

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مادرِ مشفقہ رضی اللہ عنہا اُن سے فرماتیں :

یا بني ، لا تکثر النوم باللیل ، فإن کثرۃ النوم باللیل تدع الرجل فقیرا یوم القیامۃ ، یا بني من یرد اللّٰہ لا ینام اللیل لأن من نام اللیل ندم بالنھار .

یعنی پیارے بیٹے ! رات میں زیادہ نہ سویا کر؛ کیوں کہ راتوں میں زیادہ سونا قیامت کے دن آدمی کو فقیر و قلاش بنا کر لائے گا۔ عزیز دل بند! جو اللہ کا اِرادہ کرلیتا ہے اسے راتوں میں سونے سے سروکار نہیں ہوتا۔ یاد رکھنا کہ شب بھر سوئے رہنا دن میں ندامت وخجالت کا باعث ہوتا ہے۔

کسی نے اس کی ترجمانی شعر کی زبانی کیا خوب کی ہے :

یا أیھا الغافل جد في الرحیل ❁ و أنت في لھو و زاد قلیل
لو کنت تدري ما تلاقي غدا ❁ لذبت من فیض البکاء والعویل
فاخلص التوبۃ تحظی بھا ❁ فما بقي في العمر إلا القلیل
و لا تنم إن کنت ذا غبطۃ ❁ فإن قدامک نوم طویل

یعنی اے بے خبر انسان! ذرا اپنے کوچ کرنے کی کچھ تیاری بھی کرلے۔ تو کھیل کود میں پڑا زندگی کھپا رہا ہے حالاں کہ تمہارا توشۂ آخرت بہت ہی تھوڑا ہے۔

اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ کل تیرا کس سے واسطہ پڑنا ہے تو اپنی گریہ وبکا اور چیخ پکار سے تو زمین وآسمان ایک کردے۔

لہٰذا اَب خالص توبہ کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لے، فلاح سے ہمکنار

ہوجائے گا کیوں کہ (ذرا سوچ کہ) اَب تیری عمر بچی ہی کتنی ہے!۔
اگر تو صحیح معنوں میں صاحب رشک اور دانا وزیرک ہے تو سوسو کر زندگی نہ گنوا؛
ذرا دیکھ کہ تیرے سامنے ایک 'لمبی نیند' (موت) سراپا انتظار ہے۔(۱)

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پھوٹ پھوٹ کر خوب روئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بزم قدس سے اُتر کر پوچھنے لگے :

یا إبراهیم الخلیل، إن اللّٰہ یقرؤک السلام و یقول: هل رأیت خلیلاً یعذب خلیله؟ فقال إبراهیم علیه السلام: إذا تذکرت خطیئتي نسیت خلتي . (۲)

یعنی اے ابراہیم خلیل! اللہ نے آپ کو سلام پیش کیا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ کیا کبھی کوئی دوست بھی کسی دوست کو سزا دیتا ہے!۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا: (جبرئیل! بات یہ ہے کہ) جب مجھے اپنی لغزشیں یاد آتی ہیں تو خلت و رِفاقت کا سارا نشہ ہرن ہوجاتا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوفِ خدا سے ان کے سینے میں پیدا ہونے والے جوش کی آواز ایک میل کے فاصلے سے سنی جاتی تھی۔(۳)

---

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳/۱۔
(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۲۵/۱۔
(۳) احیاء علوم الدین مترجم: ۲۷۹/۴۔

حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام

حضرت سیدنا شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں روایتوں کے اندر آتا ہے کہ وہ خوف وخشیتِ الٰہی میں اتنا روتے کہ مسلسل رونے کی وجہ سے آپ کی اکثر بینائی رخصت ہوگئی تھی۔لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے پیغمبر! آخر آپ نے اتنی کثرت سے آہ وزاری کیوں کی کہ آپ کی بینائی ہی جاتی رہی؟۔

اِرشاد فرمایا: دو باتوں کے سبب۔ایک تو اس لیے کہ کہیں میری نظر ایسی چیز پر نہ جا پڑے جسے دیکھنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔دوسرے اس لیے کہ جو آنکھیں اپنے رب کا جلوہ دیکھنا چاہتی ہیں، میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی اور چیز کو بھی دیکھیں؛ لہٰذا اسی سبب میں نے خیال کیا کہ نابینا کی طرح ہوجاؤں اور جب قیامت میں میری آنکھ کھلے تو فوراً میری نظر اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کرے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کوئی ساٹھ برس تک حیات ظاہری سے متصف رہے لیکن کسی نے انھیں آنکھ کھولتے نہیں دیکھا۔(۱)

حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔آپ بچپن ہی سے اللہ کی بارگاہ میں کثرت سے معافی مانگتے اور گریہ وزاری کرتے رہتے تھے۔جب کبھی اللہ کا ذکر یا عذاب وحساب کی بات سنتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو برسات کی طرح بہنے لگتے اور اس قدر زار وقطار روتے کہ کھانا، پینا بھی کئی کئی دن تک چھوٹ جاتا۔

---

(۱) خوفِ خدا:۱۴۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کوئی آٹھ برس کے رہے ہوں گے جب وہ بیت المقدس گئے۔ وہاں انھوں نے ایسے عابدین دیکھے جنھوں نے بال اور اون کے کپڑے پہن رکھے تھے، ان میں سے جو اعلیٰ درجے کے عابد تھے انھوں نے اپنے گلے کی ہڈیاں چیر کر ان میں زنجیریں ڈال رکھی تھیں اور ان زنجیروں کے ذریعہ اپنے جسموں کو بیت المقدس کے ستونوں سے باندھ رکھا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام عبادت وریاضت اور مجاہدے کے یہ مناظر دیکھ کر خوف سے کانپ اُٹھے۔ جب وہ اپنے والدین کے پاس لوٹنے لگے تو راستے میں انھیں بہت سے بچے مختلف کھیلوں میں مشغول نظر آئے، ان بچوں نے انھیں بھی اپنے ساتھ کھیلنے کی دعوت دی؛ لیکن انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں کھیلنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہوں۔

اس کے بعد اپنے والدین کے پاس پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ وہ انھیں بالوں کا لباس بنا دیں۔ چنانچہ ماں باپ نے ان کی مرضی کے مطابق لباس تیار کرا دیا۔ یہ لباس پہن کر آپ بیت المقدس تشریف لے گئے جہاں دن کو اُس کی خدمت کرتے اور رات یادِ الٰہی میں بسر کر دیتے۔ عرصہ دراز تک یہی عمل جاری رہا۔

اس کے بعد آپ وہاں سے نکلے اور پہاڑوں اور گھاٹیوں میں رہنے لگے۔ ان کے والدین انھیں ڈھونڈنے نکلے، کافی جستجو کے بعد وہ بحیرۂ اُردن کے کنارے اس حال میں وہ ملے کہ اپنے دونوں پاؤں پانی میں ڈالے ہوئے تھے اور پیاس کی شدت سے پریشان تھے، لیکن پی نہیں رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قسم ہے تیری عزت وعظمت کی! میں اس وقت تک ٹھنڈا پانی نہیں پیوں گا جب تک مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ تیرے نزدیک میرا مقام کیا ہے۔

آپ کے والدین کے پاس جَو کی روٹی تھی۔ انھوں نے زور دیا کہ وہ روٹی کھائیں

اور پانی پئیں۔ انھوں نے اپنے والدین کی خواہش کا اِحترام کیا، ان کی دی ہوئی روٹی کھائی اور ٹھنڈا پانی پیا۔ بعد میں اپنی قسم کا کفارہ اَدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اِس وصف کو بھی سراہا ہے کہ وہ اپنے والدین کے کتنے مطیع وفرماں بردار تھے۔ فرمایا :

وَ بَرًّا بِوَالِدَیْهِ ٥ (سورۂ مریم:۱۴)

اور اپنے والدین کے اطاعت گزار تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد حضرت یحییٰ کے والدین انھیں بیت المقدس سے لے آئے، اور اب انھوں نے گھر پر عبادت شروع کردی۔ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ شجر وحجر بھی رونے لگتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھی ان کی گریہ وزاری سے اس قدر روتے کہ بے ہوش ہوجاتے۔

حضرت یحییٰ کے گریہ وبکا کا عالم یہ تھا کہ آنسوؤں کی حرارت سے آپ کے دونوں رخساروں کا گوشت جل گیا تھا اور منہ کے اندر کی ڈاڑھیں نظر آنے لگی تھیں۔

یہ حال دیکھ کر ان کی والدہ نے کہا کہ بیٹے! اگر تمہاری اِجازت ہو تو میں کوئی ایسی چیز بنادوں کہ جس سے تمہارا گوشت چھپ جائے اور داڑھیں نظر نہ آئیں۔ چنانچہ انھوں نے گدے کے دو ٹکڑے لے کر ان کے رخساروں پر چپکا دیے۔ اس کے بعد آپ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے اور آنسو بہاتے تو وہ دونوں ٹکڑے گیلے ہوجاتے اور ان کی والدہ وہ ٹکڑے نچوڑ کر پھر ان کے رخساروں پر چپکا دیتیں۔ ایسے موقع پر اپنے آنسو دیکھ کر آپ فرماتے: اے اللہ! یہ میرے آنسو ہیں، یہ میری والدہ ہیں، میں تیرا بندہ ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے۔(۱)

اِدھر آپ کے والد گرامی حضرت زکریا علیہ السلام نے آپ کی کثرتِ گریہ و بکا کو دیکھ کر یہ معمول بنالیا تھا کہ جب حضرت یحییٰ مجلس وعظ میں موجود ہوتے تو توبہ ومعافی،

---

(۱) احیاء علوم الدین:۲۸۳/۳۔

عذابِ آخرت اور حساب وکتاب کا ذکر نہیں چھیڑتے تھے اور صرف اللہ کی رحمت وبخشش، اس کے اِنعام واِکرام اور جنت وغیرہ ہی کی بات کرتے تھے۔

ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام چھپ کر ستون کے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کے مجلس میں موجود ہونے کا مطلق علم نہ ہوا؛ لہٰذا انھوں نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے آتش دوزخ، اس کا عذاب اور حساب وکتاب کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام اس قدر زار وقطار روئے کہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔

باپ کو پتا چلا تو اُٹھا کر گھر لے گئے لیکن حضرت یحییٰ بے تحاشا روتے رہے بالآخر گھر سے باہر نکل گئے اور پہاڑوں میں جا پہنچے اور ایک پتھر کے اوپر سجدے میں گر گئے، تین دن اور تین راتیں مسلسل خدا کے حضور معافی مانگتے رہے اور گریہ وبکا کرتے رہے۔

اس دوران آپ کے والدین ماجدین آپ کو تلاش کرتے کرتے ان پہاڑوں تک پہنچے۔ وہاں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا: کیا تو نے ایک چھوٹی سی عمر کا کوئی بچہ اِدھر کہیں دیکھا ہے؟۔

وہ کہنے لگا: میں نے اس عمر کا کوئی بچہ تو نہیں دیکھا۔ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ آج تیسرا دن ہے اور اس غار سے کسی بچے کی دہاڑیں مار مار کر رونے کی آواز آتی ہے، جس کی وجہ سے میری بکریاں اس غار کے دہانے پر کھڑی ہوکر اس کا رونا سنتی رہتی ہیں۔ اس کے رونے میں اِتنا درد ہے کہ میری بکریوں نے بھی چرنا چھوڑ دیا ہے جس پر مجھے خود پریشانی لاحق ہے۔ خدا جانے وہ کون ہے؟۔

چرواہے کی یہ بات سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والدین سمجھ گئے کہ اس حالت میں رونے والا بچہ یحییٰ ہی ہوسکتا ہے۔

وہ فوراً غار کے اندر گئے۔ قدموں کی چاپ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سجدے

سے سر اُٹھالیا۔آنکھیں بدستور بند تھیں۔موت کا دھیان اتنا غالب تھا کہ آپ سمجھے شاید ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آگئے ہیں۔آپ اسی حالت میں فرمانے لگے:اگر تو ملک الموت ہے تو مجھے تھوڑی سی مہلت دے تا کہ میں اپنے والدین سے معافی مانگ آؤں۔

تب آپ کی والدہ نے فرمایا: بیٹا! میں کوئی اور نہیں تمہاری ماں ہی ہوں۔ماں کی ممتا سے بچے کو اس حال میں دیکھ کر رہا نہ گیا اور فرمانے لگیں: بیٹا! تم اِتنا کیوں روتے ہو؟ حالاں کہ تم ابھی معصوم بچے ہو، اِس عمر میں اللہ تعالیٰ کے خوف میں اس طرح رونے کی کیا وجہ ہے؟۔

اس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے: امی جان! اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے اور مجھے مستحق عذاب قرار دیتے ہوئے آتش جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ صادر فرما دے تو کیا آپ اس دن مجھے اس عذابِ الٰہی سے بچا لیں گی؟۔

والدہ نے فرمایا:نہیں بیٹے۔میں تو نہیں بچا سکوں گی۔

اس پر آپ نے فرمایا:امی جان! اگر اس دن اللہ کے عذاب سے بچانے کی استطاعت نہیں ہے تو آج مجھے اللہ کے خوف میں رونے سے کیوں روکتی ہیں؟۔

جب ماں نے یہ الفاظ سنے تو اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا اور پیار کر کے گھر لے گئیں اور کھانا کھلا کر سلا دیا۔حضرت یحییٰ کی ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ نیند کی حالت میں غیب سے آواز آئی :

یا یحیٰ هل وجدت داراً خیرا من داري ، أو جواراً خیرا من جواري ، و عزتي و جلالي لو اطلعت على الفردوس إطلاعة لذاب جسمک و ذهبت نفسک ، و لو اطلعت على وجهي إطلاعة لتبکین الصدید بدل الدموع ، و لتلبس الحدید

بـــدل المسوح . (۱)

یعنی اے یحییٰ! کیا تجھے میری بارگاہ سے بہتر کوئی در مل گیا ہے، یا میرے پڑوس سے عمدہ کوئی پڑوس مل گیا ہے۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تجھے فردوس کی معمولی سی جھلک بھی میسر آجائے تو تمہارا بدن پگھل جائے اور تمہاری سانسیں اُکھڑ جائیں۔ یوں ہی اگر تجھے میرے وجہ کریم پر ادنیٰ سی اِطلاع بھی نصیب ہوجائے تو تم اشکوں کی بجائے پیپ روؤ گے اور کپڑوں کی جگہ لوہا پہنو گے۔

اتنا سننا تھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام فوراً نیند سے بیدار ہو گئے اور پھر جنگلوں کی طرف بھاگ نکلے۔

حضرت ابن منبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنا بیٹا (یحییٰ) کھو بیٹھے، تین دن بعد وہ انھیں کسی قبر پر بیٹھا روتا ملا۔ پوچھا :

یـا بـنـي، مـايبكيک؟ فقال له: إنک أخبرتني أن جبريل عليه السـلام أخبـرک أن بيـن الجنة و النار مغارة لا يطفيء حرها إلا الدموع ، فقال: ابک يا بني . (۲)

یعنی عزیز بیٹے! کیوں گریہ وبکا کررہے ہو؟ کہا: ابا جان! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو بتا گئے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک ایسا گڑھا ہے کہ جس کی حرارت وتپش کو محض آنسوؤں کی برکھا ہی بجھا سکتی ہے۔ فرمایا: (اگر اس وجہ سے رو رہے ہو پھر تو جی بھر کے) رو لو بیٹے!۔

یہ واقعہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بچپن کا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۴۲۱ حدیث: ۴۰۰......الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۴۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۳۲۔

والوں کی زندگیاں کس طرح معافی مانگنے، اللہ کے حضور رونے گڑگڑانے اور خوف وخشیت اِلٰہی میں بسر ہوئیں۔

بعض انبیاے کرام کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے اس قدر گریہ وزاری کی کہ انجام کار نابینا ہوگئے۔ اور اتنے روزے رکھے کہ (لاغری کے باعث) خمیدہ کمر ہوگئے، اور اتنے طویل قیام کیے کہ (تھکاوٹ کے اِحساس سے) بیٹھ بیٹھ گئے۔ (پھر بھی حسرتِ بندگی نہ گئی) اور کہہ اُٹھے :

و عزتک و جلالک لو کان بیني وبینک بحر من نار لولجته شوقا إلیک . (۱)

یعنی مولا ہمیں تیری عزت وجلال کی قسم! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان آگ کا سمندر بھی حائل ہوجائے تب بھی ہم اسے تیری شوقِ ملاقات میں پار کرہی کے دم لیں گے۔

حضور سید الاولین والآخرین ﷺ

حضراتِ انس بن مالک اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

واللّٰہ لو تعلمون ما أعلم لضحِکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا . (۲)

یعنی قسم بخدا! اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہوجاتا جو میں جانتا ہوں تو ضرور کم ہنستے اور زیادہ رویا کرتے۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۲۰/۱۔

(۲) صحیح بخاری: ۱۵۹/۴ حدیث: ۹۸۶ ...... صحیح مسلم: ۴۴۲/۴ حدیث: ۱۴۹۹ ...... سنن ترمذی: ۲۸۸/۸ حدیث: ۲۲۳۴ ...... سنن نسائی: ۳۳۶/۵ حدیث: ۱۴۵۷ ...... سنن ابن ماجہ: ۲۳۰/۱۲ حدیث: ۴۱۸۰۔

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت مقداد بن اَسود کے سوا ہم میں کوئی گھوڑ سوار نہ تھا۔ جب میں نے اِسلامی لشکر پر نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر کوئی گہری نیند سو رہا ہے بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز اَدا فرما رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں، حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور ابھی آپ پر وہ کیفیتِ گریہ طاری تھی۔(۱)

حضرت اغر بن یسار مزنی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اللہ کے حضور کثرت سے توبہ کیا کرو اس سے معافی مانگا کرو، میں خود روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔(۲)

حضرت ابو صالح روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنی کثرت سے عبادت فرماتے کہ آپ کے قدمین شریفین متورم ہو جاتے۔

صحابہ نے عرض کی: آقا! آپ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (کی اُمت) کے لیے بخشش و مغفرت کا وعدہ فرما رکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ کا بندۂ شکر گزار نہ بنوں!۔(۳)

(۱) صحیح ابن حبان: ۹/۴۹۳ حدیث: ۲۲۹۸...... صحیح ابن خزیمہ: ۳/۴۵۶ حدیث: ۸۶۲...... مسند ابو یعلی موصلی: ۱/۲۶۸ حدیث: ۲۶۴...... دلائل النبوۃ بیہقی: ۳/۳۰ حدیث: ۸۹۶...... تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۲...... تفسیر قرطبی: ۷/۳۲۶......

(۲) صحیح مسلم: ۱۳/ ۲۱۷ حدیث: ۴۸۷۱...... سنن کبریٰ نسائی: ۶/۱۱۴ حدیث: ۱۰۲۶۵...... کنز العمال: ۴/۲۰۶ حدیث: ۱۰۱۷۱...... مسند جامع: ۱/۳۳۱ حدیث: ۱۹۹۔

(۳) صحیح بخاری: ۴/۲۹۲ حدیث: ۱۰۶۲...... صحیح مسلم: ۱۳/۴۴۰ حدیث: ۵۰۴۴...... سنن ترمذی: ۲/ ۱۸۷ حدیث: ۳۷۷...... سنن ترمذی: ۶/۱۲۵ حدیث: ۱۶۲۶...... سنن ابن ماجہ: ۴/۳۴۱ حدیث: ۱۴۰۹...... مسند احمد بن حنبل: ۳۷/۱۸۸ حدیث: ۱۷۵۳۲...... الشمائل المحمدیہ: ۱/۲۹۵ حدیث: ۲۵۶...... کنز العمال: ۷/ ۱۸۰ حدیث: ۱۸۵۸۱۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مال وعزت کی چاہت دلوں میں اس طرح نفاق اُگاتی ہے جیسے پانی سبزے کو اُگاتا ہے۔ نیز فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلے میں اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنی تباہی جان ومال کی محبت ایک مسلمان کے دل میں مچادیتی ہے۔(۱)

ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مردہ بکری کے قریب سے گزرے اور فرمایا: دیکھو یہ مردار کس درجہ ذلیل وخوار پڑا ہوا ہے کہ کوئی بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔فرمایا:اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے!حق تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہے۔اگر دنیا کا درجہ حق تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پَر جیسا بھی ہوتا تو کسی کافر کو چلو بھر پانی بھی نہیں ملتا۔فرمایا: دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے، دنیا برباد شدہ لوگوں کا گھر اور مفلسوں کا مال ہے۔(۲)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دلوں کو دنیا اور مال ودولت کی محبت سے پاک رکھیں۔ کشتی جب تک پانی میں رہے خیر ہے؛ لیکن جب پانی کشتی میں آنا شروع ہوجائے تو پھر خیر نہیں؛ یوں ہی ہم دنیا میں تو رہیں مگر دنیا کو اپنے اندر نہ رہنے دیں۔ دنیوی مال واَسباب کمائیں، انھیں اِستعمال بھی کریں، مگر ان کی چاہت اور رغبت کو دل ودماغ میں ہرگز جگہ نہ دیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ سے باتیں کرتیں، مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ کی یہ حالت ہوجاتی کہ گویا نہ آپ ہم کو پہچانتے اور نہ ہم آپ کو پہچانتی ہیں۔

(۱) سنن کبریٰ بیہقی: ۲۲۳/۱۰......مصنف عبد الرزاق: ۴/۱۱ حدیث: ۱۹۷۳۷......الابانۃ الکبریٰ ابن بطہ: ۴۶۹/۲ حدیث: ۹۴۷......شعب الایمان: ۹۷/۱۱ حدیث: ۴۸۸۹......معرفۃ السنن والآثار بیہقی: ۲۲/۱۶ حدیث: ۶۱۴۶۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸/۸ حدیث: ۸۸۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اَذان سنتے اسی وقت سے آپ کی یہ حالت ہو جاتی کہ گویا آپ کسی کو بھی نہیں پہچانتے۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربِ الٰہی کے بعض لمحات ایسے بھی گزرتے تھے کہ آپ بجز ذاتِ حق کے کسی کو نہ پہچانتے تھے؛ چنانچہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ اس وقت خاص معیت اور قربِ الٰہی کی تجلیات میں محو تھے، غلبۂ حضوری کا یہ عالم تھا کہ آپ حضرت عائشہ کو بھی پہچان نہ سکے اور دریافت فرمایا :

من أنت؟ تو کون ہے؟۔

عرض کیا: أنا عائشة. میں عائشہ ہوں۔

پوچھا: من عائشة؟ عائشہ کون؟۔

عرض کیا: بنت ابی بکر. ابوبکر صدیق کی بیٹی۔

پھر بھی آپ کو اس حالت میں اِفاقہ نہ ہوا اور دریافت فرمایا :

من ابو بکر؟ ابوبکر کون ہیں؟۔

عرض کیا: ابن ابی قحافة، ابوقحافہ کے بیٹے۔

پھر آپ نے پوچھا: من ابو قحافة؟ ابوقحافہ کون؟۔

تب حضرت عائشہ پر خوف ودہشت کا غلبہ ہوا اور چپکے سے واپس ہو گئیں۔ پھر جب آپ کو اس حالت سے اِفاقہ ہوا تو حضرت عائشہ نے سب ماجرا کہہ سنایا، آپ نے اِرشاد فرمایا :

لي مع اللّٰه وقت لا يسعني فيه ملک مقرب و لا نبي مرسل .(۱)

(۱) المقاصد الحسنۃ سخاوی: ۱/۱۹۰...... کشف الخفاء عجلونی: ۲/۱۷۳ حدیث: ۲۱۵۹۔

یعنی (اے عائشہ) مجھ پر اللہ کے قرب و معیت میں کبھی کبھی ایسا خاص وقت آتا ہے کہ اس میں نہ تو مجھ تک کسی نبی مرسل کی رسائی ہوسکتی ہے اور نہ کسی مقرب فرشتے کی۔

ایک مرتبہ جب حضرت حارث بن مالک انصاری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ان سے حضور نے دریافت فرمایا :

كيف أصبحت يا حارث؟.

یعنی اے حارث! تم نے صبح کیسے کی؟۔

عرض کیا: میں نے اللہ کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہوئے صبح کی۔

آپ نے فرمایا :

انظر ما تقول فإن لكل شيء حقيقة فما حقيقةُ إيمانك؟.

یعنی غور کرو اے حارث! تم کیا کہہ رہے ہو کیوں کہ ہر شے کے لیے ایک حقیقت ہوتی ہے تو تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟۔

انھوں نے عرض کی: میں نے دنیا سے اپنی جان نکال کر رب کو پہچانا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ پتھر، سونا چاندی اور مٹی میرے نزدیک سب برابر ہیں۔ میں نے دنیا سے بیزار ہوکر عقبیٰ سے لو لگا رکھی ہے۔ اب رات کو بیدار رہتا ہوں، اور دن کو پیاسا؛ یہاں تک کہ اب میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ گویا میں اپنے رب کے عرش کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں، اور یہ کہ جنتیوں کو باہم ملاقات کرتے جنت میں دیکھ رہا ہوں اور یہ کہ جہنمی لوگوں کو آگ میں ایک دوسرے سے لڑتے اور ایک روایت میں ہے شرم سار ہوتے دیکھ رہا ہوں۔

اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یا حارث عَرَفتَ فالزم ثلاثا . (۱)

یعنی اے حارث! تو نے خود کو پہچان لیا (یا تو عارِف ہوگیا) اَب بس اسی پر قائم رہنا۔اور یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

کاش! ہمارا بھی یہی حال ہو جائے اور ہم ایمان کی حقیقت کو جان لیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ملک الموت آپ کی روحِ مبارک قبض کرنے آئے، تو چشمانِ نبوت بھیگ گئیں۔اس پر ملک الموت نے عرض کیا :

أ تبكي و أنت راجع إلى ربك، فقال: أبكي على ليالي الشتاء و أيام الصيف الأخيار يقومون و يصومون، و يتلذذون بوصاله و مناجاته و أنا في القبر ميت .فأوحى الله تعالىٰ إليه: أنت عندي بهٰذه المنزلة . و خيره بين الحياة و الممات فاختار الرفيق الأعلىٰ . صلى الله عليه وسلم . (۲)

یعنی حیرت ہے کہ آپ رو رہے ہیں حالاں کہ آپ کو آپ کے رب کے پاس لے جایا جارہا ہے۔فرمایا: میری آنکھیں موسم سرما کی راتوں اور موسم گرما کے دنوں کا سوچ کر بھیگ رہی ہیں کہ برگزیدگانِ بارگاہ تو اُٹھ کر اِن میں اپنی بے

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷/۷......معجم کبیر طبرانی: ۴۳۰/۳ حدیث: ۳۲۸۹......شعب الایمان: ۱۶/۲۲ حدیث: ۱۰۱۹۵......معرفۃ الصحابۃ ابونعیم اصبہانی: ۱۵۳/۶ حدیث: ۱۹۱۶......اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۱۵۸/۷ حدیث: ۷۳۲۳......الایمان لابن ابی شیبہ: ۱۱۳/۱ حدیث: ۱۱۰......المطالب العالیہ ابن حجر عسقلانی: ۳۱۲/۸ حدیث: ۲۹۵۵......تعظیم قدر الصلوٰۃ محمد بن نصر مروزی: ۴۱۱/۱ حدیث: ۳۲۰......مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۲۸/۱......کنز العمال: ۳۵۲/۱۳ حدیث: ۳۶۹۸۹......مسند جامع: ۵۵/۱۱ حدیث: ۳۲۲۹......روضۃ المحدثین: ۳۷۷/۸ حدیث: ۳۷۲۷۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۲۶/۱۔

تاب جبینوں کی حسرتیں مٹائیں گے، اور روزے رکھیں گے، ساتھ ہی وصال ومناجات کی لذتوں سے شادکام ہوں گے، مگر میں عالم برزخ میں ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے تسکین قلب مصطفیٰ کی خاطر وحی بھیجی کہ (پیارے حبیب! آپ ایک ذرا) فکر نہ فرمائیں، ان ساری لذتوں کو خوب جانتا ہوں۔ پھر آپ کو موت و حیات میں سے ایک کوچن لینے کا اِختیار دیا گیا تو آپ نے رفیق اعلیٰ کی ملاقات کو ترجیح دی۔ اللہ آپ پر رحمت ونور کے مینہ برسائے۔

انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کیفیت کا یہی رنگ صحابہ کرام کی زندگیوں پر غالب تھا۔ چنانچہ ہم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے صحابہ کرام میں جسے بھی دیکھیں وہ خوفِ الٰہی کا پیکر نظر آتا ہے۔ بعضوں کا حال تو یہ تھا کہ وہ خوفِ الٰہی میں اِتنا روتے اور آہ وزاری کرتے کہ ان کے مقدس رخساروں پر آنسوؤں کے ہر وقت بہتے رہنے سے سیاہ نشان پڑ گئے تھے اور خشیت مولا میں وہ کئی کئی دن بے ہوش پڑے رہتے حتیٰ کہ لوگ ان کی عیادت کے لیے جایا کرتے۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ اُوسی رضی اللہ عنہ

حضرت حنظلہ بن ابوعامر اوسی انصاری رضی اللہ عنہ (م ۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ہمیں کچھ نصیحتیں فرمائیں، جنھیں سن کر ہمارے دل بھر آئے، آنکھوں سے اشکوں کے سیلاب اُمڈ آئے اور ہم نے اپنے نفسوں کو پہچان لیا۔ اس کے بعد میں اپنے گھر چلا آیا اور گھر والوں سے ملا، ہمارے درمیان دنیاداری کی باتیں ہوئیں، پھر حال یہ ہو گیا کہ جو کچھ سرکار اقدس علیہ السلام سے میں نے سنا تھا وہ ذہن سے نکل گیا، وہ کیفیت جاتی رہی اور رقت وخوف کا کچھ بھی اَثر دل میں نہ رہا جو بارگاہِ رسالت مآب کی حاضری کے وقت تھا۔

چنانچہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حنظلہ منافق ہوگیا، اور یہ خیال لے کر گھر سے نکلا اور گلی کوچوں میں پکار پکار کر کہنے لگا: لوگو! حنظلہ منافق ہوگیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق سامنے سے تشریف لائے، انھوں نے فرمایا: حنظلہ ہرگز منافق نہیں ہوا۔ میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ سے یہی بات عرض کی، آپ نے فرمایا: حنظلہ منافق نہیں ہوا۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے، آپ نے ہمیں نصیحت فرمائی جس سے ہمارے دل نرم ہوگئے، آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور ہم نے اپنے نفسوں کو پہچان لیا۔ پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا اور ہم نے دنیاوی اُمور میں گفتگو کی تو جو کچھ میں نے آپ سے سنا تھا وہ بھول گیا اور وہ ساری کیفیت جاتی رہی۔ آپ نے فرمایا:

یا حنظلة ساعة ساعة، ولو كانت تكون قلوبكم كما تكون عند الذكر لصافحتكم الملائكة حتىٰ تسلم عليكم في الطرق. (۱)

یعنی اے حنظلہ! اگر تم ہمیشہ اُسی حالت اور کیفیت پر رہتے تو فرشتے قطار اندر قطار گلی کوچوں میں اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرنے چلے آتے؛ لیکن اے حنظلہ! یہ کیفیت بس تھوڑی دیر ہوا کرتی ہے، پھر تم اسی سابقہ حالت پر آجایا کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (م ۸ھ) ایک مرتبہ اپنی اہلیہ کی آغوش میں سر رکھ کر زار و قطار رونے لگے، یہ دیکھ کر ان کی جاں نثار بیوی بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے

(۱) صحیح مسلم: ۲۱۰۶/۴ حدیث: ۲۷۵۰...... سنن ترمذی: ۶۶۶/۴ حدیث: ۲۵۱۴...... مسند احمد: ۳۴۶/۴ حدیث: ۱۹۰۶۷...... مشکوۃ المصابیح: ۱۱/۲ حدیث: ۲۲۶۸...... شعب الایمان: ۲۳/۲ حدیث: ۱۰۵۹۔

لگی۔آپ نے پوچھا: تجھے کس چیز نے رُلایا؟۔عرض کیا: میں نے دیکھا کہ آپ رورہے ہیں تو آپ کے رونے نے مجھے بھی رلا دیا۔آپ نے فرمایا: میں تو اس لیے گریہ وبکا کررہا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد آ گیا ہے :

وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا o (سورۂ مریم:۷۱/۱۹)

''اور تم میں سے کوئی شخص نہیں ہے مگر اس کا اس (دوزخ) پر سے گزر ہونے والا ہے''۔

اور مجھے پتا نہیں کہ اس سے گزرنے کے بعد مجھے اس سے نجات مل سکے گی یا نہیں۔(۱)

حضرت بکر مزنی سے دوسری روایت یوں ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ اپنے گھر جا کر زار وقطار رونے لگے۔آپ کی اہلیہ آئی وہ بھی رونے لگی۔آپ کا خادم آیا اس نے دونوں کو روتا دیکھا خود بھی رونے لگا حتیٰ کہ سارے اہل خانہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔جب آنسوؤں کا طوفان ذرا تھما تو آپ نے پوچھا: تم لوگوں کو کس چیز نے رونے پر مجبور کیا؟۔بولے: اس کی وجہ تو نہیں معلوم، ہاں یہ کہ آپ کو روتا ہوا پاکر ہم بھی رونے لگے۔

آپ نے فرمایا: میں اس وجہ سے رو رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جس میں میرے رب نے بتایا ہے کہ مجھے جہنم پر پیش ہونا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس میں کتنا رہ کر پھر کب اس سے چھٹکارا ملنا ہے۔(۲)

(۱) مستدرک حاکم: ۱۶۱/۲۰ حدیث: ۸۹۰۰...... تفسیر طبری:- ۲۳۲/۱۸...... تفسیر ابن کثیر: ۲۵۲/۵...... تفسیر القرآن عبد الرزاق صنعانی: ۲۵۰/۴ حدیث: ۱۷۲۶...... حلیۃ الاولیاء: ۶۱/۱۔

(۲) التخویف من النار: ۱۷۷/۱۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق (م ۱۳ھ) کے خوف وخشیت کا عالم یہ تھا کہ ایک دن آپ ایک باغ میں گئے جہاں ایک درخت تھا، اس کے سائے میں ایک چڑیا دیکھ کر آپ نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور فرمایا: اے چڑیا تو بڑی خوش نصیب ہے، درختوں کے پھل کھاتی ہے، درختوں کے سائے میں رہتی ہے اور حساب وکتاب سے بے نیاز ہے۔(۱)

آپ کے خوف ورجا کی کیفیت کے تعلق سے مطرب بن عبداللہ کا یہ قول بڑا مشہور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: اگر پکارنے والا یہ پکارے کہ جنت میں صرف ایک ہی شخص داخل ہوگا تو مجھے اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا، اور اگر کوئی یہ صدا بلند کرے کہ دوزخ میں ایک ہی شخص جائے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ میں ہی نہ ہوں!۔(۲)

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: لوگو! خوب رویا کرو کیوں کہ جو کرم رونے سے ہوتا ہے وہ کسی اور عمل سے نہیں ہوتا۔ اور اگر تمہیں رونا نہ آئے تو اپنے اوپر رونے والا حال طاری کرلیا کرو اور رونے جیسی صورت بنا لیا کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو اس صورت پر بھی رحم آجاتا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ مکہ معظّمہ کی بات ہے جس وقت میں چھوٹی تھی، ابھی سن شعور کو نہیں پہنچی تھی، میں نے عالم طفولیت ہی سے اپنے گھر کے ماحول کو دینی واِسلامی پایا۔ کوئی ایک دن ایسا نہ ہوتا جس دن بلا ناغہ صبح وشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں۔

پھر میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کے صحن میں جہاں آقا علیہ

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۴۳۔ (۲) بعض روایتوں میں یہ واقعہ حضرت عمر فاروق کی طرف منسوب ہے۔ واللہ اعلم.

السلام تشریف رکھا کرتے تھے وہاں مسجد بنادی، جس میں وہ نماز اَدا کیا کرتے تھے۔ جس وقت وہ قرآن کی تلاوت فرماتے تو اس میں اِتنا درد و سوز ہوتا اور آپ کے گریہ وبکا کا یہ عالم ہوتا کہ مشرکوں کی عورتیں جب اپنے بچوں کو لے کر ہمارے گھر کے پاس سے گزرتیں تو میرے والد کا درد انگیز لب ولہجہ سن کر کھڑی ہو جاتیں، اوران کی حالت گریہ وبکا کو دیکھ کر حیرت میں پڑ جاتی تھیں۔ نیز آگے فرماتی ہیں :

و کان أبوبکر رجلا بکاءً .

یعنی میرے والدابوبکر صدیق بہت ہی زیادہ گریہ وزاری کرنے والے انسان تھے۔ اتنا روتے کہ ہر دیکھنے والا ان کی حالت زار پر رحم کھانے لگتا۔

جب وہ قرآن کھولتے اور تلاوت شروع کرتے تو آنکھیں بے تحاشا بہنے لگتیں اور آپ کا اپنی آنکھوں پر بس نہیں چلتا تھا۔ ادھر خدا کا کلام شروع ہوتا اور اُدھر آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوجاتی۔ آپ کے گریہ وبکا کی کیفیت یہ تھی کہ اس کا درد وسوز قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو مضطرب کردیتا اور ان کو تڑپا کے رکھ دیتا تھا کہ آخر یہ کیا شے ہے جس کو پڑھ کر ابوبکر اتنا رو رہا ہے!۔(۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

من استطاع أن یبکي فلیبک و من لم یستطع فلیتباک .(۲)

یعنی جسے رونے پر قدرت ہو وہ روئے اور جو رو نہ سکے وہ (کم ازکم) رونے والوں کی سی صورت ہی بنالے۔

(۲) صحیح بخاری: ۲۸۴/۲ حدیث: ۴۵۶ ...... مصنف عبد الرزاق: ۳۸۶/۵ ......دلائل النبوۃ بیہقی: ۳۳۷/۲ حدیث: ۷۲۹ ...... شعب الایمان: ۶۵/۵ حدیث: ۱۹۹۵ ...... صحیح ابن حبان: ۲۷۹/۲۸ حدیث: ۶۹۹۴ ...... حلیۃ الاولیاء: ۱۵/۱۔

(۲) احیاء علوم الدین: ۲۶۳/۳۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (۱۸ھ) ایک روز زاروقطار گریہ وبکا کرنے لگے، ان سے ان کے بکاے شدید کا راز پوچھا گیا تو وہ فرمانے لگے :

لأن اللّٰه عزوجل قبض قبضتين ، فجعل واحدة في الجنة ، و الاخرىٰ في النار، فأنا لا أدري من أي الفريقين أكون . (۱)

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (دو گروہوں کو) اپنی دونوں مٹھیوں میں لیا جن میں سے ایک کو تو جنت میں ڈال دیا اور دوسرے کو جہنم میں پھینک دیا۔ تو اب میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں فریقوں میں سے میں کس میں ہوں گا، (بس اسی فکر نے قلب ونظر کا قرار چھین لیا ہے اور آنکھیں بے تحاشا بہی جارہی ہیں)۔

حضرت ثور بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل جب رات گئے تہجد کے لیے اُٹھتے تو اپنی دعاؤں میں یہ عرض کیا کرتے تھے :

اللّٰهمَّ قد نامت العيون و غارت النجوم و أنت حي قيوم، اللّٰهم طلبي للجنة بطيء، وهربي من النار ضعيف، اللهم اجعل لي عندک هدى ترده إلي يوم القيامة إنک لا تخلف الميعاد. (۲)

یعنی اے پروردگار! آنکھیں سوگئیں اور ستارے ڈھل گئے، اور تو ہمیشہ زندہ اور آپ قائم ہے۔ مولا! حصول جنت کی دوڑ میں میں کتنا پیچھے ہوں۔ اور جہنم کی آتش سوزاں سے دور بھاگنے میں میں کتنا ناتواں واقع ہوا ہوں۔ اے اللہ! مجھے اپنی خاص ہدایت سے سرفراز فرما جو عرصہ محشر میں بھی میرے کام آسکے۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۴۔ (۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۸۷۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (م ۱۹ھ) نے فرمایا: تم پر شریعت اور سنت لازم ہے پس اس دنیا میں جو بھی شخص سنت و شریعت پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے کبھی بھی عذاب نہیں دے گا۔(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (م ۲۴ھ) کسی آیت کی تلاوت فرماتے تو آپ کی ہچکی بندھ جاتی اور کئی دن آپ گھر میں پڑے رہتے، آپ کی عیادت کی جاتی اور لوگ آپ کو مریض گمان کرنے لگ جاتے۔(۲)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب قیام لیل کی کوئی آیت آتی تو غش کھا کر گر جاتے یہاں تک کہ کئی دن تک مریض کی طرح اُن کی عیادت کی جاتی۔

وہ اپنے ایام خلافت میں نہ رات کو سوتے اور نہ دن کو بلکہ انھیں کبھی بیٹھے بیٹھے غنودگی سی آجاتی تھی تو فرماتے: اگر میں رات کو سوتا ہوں تو اپنے آپ کو کھوتا ہوں اور اگر دن کو سوتا ہوں تو رعیت کو کھوتا ہوں اور مجھ سے ان کے بارے میں باز پرس ہوگی۔(۳)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۴/۷ حدیث: ۳۵۵۲۶...... مسند احمد بن حنبل: ۱۹۷...... الزہد ابن مبارک: ۴۵۴...... المعرفۃ والتاریخ: ۳۷۲/۳۔

(۲) الزہد احمد بن حنبل: ۱۷۶۔

(۳) صفۃ الصفوۃ: ۲۶۵/۱۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نیم شبی کی خلوتوں میں اُٹھ کر اپنے مولا کو یاد کرنا بہت پسند تھا۔(۱)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق اعظم کے بارے میں مروی ہے کہ معمول کے مطابق ایک دن آپ عوام کی خدمت کے لیے رات کو گشت کے لیے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اُون کاتتے ہوئے ہجر وفراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے ۔

علی محمَّد صلاة الأبرار　　صلی علیه الطیبون الأخیار

قدکنتَ قواما بکاء بالأسحار　　یا لیت شعري والمنایا أطوار

هل تجمعني و حبیبي الدار

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسبابِ موت متعدد ہیں۔ کاش! مجھے یقین ہوجائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا علیہ السلام کا قرب نصیب ہوسکے گا۔

یہ اشعار سن کر حضرت فاروق اعظم کو بے اختیار اپنے پیارے آقا رحمت سراپا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد آگئی اور وہ زار وقطار رو پڑے۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ ان سے رہا نہ گیا اور انھوں نے دروازے پر دستک دے دی۔

خاتون نے پوچھا: کون؟۔

آپ نے فرمایا: عمر بن خطاب۔

خاتون نے کہا: رات کی اِن خاموش گھڑیوں میں عمر کو یہاں کیا کام؟۔

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۴۹۔

آپ نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ تو دروازہ کھول، تجھے کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ آپ اندر داخل ہوگئے اور کہا کہ جو اَشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انھیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مبارک و مسعود اِجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلے اور یہ کہہ کہ ہم دونوں کو آخرت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نصیب ہو۔ اور اے معاف کرنے والے! عمر کو بھی معاف کردے۔

سیدنا عمر فاروق اس کے بعد چند روز تک صاحب فراش رہے اور صحابہ کرام آپ کی عیادت کے لیے آتے رہے۔(۱) سچ ہے ع:

دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات میں گشت لگا رہے تھے۔ ایک دروازہ کے سوراخ سے جھانکا تو ایک بوڑھے کو دیکھا، جس کے سامنے شراب تھی اور گانے والی لڑکیاں رقصاں تھیں۔ پس یہ دونوں حضرات دیوار پھلانگ کر بڈھے کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ تم جیسے بوڑھے کا اِس حال میں ہونا کیا ہی برا ہے؟۔

یہ سن کر وہ بوڑھا کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ کو میں قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے متعلق کوئی فیصلہ نہ فرمائیں یہاں تک کہ میں کلام کرلوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہو کیا کہتے ہو؟۔

بوڑھے نے عرض کیا کہ اگر میں نے ایک امر میں اللہ تعالی کی نافرمانی کی ہے تو آپ نے تین باتوں میں اس کی معصیت کی۔

(۱) شفا قاضی عیاض:۲/۲۱......الزہد ابن مبارک:۱/۳۶۳......شرح الشفا ملا علی قاری:۲/۴۰......نسیم الریاض خفاجی:۳/۳۵۵۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعجب سے فرمایا: وہ کیا؟۔

اس نے کہا: پہلی بات یہ کہ آپ نے تجسس کیا جب کہ اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ہے۔ارشاد ہوتا ہے :

وَ لاَ تَجَسَّسُوا o (سورۂ حجرات:۱۲/۴۹)

اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو۔

اور دوسری معصیت یہ کہ آپ گھر کے پیچھے سے کود کر گھر میں آئے؛ حالاں کہ اللہ تعالی نے اِرشاد فرمایا ہے :

وَ اْتُوا الْبُیُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا o (سورۂ بقرہ:۱۸۹/۲)

اور تم گھروں میں اُن کے دروازوں سے آیا کرو۔

نیز اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا ہے :

لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا o (سورۂ بقرہ:۱۸۹/۲)

یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ۔

اور تیسری غلطی یہ کہ بغیر اجازت کے آپ گھر میں تشریف لائے؛ حالاں کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے :

لاَ تَدْخُلُوا بُیُوتاً غَیْرَ بُیُوتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوا وَ تُسَلِّمُوا عَلٰی اَهْلِهَا o (سورۂ نور:۲۷/۲۴)

اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو؛ یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا!؛ تو اب کیا تم مجھ کو معاف کر دو گے؟۔

اس بوڑھے نے کہا: اللہ تعالی آپ کو معاف فرمائے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کی آنکھوں سے اَشک رواں تھے، اور ساتھ ہی فرماتے جا رہے تھے: ہلاکت ہے عمر کے لیے، اگر اللہ تعالی نے مغفرت نہ فرمائی!۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کیا اس نے وہ کچھ کیا جو اللہ چاہتا تھا۔ اور اگر قیامت نہ ہوتی تو تم وہ کچھ دیکھتے جو تمہارے گمان سے بالکل مختلف ہوتا۔ اس کے بعد آپ نے ایک کچی اینٹ اُٹھا کر فرمایا: کاش! میں یہی اینٹ ہوتا۔ کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا۔(۱)

آپ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک روز آپ سورۂ "اذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" پڑھ رہے تھے اور جب آیت کریمہ "وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ" (اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے) پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور بہت دیر تک زمین پر تڑپتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے چہرے پر کثرتِ گریہ وبکا کی وجہ سے دو سیاہ خط پڑ گئے تھے۔(۲)

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو نماز میں گردن کو ضرورت سے زیادہ جھکائے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

يا صاحب الرقبة! ارفع رقبتك ليس الخشوع في الرقاب إنما الخشوع في القلوب . (۳)

---

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۴۹۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ابونعیم: ۱/۵۱...... فضائل الصحابہ احمد بن حنبل: ۱/۲۵۳ حدیث: ۳۱۸...... الزہد احمد بن حنبل: ۱۷۸...... صفۃ الصفوۃ ابن جوزی: ۱/۲۸۶۔ (۳) مدارج السالکین ابن قیم جوزیہ: ۱/۳۸۹۔

یعنی اے گردن والے! اپنی گردن اُٹھاو، (ضرورت سے زیادہ اسے نہ جھکاو کیوں کہ) خشوع وخضوع گردنوں میں نہیں بلکہ دلوں میں ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جانکنی کے عالم میں اَشک ریز دیکھ کر لوگوں نے پوچھا :

ما یبکیک؟ فقال: أخاف أن أکوُن قد أتیت بذنب أحسبه هیناً و هوَ عند اللّٰہ عظیم .(۱)

یعنی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر کیوں ہیں؟ فرمایا: مجھے صرف یہ خوف کھائے جارہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی گناہ میں نے چھوٹا سمجھ کر کرلیا ہو اور وہ (درحقیقت) اللہ کے نزدیک بڑا ہو۔

حضرت عبداللہ بن شداد روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق کی اِقتدا میں نمازِ فجر اَدا کررہا تھا اور میں بالکل آخری صف میں تھا، وہ سورۂ یوسف کی تلاوت کررہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے جب اِس مقام پر پہنچے :

اِنَّمَا اَشۡکُو بَثِّی وَحُزۡنِی اِلَی اللّٰهِ o

اے اللہ! میں اپنے دکھ اور اپنے غم کو تیری ہی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو آپ کی چیخ نکل گئی اور اتنے زور سے روئے کہ اخیر صف میں ہونے کے باوصف میں نے اُن کی چیخ کی آواز سن لی۔

یوں ہی حضرت علقمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازِ عشا پڑھی اور میں بالکل آخری صف میں تھا، اس رات پھر آپ نے سورۂ یوسف کی تلاوت کی۔ فرماتے ہیں کہ جب آپ ایک

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳۰/۱۔

خاص مقام پر پہنچے تو مسجد کے کھچا کھچ بھری ہونے اور میرے آخری صف میں ہونے کے باوجود میں نے ان کے گریہ وبکا کی آواز اپنے ان کانوں سے سنی۔ الفاظ یہ ہیں :

سمعت نشيجه في مؤخر الصف . (۱)

روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فتوحات کے دروازے کھلے تو اُن کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جب دنیا والوں کے وفد آپ کے پاس آیا کریں تو آپ نرم کپڑے پہن لیا کریں، اور کھانے کے لیے کچھ خاص بنوالیا کریں اور حاضرین کو بھی کھلایا کریں۔

یہ سن کر حضرت عمر نے اُن سے فرمایا: اے حفصہ! کیا تم یہ بات جانتی ہو کہ بیوی اپنے شوہر کے حال سے زیادہ واقف ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے برس اِس دنیاے فانی میں رہے اور آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے اگر صبح کا کھانا کھالیا تو رات کو بھوکے رہے۔

تمھیں یہ بھی پتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِتنا عرصہ پیغمبری کا دنیا میں گزارا مگر آپ نے یا آپ کے گھر والوں نے کبھی کھجوروں سے پیٹ نہیں بھرا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خیبر پر فتح عطا فرمائی۔

تم جانتی ہو کہ ایک روز تم نے قدرے بلندی پر دسترخوان بچھا دیا، تو حضور کو یہ بات ناگوار گزری اور آپ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا، اس کے بعد آپ نے وہ دسترخوان اُٹھوا دیا اور کھانا نیچے زمین پر رکھا گیا۔

تم جانتی ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبا کی دو تہ کر کے اس پر آرام فرمایا کرتے تھے، ایک روز کسی نے اس کی چار تہیں کر دیں اور آپ نے اس پر آرام فرمایا،

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ:۲۹۷/۸...... مصنف عبدالرزاق:۱۱۱/۲ حدیث:۲۷۰۳...... الجوہرۃ النیرۃ:۲۵۹/۱۔

جب بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ تم نے اس عبا کے ذریعہ مجھے تہجد کی نماز سے روک دیا، تم اس کی دو تہہ کرو جیسا کہ کرتے رہے ہو۔

تم جانتی ہو کہ سرورِ دو جہاں علیہ السلام اپنے کپڑے دھونے کے لیے اُتارتے تھے، اتنے میں بلال آپ کو نماز کے لیے اِطلاع دیتے تو آپ کے پاس کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہوتا تھا جسے پہن کر نماز کے لیے تشریف لے جاسکیں، جب وہ کپڑے سوکھتے تھے تو انھیں پہن کر تشریف لے جاتے۔

تم جانتی ہو کہ بنی ظفر کی ایک عورت نے آپ کے لیے دو کپڑے تیار کیے، ایک اِزار اور ایک چادر اور ان میں سے ایک کپڑا پہلے بھیج دیا۔ آپ وہی ایک کپڑا پہن کر نماز کے لیے تشریف لے گئے اور اس کپڑے کے دونوں کناروں میں گردن کے پاس گرہ لگالی اور اسی ایک کپڑے میں نماز اَدا فرمائی۔

غرضیکہ حضرت عمر نے اس قدر واقعات بیان فرمائے کہ جنھیں سن کر حضرت حفصہ زار و قطار رونے لگیں اور خود حضرت عمر بھی روئے اور اتنا روئے کہ چیخیں نکل گئیں، یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ شاید اِسی حالت میں فوت ہوجائیں گے۔(۱)

ایک شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دروازہ لازم پکڑ لیا تھا۔ رات دن وہاں پڑا رہتا۔ ایک روز اس نے سنا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا تھا کہ اے شخص! تو نے حضرت عمر کی طرف ہجرت کی ہے یا اللہ کی طرف؟ یہاں سے اُٹھ اور قرآن کی تعلیم حاصل، قرآن تجھے عمر کے دروازے سے بے نیاز کردے گا۔ وہ شخص یہ سن کر غائب ہوگیا۔

حضرت عمر نے اسے ڈھونڈا تو معلوم ہوا کہ وہ گوشہ نشین ہوگیا ہے اور عبادت میں مشغول ہے۔ حضرت عمر اس کے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ میں تجھے دیکھنے کا متمنی تھا،

(۱) احیاء علوم الدین:۳/۳۱۷..... نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس:۱/۲۱۵۔

آخر تجھے کس چیز نے ہم نے غافل کردیا؟ اس نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! قرآن کریم کی تلاوت نے مجھے عمر اور آل عمر سے بے نیاز کردیا ہے۔

حضرت عمر نے فرمایا کہ تو نے قرآن میں کیا پایا؟۔ اس نے عرض کی کہ قرآن میں میں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے :

وَ فِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوعَدُونَ ٥ (سورۂ ذاریات:۵۱/۲۲)

اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔

یہ آیت پڑھ کر میں نے یقین کرلیا کہ میرا رزق تو آسمان میں ہے، اور میں زمین میں تلاش کر رہا ہوں۔ حضرت عمر فاروق نے جب اس کی یہ عارفانہ بات سنی تو آپ کی آنکھیں زار و قطار بہنے لگیں، اور آپ نے فرمایا: اے شخص! تو نے بالکل سچ کہا ہے۔ اس واقعے کے بعد حضرت عمر اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔(۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) نے فرمایا: اگر تم وہ سارا کچھ آج ہی دیکھ لو جو تم موت کے بعد دیکھو گے تو تم کبھی بھی خواہش کے ساتھ نہ کھاؤ اور نہ ہی شہوت کے ساتھ پیو اور نہ ہی کسی ایسے گھر میں داخل ہو جس میں تم دھوپ سے بچ سکو۔ اور تم یقیناً مٹی کے لیے حریص ہو جاتے، اپنے سینوں کو مارتے اور اپنے آپ پر روتے۔ کاش! میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا اور پھر کھا لیا جاتا۔(۲)

(۱) احیاء علوم الدین:۳/۳۶۷......قوت القلوب:۱/۳۸۳۔

(۲) الزہد احمد بن حنبل:۲۰۱......صفۃ الصفوۃ:۱/۱۴۱۔

حضرت عبداللہ جسری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابودرداء کے پاس گیا، انھیں سلام کیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں کیوں کہ میں غزوہ کے لیے جارہا ہوں تو آپ نے اسے فرمایا :

اتق اللّٰہ کأنک تراہ حتی تلقاہ و عد نفسک في الأموات و لا تعدھا في الأحیاء و إیاک و دعوۃ المظلوم .(۱)

یعنی اللہ تعالیٰ سے یوں ڈرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو یہاں تک کہ تم اس سے جاملو، اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور خود کو زندوں میں شمار نہ کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابن سماک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م۳۲ھ) کے طواف کی بابت سنا کہ آپ شروع شب سے اخیر شب تک غلاف کعبہ پکڑ کر صرف ایک ہی مناجات کرتے :

إلیک أنضیت المطي وإلیک تجشمت قطع المفاوز حتی أنخت بفنائک رجاء کرامتک و جزیل ثوابک .

یعنی میں نے تیری طرف اپنی سواری ہنکادی، اور کوہ ودمن کی پر پیچ راہیں قطع کرکے تیری بخشش وکرامت کی امید لے کر تیرے گھر کے صحن میں آپہنچا۔

اِتنا کہہ کر آپ روتے اور گریہ وبکا کا یہ سلسلہ سپیدۂ سحر طلوع ہونے تک جاری رہتا۔(۲)

(۱) الزہد احمد بن حنبل: ۲۰۷۔

(۲) الرقۃ والبکاء لابن ابی الدنیا: ۱/۲۹۲ حدیث: ۲۷۵۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ

کبارِ تابعین میں سے حضرت کعب اَحبار (م ۳۴ھ) روایت کرتے ہیں :

من بکیٰ خوفا من ذنب غفر له و من بکی اشتیاقا إلی اللّٰه أباحه النظر إلیه تبارک وتعالیٰ یراه متیٰ شاء . (۱)

یعنی جو شخص اپنے گناہوں پر اشک ریز ہوتا ہے تو اللہ جل مجدہ اس کے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ملاقات کے شوق میں روتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی طرف تکنے کو اپنے اوپر مقرر فرما لیتا ہے (کوئی حد نہیں) جب چاہے نگاہ اُٹھا کر اس بندے کی طرف تک لے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اگر مجھے سونے کے وزن سے تولا جائے تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوگی جتنی خوشی اس بات سے ہوگی کہ اللہ کے خوف وخشیت میں میری آنکھوں سے آنسو نکل کر گالوں پر بہنے لگے۔ خدا کی قسم! جو شخص اللہ کی خشیت میں رویا اور اس کے آنسوؤں کا کوئی قطرہ زمین پر گر گیا تو اسے کبھی بھی جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ (۲)

آپ فرماتے ہیں کہ شب کی تاریکیوں میں اُٹھ کر محوِ عبادت ہونے والوں کو فرشتے آسمان سے ایسے ہی تکتے ہیں جیسے تم لوگ آسمان پر تاروں کو تکتے ہو۔ (۳)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

والذي نفسي بیده لأن أبکي من خشیة اللّٰه حتی تسیل دموعي علی وجنتي أحب إلي من أن أتصدق بجبل من ذهب .

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۲۲ حدیث: ۲۰۔
(۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۴۶۱۔
(۳) صفۃ الصفوۃ: ۱/۴۶۱۔

یعنی اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میرے نزدیک سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ خشیت الٰہی میں چند آنسو نکل کر میرے گال پر بہہ جائیں۔(۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ) ہر رکعت کے قیام میں سبع طوال پڑھتے تھے اور شب بیداری کے عادی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بھلائی کو چار چیزوں میں جمع پایا:

☆ نوافل کے ذریعہ خدا سے محبت کے اِظہار میں

☆ احکام خداوندی پر صبر میں

☆ خدا کی مقرر کردہ تقدیر پر راضی رہنے میں

☆ اللہ کی نگاہ سے حیا کرنے میں

آپ دن کو روزہ رکھتے۔ رات کو قیام فرماتے۔ اور شب بیداری سے آپ کو اتنا شغف تھا کہ اکثر ایک ایک رکعت میں پورا قرآن ختم فرما دیتے تھے۔ جب کسی قبر سے گزرتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک بھیگ جایا کرتی تھی۔

حضرت زبیر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میری دادی کہا کرتی تھیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رات کے پچھلے پہر جب اپنے گھر والوں کو شب بیداری وعبادت گزاری کے لیے اُٹھانے جاتے تو دیکھتے کہ وہ لوگ پہلے ہی سے بیدار ہیں۔ آپ ان سے پانی طلب فرماتے اور وضو کر کے اپنے مالک ومولا کی یاد میں جٹ جاتے، اور آپ دن میں ہمیشہ روزہ رکھا کرتے۔(۲)

(۱) احیاء علوم الدین: ۲۶۳/۳۔ (۲) صفۃ الصفوۃ: ۵۲/۱۔

یہ ان کی شب زندہ داری ہی کا کرشمہ تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ذیل کی آیت کریمہ :

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِداً وَّ قَائِماً يَحْذَرُ الآخِرَةَ وَ يَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ٥ (سورۂ زمر:۳۹/۹)

بھلا (یہ مشرک بہتر ہے یا) وہ (مومن) جو رات کی گھڑیوں میں سجود اور قیام کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے۔آخرت سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔

کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (م ۳۶ھ) کے رونے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس قدر آہ وفغاں کیوں کرتے ہیں تو فرمانے لگے :

لا أدري على ما أقدم؟ على رضا أم علىٰ سخط؟

یعنی مجھے نہیں معلوم کہ میں (بارگاہِ عزت میں) کس حالت میں پیش کیا جاؤں گا، آیا میرا مالک ومولا مجھ سے راضی ہوگا یا ناراض!۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: آدمی کو علم کی اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھتا ہو۔اور آدمی کو جھوٹ کی اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ''استغفر اللہ'' کہہ کر پھر لوٹ آئے۔یعنی جس گناہ سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کی اسے دوبارہ کرنا شروع کردے۔(۲)

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۵۳۱۔ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۱۳۹حدیث:۳۴۷۹۹......حلیۃ الاولیاء ابونعیم: ۱/۲۸۱......کتاب العلم ابوخیثمہ:۹حدیث:۱۴۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ (م ۳۷ھ) کے حوالے سے مشہور ہے کہ آپ فرمایا کرتے:

واللّٰہ لأعبدن اللّٰہ تعالیٰ عبادۃ الملائکۃ ، فلیلۃ معظمھا قائمۃ و لیلۃ معظمھا سجداً . (۱)

یعنی قسم بخدا میں فرشتوں کی مانند اپنے مالک و مولا کی عبادت و بندگی کروں گا۔ تو کبھی رات کا ایک بڑا حصہ صرف حالت قیام میں گزر جاتا اور کبھی شب کا طویل سفر محض جبین شوق کو لذتِ سجدہ سے آشنا کرنے میں کٹ جاتا۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

خلیفہ چہارم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم (م ۴۰ھ) سے کسی نے سوال کیا کہ سب سے بڑھ کر بے عیب کون ہے؟۔

آپ نے فرمایا: جس نے عقل کو اپنا اَمیر، موعظت کو اپنی لگام، صبر کو اپنا قائد، تقویٰ کو اپنا نگہبان، خوفِ خدا کو اپنا جلیس اور موت و مصیبت کو اپنا دوست بنا لیا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رنگ' نماز کا وقت داخل ہوتے ہی متغیر ہو جاتا اور کانپنے لگتے۔ ایسی حالت میں جب آپ سے اس کا سبب پوچھا جاتا تو آپ فرماتے: اُس امانت کو لوٹانے کا وقت آن پہنچا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''بے شک ہم نے (اِطاعت کی) اَمانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۳۱۔

کی تو انھوں نے اس (بوجھ) کے اُٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اُٹھالیا"۔

آپ نے فرمایا بھلائی چار چیزوں میں ہے: گویائی۔ خاموشی۔ بینائی اور حرکت۔ ہر ایسی گفتگو جو ذکر خدا سے خالی ہو لغو ہے۔ ہر وہ خاموشی جو فکر کے لیے اختیار نہ کی گئی ہو سہو ہے۔ ہر وہ نگاہ جس میں عبرت نہ ہو غفلت ہے۔ اور ہر وہ حرکت جو اللہ کی عبادت کے لیے نہ ہو سستی اور کمزوری ہے۔

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ صالحین کی علامات یہ ہیں کہ رات بھر جاگنے کے باعث ان کے چہرے زرد پڑ گئے ہوں، اور رونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں چندھیا گئی ہوں، اور روزے کی وجہ سے ہونٹ خشک ہو گئے ہوں۔ اور ان پر خاشعین کا سا غبار چھایا ہوا ہو۔(۱)

حضرت جمیع بن تمیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون زیادہ محبوب تھا؟ آپ نے فرمایا :

فـاطـمة، فقيل: من الرجال؟ قالت: زوجها، إن كان ما علمتُ صواما قواما . (۲)

یعنی حضرت فاطمہ۔ عرض کیا گیا: مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا؟) فرمایا: ان کے شوہر، جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور راتوں کو عبادت کے لیے بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔

(۱) احیاء علوم الدین: ۴/ ۴۱۲۔

(۲) سنن ترمذی: ۵/ ۲۰۱ حدیث: ۳۸۷۴...... معجم کبیر طبرانی: ۲۲/ ۴۰۳ حدیث: ۱۰۰۸...... مستدرک حاکم: ۳/ ۱۷۱ حدیث: ۴۷۴۴...... معجم ابو یعلی ۱/ ۱۲۸ حدیث: ۲۲۵۔

آپ کا اپنا معمول یہ تھا کہ رات بھر نماز اَدا فرماتے۔ بہت تھوڑا سا آرام کرتے۔ اپنی ریش مبارک کو پکڑ لیتے اور بیمار شخص کی طرح لوٹ پوٹ کرتے اور انتہائی غمگین آدمی کی طرح روتے رہتے حتیٰ کہ صبح طلوع ہو جاتی۔(۱)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک ساتھی (ابواَراکہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کے پیچھے فجر کی نماز اَدا کی، آپ نے سلام پھیرا اور دائیں طرف کو رخ کر کے بیٹھ گئے، اور آپ پر کچھ اِضطرابی کیفیت طاری تھی۔ اسی حالت میں آپ نے لوگوں سے فرمایا: بخدا میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَصحاب کو دیکھا ہے، اب مجھے کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو اُن سے کسی چیز میں مشابہت رکھتا ہوں۔

وہ لوگ بکھرے بالوں، اور زرد چہروں کے ساتھ صبح کرتے۔ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بکری کے زانو کے برابر نشانات تھے۔ راتوں کو اللہ کے لیے سربسجود رہتے، قیام کرتے اور اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے۔ عبادت میں پیشانی اور پاؤں پر باری باری زور ڈالتے، صبح ہوتی تو اس طرح لرزتے جس طرح تیز ہوا میں درخت ہلتے ہیں۔ ان کی آنکھیں اس قدر اشک بہاتیں کہ دامن تر ہو جاتے۔

لیکن بخدا اَب مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جو غفلت کی نیند سوتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس تقریر کے بعد آپ کو کسی نے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ ابن ملجم نے انھیں زخمی کر دیا اور ان کی روح جان آفریں کے حوالے ہو گئی۔(۲)

حضرت ضرار کنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں

(۱) طبقات کبریٰ شعرانی:۳۴۔

(۲) احیاء علوم الدین: ۴/۱۸۴......حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۷۶......عیون الاخبار: ۱/ ۲۴۸......موسوعۃ الخطب والدروس:۶ ......مختصر منہاج القاصدین مقدسی:۴/۷۴۔

نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا، اس وقت کہ جب رات کی تاریکی چھا رہی ہوتی، ستارے ٹمٹما رہے ہوتے اور آپ محراب میں لرزاں و ترساں اپنی داڑھی مبارک تھامے ہوئے ایسے بے چین بیٹھے ہوتے کہ گویا زہریلے سانپ نے ڈنس لیا ہو۔ آپ غم کے ماروں کی طرح آہ و بکا اور گریہ وزاری فرماتے اور پھر بے اِختیار ہوکر ’اے میرے رب! اے میرے رب!‘ پکارتے۔

اس کے بعد دنیا سے مخاطب ہو کر فرماتے: تو مجھے دھوکے میں ڈالنے کے لیے آئی ہے؟ میرے لیے بن سنور کر آئی ہے؟ دور ہو جا! کسی اور کو دھوکا دینا، میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں، تیری عمر کم ہے، اور تیری محفل حقیر؛ جب کہ تیرے مصائب جھیلنا آسان ہیں، آہ صد آہ! زادِ راہ کی کمی ہے اور سفر طویل ہے جب کہ راستہ وحشت سے بھرپور ہے۔(۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ وہ میرے سامنے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے اَوصافِ حمیدہ بیان کریں۔ حضرت ضرار نے عرض کی: کیا آپ مجھے اس سے معاف نہ رکھیں گے؟ فرمایا: نہیں بلکہ مجھے ان کے خصائل بیان کرو۔ چنانچہ حضرت ضرار نے جہاں ان کے بہت سارے اَوصاف بیان فرمائے، ان میں ایک وصف ان کی کثرتِ گریہ و بکا اور شب بیداری بھی تھی۔

وہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے انھیں دیکھا کہ جب رات اپنے پَر پھیلا دیتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ کر زار و قطار روتے اور زخمی سانپ کی طرح تڑپتے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اوصاف و خصائل سن کر حضرت امیر معاویہ رضی

(۱) حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المہاجرین: ۸۵/۱۔

اللہ عنہ کی آنکھوں سے سیلِ اَشک رواں ہوگئے اور ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی، اور وہاں موجود دیگر لوگ بھی محوِ آہ و بکا ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ضرار! حضرت علی کا فراق تم پر کیسا ہے؟۔ میں نے کہا: اس عورت کے غم کی طرح جس کی گود میں اس کے بچے کو ذبح کردیا گیا ہو۔ جس طرح اس عورت کے آنسو نہیں تھمتے، اور نہ ہی غم کم ہوتا ہے، میری بھی کچھ ایسی ہی حالت ہے۔(۱)

حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ

ابو رقیہ حضرت تمیم بن اوس بن خارجہ الداری رضی اللہ عنہ (م۴۰ھ) کی عبادت گزاری اور شب زندہ داری کا عالم یہ تھا کہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کردیا کرتے تھے۔ آپ بڑے عابد و زاہد اور قرآن کریم کی بہت زیادہ تلاوت فرمانے والے تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ کبھی کبھی تو آپ ایک ہی آیت کو دہراتے رہتے حتیٰ کہ سپیدۂ سحر نمودار ہوجاتا۔ آپ شب کی عبادتوں کے لیے خوب مہنگی چادر خریدتے۔ آپ کا شمار اپنے دور کے شب زندہ داروں اور فلسطین کے عبادت گزاروں میں ہوتا تھا۔ مسجد کے اندر چراغ جلانے والے سب سے پہلے (خوش نصیب انسان) آپ ہی ہیں۔(۲)

حضرت یزید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت تمیم داری سے پوچھا کہ آپ شب میں کتنی عبادتیں کرتے ہیں، یہ سن کر آپ سخت تکلیف ہوئی اور آپ نے فرمایا: قسم بخدا! نیم شب کے عالم میں ایک رکعت نماز میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں

(۱) عیون الحکایات ابن الجوزی مترجم: ۳۴۴/۱، ۲۴۵۔

(۲) الوافی بالوفیات: ۶۴۴/۳...... موسوعۃ الاعلام: ۹۲/۱...... الاعلام زرکلی: ۸۷/۲...... سیر اعلام النبلاء: ۴۴۲/۲...... ثقات ابن حبان: ۳۹/۳۔

ساری رات نمازیں ادا کروں اور پھر صبح لوگوں میں اس کا پرچار کرتا پھروں........۔(۱)

حضرت صفوان بن سلیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ مسجد میں نمازِ عشا سے فارغ ہونے کے بعد نمازِ نفل کے لیے کھڑے ہوئے، جب آپ کا گزر اس آیت پر ہوا :

وَ هُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ٥ (سورۂ مومنون:۲۳/۱۰۴)

''اور وہ اس میں دانت نکلے بگڑے ہوئے منہ کے ساتھ پڑے ہوں گے''۔

تو متواتر اس کی تکرار کرتے رہے، حتیٰ کہ مؤذن نے آ کر صبح کی اَذان دینا شروع کردی۔(۲)

حضرت محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ ایک شب ایسا ہوا کہ حضرت تمیم داری کسی وجہ سے شب بیداری کے لیے نہ اُٹھ سکے، اور آپ کی تہجد قضا ہوگئی، تو آپ نے بطورِ سزا پورے ایک سال رات کو اپنا جسم بستر سے الگ کیے رکھا اور مطلقاً نہ سوئے تاکہ نفس کو اس کی شرارت کا کچھ بدلا مل جائے۔(۳)

حضرت ابوالضحیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت تمیم الداری مقام ابراہیم پر کھڑے سورۂ جاثیہ کی تلاوت فرما رہے تھے، پڑھتے پڑھتے جب وہ اس آیت کریمہ پر آئے :

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ، سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ، سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ٥

(سورۂ جاثیہ:۴۵/۲۱)

''کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیاں کما رکھی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انھیں

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۱۶۴۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۱۶۴۔

(۳) صفۃ الصفوۃ:۱/۱۶۴۔

ان لوگوں کا مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (کہ)
ان کی زندگی اور ان کی موت برابر ہو جائے۔ جو دعویٰ (یہ کفار) کررہے ہیں
نہایت برا ہے''۔

تو اس سے آگے نہ بڑھ سکے اور بار بار اسی کی تکرار کرتے رہے اور زار و قطار روتے رہے۔ حتیٰ کہ سپیدۂ سحر طلوع ہونے تک آپ پر یہی کیفیت طاری رہی۔(۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

حضرت اَبوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (م ۴۴ھ) نے مرسلاً فرمایا: اے لوگو! رویا کرو، پس اگر تمہیں رونا نہ آئے تو کم از کم رونے جیسی صورت ہی بنالیا کرو کیوں کہ اہل دوزخ ٹھاٹھیں مار کے آنسو بہائیں گے یہاں تک کہ وہ آنسو ختم ہو جائیں گے، پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے یہاں تک کہ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو چل پڑیں۔(۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (م ۵۲ھ) نے فرمایا :

لوددت أني كنت رمادا تسفيني الريح في يوم عاصف خبيث .(۳)

یعنی کاش میں راکھ ہوتا کہ ہوا مجھے شدید آندھی والے دن اُڑاتی پھرتی۔

(۱) تفسیر روح المعانی آلوسی: ۲۱/۱۹......درمنثور: ۱۳۵/۹۔
(۲) مشکوٰۃ المصابیح: ۲۳۵/۳ حدیث: ۵۶۸۵......الزہد احمد بن حنبل: ۲۹۲......تفسیر ابن کثیر: ۱۹۱/۴......تفسیر بغوی: ۸۰/۴......تفسیر سراج المنیر: ۱۳۸۰/۱۔
(۳) الزہد ابن مبارک: ۱۰۶......تاریخ مدینۃ دمشق: ۴۸۲/۲۵۔

حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ

حضرت مسلم خولانی رضی اللہ عنہ (م ۶۲ھ) اپنے نفس کو ڈرے سہمے رہنے کی خاطر اپنے گھر میں ایک عجیب وغریب قسم کی صداے بازگشت رکھتے جس میں اپنے نفس کو مخاطب کرکے فرماتے :

قومي خير اللّٰه ، فو اللّٰه لأرجفن بک حتیٰ يكون الكل منک لامني ، فإذا دخل انفرد و تناول السوط ، فيضرب به رجليه و يقول لنفسه : أنت أحق بالضرب من دابتي .

یعنی اللہ نے مجھے اپنی قوم میں بہتر بنایا ہے، توقسم بخدا! میں تیرے خلاف لوگوں میں نفرت کے شعلے بھڑکاتا رہوں گا حتیٰ کہ ہرکوئی تیرے سلسلہ میں مجھ سے ملامت کرنے لگے۔ پھر اگر وہ دخل اندازی کرے تو وہ کوڑے کا سزاوار ہوگا۔ پھر اپنے پاؤں پر اس سے مارتے ہوئے اپنے نفس سے کہتے: تو میرے چوپائے سے بھی زیادہ پیٹے جانے کا حق دار ہے۔

نیز فرماتے :

لا يظن أصحابي أنهم قد فازوا ، فو اللّٰه لزاحمهم يوم القيامة حتیٰ يعلموا أنهم خلفوا ورائهم رجالا . (۱)

یعنی میرے احباب اس گمان میں نہ رہیں کہ انھوں نے فوز وفلاح کی ساری حدیں چھولی ہیں۔ قسم خدا کی عرصہ محشر میں ان پر یہ عقدہ کھل جائے گا کہ ان کے بعد بھی بہت سے اللہ والے ہوئے ہیں۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳۱/۱۔

حضرت مسروق ہمدانی رضی اللہ عنہ

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ (م ٦٣ھ) کی عبادت وریاضت کا حال یہ تھا کہ آپ اتنی زیادہ اور اتنی دیر تک نمازیں پڑھتے کہ آپ کی آنکھیں سوج جاتیں اور قدم متورّم ہوجاتے۔ جس وقت آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو قیام مکہ کے دوران صرف سجدے کے عالم میں سویا کرتے تھے۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حبرِ اُمت ترجمانِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس ہاشمی رضی اللہ عنہما (م ٦٨ھ) کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے اِس کثرت سے گریہ وزاری فرمائی اور اس قدر روئے کہ ٹپکنے والے مشکیزے کی طرح ہوگئے۔ یوں ہی آپ کے نامور شاگرد حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی (غم آخرت اور یادِ الٰہی میں) اس قدر اشک ریزی کی کہ ان کی آنکھیں کمزور ہوگئیں۔(۲)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (م ٧٣ھ) اپنے خوف کی شدت کی بنا پر قرآن کریم کی تلاوت نہ سن سکتے تھے، جب بھی کوئی شخص ان کے سامنے ایک لفظ یا ایک آیت پڑھتا تو چیخنے چلانے لگتے، حواس باختہ ہوجاتے اور کئی روز تک اسی حال میں پڑے رہتے۔ ایک مرتبہ قبیلہ خثعم کا ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی :

(۱) العبر فی خبر من غبر: ۱۲/۱۔

(۲) قافلۃ الداعیات، خشیۃ اللہ والخوف منہ: ۱۲/۱۳۰...... الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی مترجم: ۴۶۔

یَومَ نَحشُرُ المَتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحمٰنِ وَفْداً وَ نَسُوقُ المُجْرِمِیْنَ اِلیٰ جَھَنَّمَ وِرْداً o (سورۂ مریم:۱۹/۸۵تا۸۶)

جس دن ہم پرہیز گاروں کو جمع کر کے (خدائے) رحمٰن کے حضور (معزز مہمانوں کی طرح) سواریوں پر لے جائیں گے۔اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانک کر لے جائیں گے۔

یہ آیت سن کر کہنے لگے: میں مجرمین میں سے ہوں،متقین میں سے نہیں ہوں۔اس کے بعد قاری سے کہا کہ اس آیت کو دوبارہ پڑھو،اس نے دوبارہ تلاوت کی۔دوسری بار یہ آیت سنی تو بے اختیار ہو کر چیخ پڑے اور اسی حال میں جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (م۷۴ھ) نے ایک دن سورۂ مطففین پڑھنا شروع کیا،جب آپ اس آیت پر پہنچے :

یَومَ یَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ العٰلَمِیْنَ o (سورۂ مطففین:۸۳/۶)

جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔

تو زاروقطار رو پڑے اور اتنا روئے کہ زمین پر گر پڑے اور اس سے آگے بڑھنے کا یارا نہ رہا۔

پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس دن لوگ رب العالمین کے حضور پیش کیے جائیں گے،وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔اور

(۱) احیاء علوم الدین:۴/۱۸۴۔

عالم یہ ہوگا کہ کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک بہ رہا ہوگا، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا سرین تک، کسی کا سینے تک چڑھا ہوگا اور کسی کا کانوں تک پہنچ چکا ہوگا، حتیٰ کہ کچھ ایسے بھی ہوں گے جو پسینوں میں اس طرح تیر رہے ہوں گے جس طرح مینڈک پانی میں تیرتا ہے۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو ٹھنڈا پانی پیش کیا گیا تو آپ اسے پی کر رونے لگے۔ پوچھا گیا: وجہ گریہ وزاری کیا ہے؟۔ فرمایا: ٹھنڈا پانی دیکھ کر مجھے پروردگار کا وہ اِرشاد یاد آ گیا :

وَ حِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ o (سورۂ سبا:۵۴/۳۴)

اوران کے اوران کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی۔

اور مجھے معلوم ہے کہ اس وقت جہنمیوں کی خواہش ٹھنڈے پانی ہی کی ہوگی۔ جسے اللہ نے دوسری آیت میں یوں بیان فرمایا ہے :

أَفِيْضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ o (سورۂ اعراف:۵۰/۷)

ہمیں (جنتی) پانی سے کچھ فیض یاب کردو۔(۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

لأن أدمع دمعة من خشية الله أحب إلي من أن أتصدق بألف دينار . (۳)

یعنی اللہ خشیت میں آنسو کا ایک قطرہ نکل جانا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ہزار دینار صدقہ وخیرات کروں۔

---

(۱) تفسیر قرطبی:۲۵۵/۱۹......حلیۃ الاولیاء:۱۶۲/۱۔

(۲) تفسیر ابن ابی حاتم:۲۸/۱۲۔

(۳) احیاء علوم الدین:۲۶۳/۳۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب قرآن مجید کی یہ آیت :

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۝ (سورۂ حدید:۱۶/۵۷)

(کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر سے ان کے دل گداز ہوں)

پڑھتے تو بے اِختیار رو پڑتے اور دیر تک روتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ انھوں نے اپنے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سنا :

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ ۝ (سورۂ نساء:۴۱/۴)

(پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے)

تو اس قدر روئے کہ داڑھی مبارک اور گریبان دونوں تر بتر ہوگئے۔

ابو غالب کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ تشریف لاتے تو ہمارے یہاں قیام فرماتے اور ہمیں اپنی خدمت کا موقع عنایت فرماتے تھے۔ رات گئے تہجد کے لیے اُٹھنا آپ کا معمول تھا۔ چنانچہ ایک شب طلوعِ صبح سے ذرا قبل انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے ابو غالب! کتنا اچھا تھا اگر تم بھی اُٹھ کر کچھ نماز پڑھ لیتے اور زیادہ نہ سہی تو کم از کم اس میں ایک تہائی قرآن ہی کی تلاوت کر لیتے؟۔

میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! سپیدۂ سحر نمودار ہونے والا ہے، اتنی دیر میں تہائی قرآن پڑھنے کی کہاں گنجائش ہوتی ہے!۔ آپ نے فرمایا: (کیا تمھیں پتا نہیں کہ) سورۂ اِخلاص (پڑھنے کا ثواب) تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔(۱)

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس:۲۰/۳۔

حضرت صلہ بن اشیم عدوی رضی اللہ عنہ

حضرت صلہ بن اشیم عدوی رضی اللہ عنہ (م ۷۵ھ) شب بیداروں اور عبادت گزاروں میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ اُمت محمدیہ کے رکبان اللیل اور فرسان النہار افراد میں ہوئے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب اندھیرا اپنے پردے کو کون ومکاں پر پھیلا دیتا، خلق خدا نیند کی آغوش میں محوِاستراحت ہوتی تو یہ اُٹھتے، جی لگا کر وضو کرتے، پھر ایک کونے میں اس وجد آفریں ماحول کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے رب کی عبادت میں دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر مصروف ہو جاتے۔

دورانِ عبادت ان کے دل پہ تجلیاتِ الٰہی کا ورود ہونے لگتا، جس سے کون ومکاں کی فضائیں روشن ہو جاتیں، اور آفاق میں آیات الٰہی ان کی آنکھوں کے سامنے آشکار ہو جاتیں۔ علاوہ ازیں صبح صادق کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کے دلدادہ تھے۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوتا تو یہ قرآن کریم کی تلاوت میں منہمک ہو جاتے، اور آیاتِ بینات کی تلاوت بڑی سریلی اور دل آویز آواز میں کرتے، جس سے پورے ماحول میں سناٹا طاری ہو جاتا۔

قرآن کریم کی تلاوت سے ان کے دل پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی، لذت اور مٹھاس کا ایک گہرا احساس ہوتا۔ عقل ودانش پر خشیت الٰہی اپنے پنجے جما لیتی۔

جعفر بن زید بیان کرتے ہیں کہ ہم اسلام کے لشکر جرار کے ساتھ افغانستان کے دار الحکومت کابل کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں صلہ بن اشیم بھی ہمارے ساتھ تھے۔

جب رات کی تاریکی ہر طرف پھیل گئی تو لشکر اسلام پڑاؤ کی غرض سے رک گیا۔ کھانا تناول کیا اور نمازِ عشا اَدا کی، پھر وہ اپنے اپنے سامانِ سفر کے نزدیک آرام کے لیے لیٹ گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صلہ بن اشیم بھی اپنے سامان کے پاس جا کر دراز ہو گئے۔

میں نے اپنے دل میں کہا: لوگوں میں جوان کی خشیت الٰہی اور شب زندہ داری کا چرچا ہے وہ کیا ہوا؟ لوگ تو کہتے تھے کہ یہ عبادت کے دوران اتنا لمبا قیام کرتے ہیں کہ پاؤں میں ورم پیدا ہو جاتا ہے۔

بخدا میں آج رات بھر اسے دیکھوں گا کہ اس کا معمول کیا ہے؟۔ چنانچہ جب لشکر نیند کے سمندر میں غرق ہو گیا اور ہر طرف موت کا سا سناٹا چھا گیا تو یہ چپکے سے اُٹھے، اور رات کی تاریکی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے لشکر سے دور ایک گھنے جنگل کا رخ کیا۔ میں بھی دبے پاؤں ان کے پیچھے ہولیا۔ وہ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوئے، گھاس اور جھاڑیوں نے اپنا سبز دامن ہر سو پھیلا رکھا تھا، یوں معلوم ہوتا جیسے صدیوں سے کسی انسان کا یہاں سے گزر نہ ہوا ہو۔

درختوں کے اس گھنے جنگل کے ایک مہیب اور ڈراؤنے ماحول میں قبلہ رو ہو کر دنیا ومافیہا سے بے نیاز نماز میں مصروف ہو گئے۔ میں نے دور سے دیکھا۔ چہرہ چمک رہا ہے۔ جسمانی اعضا پر سکون ہیں، اور دل مطمئن ہے۔ گویا کہ وہ اس وحشت ناک ماحول سے مانوس ہیں، انھیں اس دوری وتنہائی میں قرب کا احساس ہو رہا ہے اور اسی گھٹا ٹوپ تاریکی میں روشنی کی جھلک دکھائی دے رہی ہے۔ اچانک میں یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا کہ جنگل کی مشرقی جانب سے ایک شیر دبے پاؤں چلا آ رہا ہے۔

میں گھبراہٹ سے پسینہ میں شرابور ہو گیا، اور اس سے بچنے کی خاطر ایک اونچے

درخت پر چڑھ گیا۔ اب شیر حضرت صلہ بن اشیم کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ بدستور اپنی نماز میں مشغول ہیں، صرف چند قدموں کا فاصلہ رہ گیا ہے۔

بخدا اس نے شیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا، نہ اس کی پروا کی۔ جب آپ سجدے میں گئے تو میں نے کہا: اب شیر اُن پر حملہ کر دے گا، لیکن ایسا نہ ہوا۔

جب آپ سجدے سے اُٹھ کر بیٹھ گئے تو شیر آپ کے روبرو کھڑا ہو گیا، گویا کہ وہ آپ کو غور سے دیکھ رہا ہے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو بڑے سکون سے شیر کی طرف دیکھا اور چند کلمات پڑھے جو مجھے سنائی نہ دیے، شیر اسی لمحے بڑے آرام سے پلٹ کر اسی طرف چلا جاتا ہے جہاں سے آیا تھا۔ میں یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

جب صبح ہوئی وہ اُٹھے اور فرض نماز اَدا کی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف ایسے دل پذیر انداز میں بیان کی کہ میں نے اس سے پہلے کسی کو بھی اس انداز میں تعریف کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

پھر اس نے کہا: الٰہی مجھے جہنم کے عذاب سے بچا لینا۔ الٰہی کیا مجھ جیسا خطا کار بندہ بھی تجھ سے جنت کا سوال کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟!۔

یہ بات وہ بار بار دہرانے لگے یہاں تک کہ خود بھی رو پڑے اور مجھے بھی رلا دیا۔ پھر لشکر کی طرف واپس لوٹ آئے، اور کسی کو رات بھر اپنی غیر حاضری کا پتا بھی نہ چلنے دیا۔ قوم کے سامنے اس طرح تازہ دم ظاہر ہوئے جیسے رات اس نے اپنے بستر پر گزاری ہو اور میں بھی کچھ دیر بعد اس کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا واپس آیا؛ لیکن اللہ جانتا ہے کہ رات بھر بیدار رہنے اور شیر کے خوف و ہراس کی وجہ سے میرا جسم تھکن سے چور چور ہو چکا تھا۔(۱)

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۳/۲۱۷۔

حضرت اَسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوعبدالرحمٰن اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵ھ) نہایت جلیل القدر تابعی ہیں اور حضراتِ ابوبکر وعمر، عبداللہ بن مسعود اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے شرفِ تلمذ رکھتے ہیں۔

شب بیداری اور آہ وزاری میں ان کی اپنی ایک شان تھی۔ روزانہ سات سو رکعتیں نوافل پڑھتے اور مسلسل روزے رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ روزہ وعبادت کی کثرت اور شب بیداری کی مشقتوں کی وجہ سے ان کے بدن کا رنگ پہلے زرد پھر سبز ہوگیا تھا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ آپ خوفِ الٰہی سے راتوں میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ روتے روتے آپ کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی اور اتنے لاغر ہوگئے تھے کہ بدن پر ہڈی اور چمڑے کے سوا گوشت کی کوئی بوٹی باقی نہیں رہ گئی تھی۔ عوام وخواص انھیں ببانگ دہل 'اَسود جنتی' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔(۱)

حضرت ابوعمر زاذان رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعمر زاذان (م ۸۲ھ) سے ایک روایت یوں ہے :

من بكى خوفا من النار أعاذه الله منها، و من بكى شوقا إلى الجنة أسكنه الله إياها . (۲)

یعنی جو شخص دوزخ کی آگ کے ڈر سے رویا، اسے دوزخ سے نجات کا پروانہ مل گیا، اور جو شخص جنت کی یاد میں رویا اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس کا ٹھکانہ بنادیا۔

(۱) عمدۃ القاری، طبقات ابن سعد، تہذیب التہذیب، بحوالہ اولیاء رجال الحدیث: ۳۵، ۳۶۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۲۳ حدیث: ۲۱۔

یعنی رونا اور آہ و بکا کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ انسان جس خیال سے بھی روئے اللہ تعالیٰ اس کی نیت کو اس کی زندگی میں واقع کردیتا ہے۔

حضرت یزید بن مرثد رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت یزید بن مرثد رضی اللہ عنہ (م ۸۹ھ) سے پوچھا: میں نے آپ کو ہمیشہ روتے ہوئے ہی دیکھا ہے، کبھی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے خالی نہیں ہوتیں؟ آخر آپ اتنا روتے کیوں ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ یہ سوال کیوں کررہے ہیں؟۔

میں نے کہا: اس اُمید پر کہ شاید مجھے اس سوال کی وجہ سے کچھ فائدہ حاصل ہو، اور مجھے کوئی نصیحت آمیز جواب ملے۔ آپ نے فرمایا: میرے رونے کی وجہ تم پر ظاہر ہے۔ میں نے پھر پوچھا: آپ صرف تنہائی میں ہی ایسی گریہ وزاری کرتے ہیں یا اس کے علاوہ بھی روتے ہیں؟۔

یہ سن کر انھوں نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھ پر یہ حالت اکثر طاری رہتی ہے۔ کبھی میرے سامنے ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوتا ہوں تو اچانک مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور میں بے اِختیار رونا شروع کردیتا ہوں۔ مجھے دیکھ کر میرے بچے اور تمام گھر والے بھی رونا شروع کردیتے ہیں؛ حالاں کہ انھیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیوں رورہے ہیں۔ بس میرا رونا دیکھ کر وہ بھی میرے ساتھ رو پڑتے ہیں۔

میری اہلیہ کو اکثر یہ شکایت رہتی ہے کہ ہائے افسوس! شاید ہی مسلمانوں کی عورتوں میں کوئی ایسی عورت ہوگی جس کے شوہر کو آپ جیسا غم لاحق ہو۔ میں تو آپ کی محبت اور پیار کو ترس گئی ہوں، عورتوں کو جو خوشی اور سرور اپنے شوہر کی خوشی سے ملتا ہے میں اس سے یکسر محروم ہوں۔ آپ پر کبھی ایسی خوشی طاری نہیں ہوتی جسے دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

میں نے پوچھا: اے میرے بھائی! آخر وہ کون سی چیز ہے جس نے آپ کو اتنا غمزدہ اور خوف وحزن کا مجسمہ بنادیا ہے؟ تو وہ فرمانے لگے: اے میرے بھائی! اگر میری نافرمانیوں کے صلے میں مجھے گرم پانی میں غوطے لگانے کا فیصلہ سنادیا جاتا تو پھر بھی یہ اتنی سخت سزا ہے کہ اس کی وجہ سے رونا چاہیے؛ لیکن معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ سخت ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے مجرموں کو جہنم کی آتش سوزاں میں جھونکا جائے گا، اور وہ آگ ہماری برداشت سے باہر ہے، پھر بھلا میں اس آگ کے خوف سے کیوں نہ روؤں!۔(۱)

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ (م ۹۰ھ) کا حال یہ تھا کہ پوری پوری رات جاگ کر کاٹ دیتے اور وادیِ خواب میں اُترنے سے ڈرتے۔ رات دن ان کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہوتی رہتی، اور رونے سے ان کا جی نہیں بھرتا تھا۔(۲)

حضرت نسیر کہتے ہیں کہ ایک شب میرا ربیع بن خثیم کے گھر شب باش ہونے کا اِتفاق ہوا، جب رات آئی تو میں نے دیکھا کہ آپ اللہ کی عبادت کے لیے کھڑے ہوگئے، دورانِ نماز جب اس آیت پر پہنچے:

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ، سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○

(سورۂ جاثیہ:۲۱/۴۵)

’’کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیاں کمارکھی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انھیں

(۱) عیون الحکایات ابن الجوزی مترجم:۱۲۹/۱......المنتظم:۳۱۱/۲۔
(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح:۳/۱۔

ان لوگوں کا مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (کہ)
ان کی زندگی اور ان کی موت برابر ہو جائے۔ جو دعویٰ (یہ کفار) کررہے ہیں
نہایت برا ہے‘‘۔

تو پوری رات یوں ہی قیام کی حالت میں گزار دی حتیٰ کہ سپیدۂ سحر نمودار ہو گیا اور اس قدر روئے کہ قرب و جوار کے لوگ آپ کی آہ و بکا پر ترس کھانے لگے۔

آپ جب سجدے میں جاتے تو ایسا لگتا جیسے بلا حس و حرکت کوئی مردہ نعش پڑی ہوئی ہے اور پرندے آ آ کر آپ کی پشت پر بیٹھنا شروع کر دیتے۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ہمیں اُم ربیع کے حوالے سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب رات ہوتی تو آپ کہتیں: بیٹے ربیع! کب تک شب بیداری کرے گا، اب سونے کا وقت ہو گیا ذرا دیر کے لیے آرام کر لے۔ تو آپ عرض کرتے: امی جان! جب رات کا اندھیرا اپنا ڈیرا ڈال دے اور انسان کو کسی لمبے سفر پر نکلنا ہو تو اچھے مسافر کی شان نہیں کہ وہ منزل سے بے خبر ہو کر سو جائے۔

پھر جیسے جیسے رات کا کارواں آگے بڑھتا، ان کی آہ و زاری اور اشک باری فزوں ہوتی چلی جاتی، رات گئے ان کی ماں فرماتیں: بیٹے! تو اتنا روتا ہے کہ جیسے تو نے کسی کو قتل کر دیا ہو۔ آپ فرماتے: ہاں ماں! میں نے قتل کر دیا ہے۔

آپ فرماتیں: بیٹے! بتا تو نے کس کو قتل کیا ہے تاکہ اس کے اہل خانہ کے پاس جا کر ہم معافی مانگ آئیں اور وہ تجھے بخش دیں۔ قسم بخدا! اگر وہ تیرے رونے دھونے اور راہِ سحر گاہی کو دیکھ لیں تو یقیناً تجھ پر رحم کھا جائیں گے۔ یہ سن کر آپ فرماتے: امی میں نے کسی کی جان نہیں خود اپنے نفس کو مار ڈالا ہے۔(۱)

---

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۳۱۴۔

حضرت جعفر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک بن دینار کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ربیع کی بیٹی نے اپنے باپ سے پوچھا: پدر بزرگوار! پوری دنیا سورہی ہوتی ہے مگر آپ کو کیا ہوگیا ہے آپ ہمیشہ جاگتے رہتے ہیں، آپ کی آنکھوں سے نیند کیوں روٹھ گئی ہے؟ فرمایا: بیٹی! مجھے خوف لاحق ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ (فرشتہ موت) شب خون مار جائے اور میں سویا کا سویا ہی رہ جاؤں۔(۱)

حضرت نسیر بن ذعلوق فرماتے ہیں کہ حضرت ربیع بن خثیم یادِ مولا میں اس قدر روتے کہ آپ کی ریش آنسوؤں میں تر بتر ہوجاتی، پھر آپ فرماتے کہ ہمیں ایسے لوگوں کی زیارت کا موقع ملا ہے اور ہم ایسی صحبتوں میں بھی رہے ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے سے ایسا لگتا کہ جیسے ہم ان کے سامنے بالکل ہی مجرم و ناکارہ ہیں۔(۲)

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہران رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰ھ) بہت بلند مرتبہ تابعی ہوئے ہیں۔ آپ کا زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت ضرب المثل تھا۔ سفر و حضر میں کبھی آپ کی نمازِ تہجد فوت نہ ہوئی۔ شب بیداری کے حوالے سے آپ نے بڑی پیاری بات اِرشاد فرمائی ہے کہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ عالم و حافظِ قرآن ہو کر رات بھر سوتا رہے اور نمازِ تہجد میں قرآن نہ پڑھے۔(۳)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (م ۹۴ھ) کا بارگاہِ صمدیت میں حضوری کا انداز

---

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم: ۴۶۹/۵......حلیۃ الاولیاء: ۲۵۶/۱......صفۃ الصفوۃ: ۳۱۴/۱۔
(۲) صفۃ الصفوۃ: ۳۱۶/۱۔ (۳) اولیاء رجال الحدیث: ۳۴،۳۳۔

جداگانہ تھا۔حضرت عبداللہ بن مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایسا لگتا جیسے کوئی لکڑی کھڑی ہے۔(۱)

حضرت قاسم بن ابوایوب اعرج فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر خشیت مولا میں راتوں میں اس قدر گریہ وزاری کرتے کہ آپ کی بینائی کمزور ہوگئی تھی۔آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سعید بن جبیر کو حالت نماز میں ذیل کی آیت کو کوئی بیس سے زیادہ مرتبہ دہراتے ہوئے سنا :

وَ اتَّقُوا یَوماً تُرْجَعُونَ فِیْهِ إِلَی اللّٰهِ o (سورۂ بقرہ:۲۸۱/۲)

اوراس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یوں ہی حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت سعید بن جبیر کو دیکھا کہ آپ ذیل کی آیت کو دہرائے جارہے ہیں،حتیٰ کہ اسی حالت میں سپیدۂ سحر نمودار ہوگیا :

وَ امْتَازُوا الیَومَ أَیُّهَا المُجْرِمُونَ o (سورۂ یٰس:۵۹/۳۶)

اوراے مجرمو! تم آج (نیکوکاروں سے) الگ ہوجاؤ۔(۲)

حضرت یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالملک بن ابوسلیمان نے بیان کیا کہ حضرت سعید بن جبیر ہر دوسری رات کو قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔(۳)

حضرت اصبغ بن زید واسطی کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر کے پاس ایک مرغ تھا جس کی بانگ سن کر آپ راتوں میں قیام کرنے کے لیے اُٹھتے تھے۔ایک دن ایسا ہوا کہ کسی شب وہ مرغ بانگ دینے سے رہ گیا نتیجہ میں حضرت سعید بن جبیر اس رات شب

(۱) صفۃ الصفوۃ:۳۱۸/۱۔
(۲) صفۃ الصفوۃ:۳۱۸/۱۔
(۳) صفۃ الصفوۃ:۳۱۸/۱۔

بیداری کی سعادت سے محروم رہے، جس کا انھیں کافی ملال ہوا۔ آپ نے فرمایا: اس مرغ کو کیا ہوگیا اس نے آج رات بانگ کیوں نہیں دی، اللہ اس کی آواز سلب فرمالے۔ کہتے ہیں پھر اس کے بعد کبھی اس مرغ کی آواز نہیں سننے میں آئی۔ یہ دیکھ کر ان کی ماں نے فرمایا: بیٹے! اس کے بعد کسی چیز کے لیے اپنی زبان سے بددعا نہ کرنا۔(۱)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

حضرت امام علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ (م۹۴ھ) کا دل ہمیشہ خشیت الٰہی سے لبریز رہتا تھا۔ اور اکثر آپ خوفِ الٰہی سے بے ہوش ہوجایا کرتے تھے۔

آپ ہر روز ایک ہزار رکعت نوافل اَدا کرتے تھے، اور وفات تک اس معمول میں فرق نہ آیا۔ اس عبادت کی وجہ سے آپ 'زین العابدین' لقب سے ملقب ہوئے۔ شب بیداری (قیام لیل) میں سفر وحضر کسی بھی حالت میں ناغہ نہ ہوتا تھا۔

اِخلاص فی العبادات اور خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ حضوری کے وقت آپ پر کپکپی سی چھا جاتی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن سلیمان کا بیان ہے کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سارے بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا۔

لوگوں نے پوچھا: بوقت نماز آپ کو یہ کیا ہوجاتا ہے؟۔ فرمایا: تم لوگ کیا جانو، میں کس کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی ومناجات کرتا ہوں۔

محویت کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں کچھ بھی ہوجائے آپ کو خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ سجدہ میں تھے کہ کہیں پاس ہی آگ لگ گئی۔ ایک شور مچ گیا، لوگوں نے آپ کو بھی پکارا اے ابن رسول! آگ لگ گئی۔ اے ابن رسول! آگ لگ گئی؛ اپنے آپ کو بچالیں؛

---

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۳۱۸۔

لیکن آپ نے سجدے سے سر نہ اُٹھایا، بے نیاز عبادت الٰہی میں مگن اور یادِ الٰہی میں مست وبے خود رہے، اور اسی محویت کے عالم میں نماز مکمل کی۔

سلام پھیرا تو لوگوں نے عرض کیا: حضور! آگ لگ گئی تھی اور ہم نے آپ کو بچانے کے لیے بڑی آوازیں دیں، مگر آپ نے ایک نہ سنا۔ آخر آپ کو آگ کی جانب سے اس قدر بے پرواہ کس چیز نے کر دیا تھا؟۔

فرمایا: میں اِس آگ کی طرف کیوں کر متوجہ ہوتا مجھے اُس آگ کی فکر سے فرصت ہوتب تو اِدھر دیکھوں، جسے وہ آتش جہنم نظر آ رہی ہو وہ دنیا کی آگ سے کیا گھبرائے گا!۔

حضرت سفیان بن عیینہ ان کی خشیت کا حال بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین حج کے لیے روانہ ہوئے، اِحرام باندھنے کے بعد جب سواری پر بیٹھے تو خوف سے ان کا رنگ زرد پڑ گیا، جسم لرزہ براندام ہوگیا اور ہونٹ پر ایسی کپکپی طاری ہوئی کہ زبان سے لبیک اللھم لبیک کے الفاظ تک نہ نکل سکے۔

لوگوں نے عرض کیا: نواسۂ رسول! یہ لبیک کہنے کا وقت ہے، آپ کی زبان لبیک کی صدائیں کیوں نہیں بلند کر رہیں۔

فرمایا: کیا کروں، زباں میں لبیک کہنے کی سکت نہیں رہی۔ ڈر لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اِدھر سے لبیک کہوں (یعنی مولا! میں حاضر ہوں) اور اُدھر سے لا لبیک کا جواب آ جائے کہ جا تیری حاضری ہمیں قبول نہیں۔

لوگوں نے کہا: مگر لبیک کہنا تو ضروری ہے۔ چنانچہ لوگوں کے اِصرار پر کہا مگر جیسے ہی مبارک زبان سے لبیک نکلا بے ہوش ہوکر سواری سے نیچے گر پڑے اور بے ہوشی کی یہ کیفیت حج کے دن تک طاری رہی۔(۱)

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۳۳۶/۵..... تہذیب التہذیب عسقلانی: ۳۰۶/۷۔

تبع تابعین میں سے ایک بہت بڑے ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حرم کعبہ میں رات کے پچھلے پہر لوگ طوافِ خانۂ کعبہ میں مصروف تھے، کچھ لوگ سجدے کررہے تھے اور کچھ عبادت میں مگن تھے، اسی اثنا ایک شخص چہرے پر کپڑا اوڑھے پچھلی رات کے اندھیرے میں مقام ملتزم پر رو رو کر اللہ کے حضور عرض کررہا تھا :

اے میرے مولا! کائنات میں تیری زمین پر ریت کے اتنے ذرّے نہیں جتنے میرے گناہ ہیں......سمندروں میں پانی کے اتنے قطرے نہیں جتنے میرے گناہ ہیں......اور درختوں کے اتنے پتے نہیں جتنے میرے گناہ ہیں۔

اے میرے پروردگار! کائنات میں اوّل سے آخر تک اس قدر عدد تیری مخلوق کا نہیں جتنا عدد میرے گناہوں کا ہے ...... زمین و آسمان کی اتنی وسعت نہیں جتنے میرے گناہ ہیں۔

اے میرے خالق و مالک! اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے تیری بارگاہ میں حاضر ہوں؛ لہٰذا مجھے معاف فرما دے۔

تابعی بزرگ فرماتے ہیں کہ ساری رات بیت گئی اور وہ اللہ کا بندہ دھاڑیں مار مار کر روتا رہا۔اس کی چیخ پکار سن کر ہر شخص کا جگر پھٹا جا رہا تھا۔فضاؤں میں رونے کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی تھی۔ ہر سو سسکیاں تھیں۔فجر کا وقت قریب ہو گیا۔

تابعی بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ شخص غلافِ کعبہ پکڑ کر اس قدر رویا کہ مجھے ترس آ گیا۔مجھ سے رہا نہ گیا اور میں رونے والے کے پاس گیا۔اس کا دامن پکڑا اور عرض کی: مولا! یہ کوئی بڑا گنہ گار اور دکھی شخص ہے۔میں بھی تجھے تیری رحمت کا واسطہ دیتا ہوں اور میں اپنی نیکیاں اس شخص کو دیتا ہوں تو اس گنہ گار کو بخش دے۔

ولی اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص زار و قطار روتا رہا۔بالآخر میں نے اس کا کپڑا پکڑا اور کہا: اے گنہ گار! اپنے گناہوں پر اتنا رونے والے! ذرا کپڑا اہٹا کر چہرہ تو دکھا کہ تو ہے

کون؟ میں بھی اللہ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے بخش دے۔

تابعی فرماتے ہیں کہ جب میں نے کپڑا اُٹھایا تو ساری رات زار وقطار رونے والے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ تھے، ان کو دیکھنے کے بعد مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور میں رو کر عرض کرنے لگا: مولا! اگر ان پاکیزہ خصلتوں کا یہ حال ہے تو ہمارا کیا حال ہوگا!۔

آپ ہی کے حوالے سے ایک واقعہ یوں بھی آیا ہے کہ حضرت امام اصمعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چاندنی رات میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی آواز پردۂ سماعت سے ٹکرائی۔ مجھے تشویش ہوئی کہ ذرا دیکھوں یہ حزن آگیں آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ اتنے میں غلافِ کعبہ پکڑے ہوئے ایک خوبصورت نوجوان پر میری نظر پڑی جو اپنی مناجات میں کہہ رہا تھا :

نـامـت العيون و غارت النجوم و أنت الملك الحي القيوم و قـد غـلـقـت الـملوك أبوابها و أقامت عليها حرسها و حجابها وبـابـك مـفـتـوح للسائلين فيها أنا سائلك ببابك مذنبا فقيرا مسكينا أسيرا جئت انتظر رحمتك يا أرحم الراحمين .

یعنی آنکھیں سو گئیں، اور سر بہ فلک کہکشائیں دھندلی پڑ گئیں۔ اصلاً تو تو زندہ جاوید ہمیشہ رہنے والا بادشاہِ حقیقی ہے، دوسرے عارضی بادشاہوں نے تو اپنے دروازے بھی بند کر دیے، پردے بھی گرا دیے اور ان پر پہرے دار بھی کھڑے کر دیے؛ لیکن تیرا دروازہ تو منگتوں کے لیے ہمیشہ وا رہتا ہے۔ تو یہ دیکھ تیری رحمت و کرم کی آس پر اپنے گناہوں، بے کسی و بے بسی اور مسکینیت کا اعتراف کرتے ہوئے تیرے در دولت پر میں حاضر آ گیا ہوں۔ اے مہربانوں کے مہربان!۔

پھر یہ اشعار گنگنانے لگا۔

يا من يجيب دعاء المضطر في الظلم

يا كاشف الضر و البلوى مع القسم

قد نام وفدى حول البيت و انتبهوا

و أنت يا حي يا قيوم لم تنم

أدعوک ربي و مولاي و مستندي

فارحم بكائي بحق البيت و الحرم

أنت الغفور فجد لي منک مغفرة

و اعف عني يا ذا الجود و النعم

إن كان عفوک لا يرجوه ذو جرم

فمن يجود على العاصين بالكرم

یعنی اے وہ ذات جو عالم بے بسی میں پھنسے لوگوں کی دعائیں قبول کرتی ہے۔
اور خیر و خوبی کے ساتھ کلفت و آفت اور پریشانیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔
خانۂ کعبہ کے گرد طواف کرنے والے لوگ سوئے بھی اور پھر جاگ بھی گئے،
مگر تو تو حی و قیوم ہے، تجھے نیند تو دور رہی اونگھ بھی نہیں آتی۔
اے میرے ماویٰ و مولا پروردگار! حرم و کعبہ کی عظمت کے صدقے میرے
گریہ و بکا پر ترس کھا کر مجھے معاف فرما دے۔
تو بہت بخشش فرمانے والا ہے تو مجھے بھی اپنی بخشش سے حصہ عطا فرما۔ اور اے
نعمت و سخاوتِ بے بہا والے! میری کوتاہیوں کو معاف فرما۔
اگر اہل جرم و خطا تیرے عفو و درگزر کی اُمید نہ رکھیں، تو پھر گنہ گاروں پر اِحسان
و اِکرام کی بخشش کون فرمائے گا!۔

پھر اس نے اپنے سر کو آسمان کی طرف اُٹھا کر عرض کرنا شروع کیا :

یا إلٰهي و سيدي ومولاي إن اطعتک فلک المنة علي و إن عصيتک فبجهلي فلک الحجة علي اللهم فبإظهار منتک علي و إثبات حجتک لدي ارحمني و اغفرلي ذنوبي و لا تحرمني رؤية جدي قرة عيني و حبيبک و صفيک و نبيک محمد صلى الله عليه وآله وسلم .

یعنی اے میرے مولا پروردگار! اگر میں تیری اطاعت بجالاؤں تو یہ تیرا مجھ پر بڑا اِحسان ہے۔ اور اگر تیری نافرمانی کروں تو یہ میری نادانی کے باعث ہے اور تیری حجت مجھ پر قائم ہوگئی۔ اے پروردگار! مجھ پر احسان و انعام کا اظہار فرمانے اور مجھ پر تیری حجت قائم ہو جانے کے صدقے مجھے اپنی رحمت و مغفرت سے سرفراز فرما؛ نیز اپنے حبیب اعظم نبی مکرم اور میرے نورِ چشم جد معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت سے مجھے محروم نہ فرما۔

اس نے پھر اشعار پڑھنے شروع کر دیے۔

ألا أيها المأمول في كل شدة
إليک شكوت الضر فارحم شكايتي

ألا يا رجائي أنت كاشف كربتي
فهب لي ذنوبي كلها واقض حاجتي

فزادي قليل ما رآه مبلغي
على الزاد أبكي أم لبعد مسافتي

أتيت بأعمال قباح ردية
وما في الورى خلق جنى كجنايتي

یعنی اے وہ ذات مصیبتوں کے نزول کے وقت قطعی طور پر جس کی طرف نگاہِ اُمید لگائی جاتی ہے۔ میں نے اپنا دکھڑا تجھی سے سنایا ہے؛ لٰہذا مجھے مراد آشنا فرما۔

مولا! میری اُمید ورجا کے سارے رشتے تیری ہی ذات کے ساتھ اُستوار ہیں، اور تو نے میری مشکلیں بھی آسان فرمائی ہیں؛ لٰہذا میرے جملہ گناہ غلط فرما اور میری منت وضرورت پوری فرما۔

جہاں تک مجھے پتا ہے میرے پاس سرمایۂ اعمال بہت ہی کم ہے۔ اب میں زادِراہ کی قلت پر آنسو بہاؤں یا بُعدِ مسافت پر گریہ کناں ہوں۔

اپنے خستہ وناپسندیدہ اعمال لے کر میں تیری جناب میں آپہنچا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بھری دنیا میں شاید ہی کسی نے میرے سے گناہ کیے ہوں گے۔

ان اشعار کو وہ بار بار دہراتا رہا یہاں تک کہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ میں لپک کر اس کی طرف بڑھا، دیکھا تو وہ (کوئی اور نہیں چشم و چراغِ خانوادۂ نبوت) حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابوطالب تھے۔

میں نے ان کا سرمبارک اپنی گود میں رکھ لیا اور ان کے شدت گریہ وبکا کا سوچ کر میں بھی زاروقطار رونے لگا۔ جب میرے آنسوؤں کا کوئی قطرہ ان کے رخسارِ مبارک پر گرا تو وہ ہوش میں آگئے اور اپنی آنکھیں وا کرتے ہوئے پوچھا: یہ کون ہے جس نے میرے ذکر مولا میں رخنہ اندازی کی ہے؟۔

میں نے عرض کی: آقا میں آپ کا خادم اصمعی ہوں۔ آپ اس قدر گریہ وزاری کیوں فرما رہے ہیں اور رقت وخوف کا یہ عالم آپ پر کیوں طاری ہے، آپ تو اہل بیت نبوت ورسالت سے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی شان میں یہ نہیں فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ٥ (سورۂ احزاب:۳۳/۳۳)

بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اہل بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک ونقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمھیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔

کہتے ہیں کہ جب انھوں نے یہ سنا برابر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے اصمعی! کیا باتیں کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جنت اس کے لیے پیدا کی ہے جو اس کی طاعت وبندگی کرے خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور جہنم اس کے لیے بنائی ہے جو اس کا نافرمان ہو خواہ وہ کوئی قریشی بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلاَ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لاَ يَتَسَآءَ لُونَ o

(سورۂ مومنون: ۲۳/۱۰۱)

''پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان کے درمیان اس دن نہ رشتے (باقی) رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کا حال پوچھ سکیں گے''۔(۱)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی عبادت وریاضت، خوفِ الٰہی اور گریہ وزاری کا ایک منظر تو آپ نے دیکھ لیا، اب ذرا یہ بھی سن لیجیے کہ سفر اور حضر میں کبھی آپ کی نمازِ تہجد قضا نہیں ہوئی اور روزانہ بلاناغہ آپ ایک ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ اپنی زندگی میں آپ نے دومرتبہ اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ اہل مدینہ کے بہت سے غربا ومساکین کے گھروں میں ایسے پوشیدہ طریقوں سے رقم بھجوایا کرتے تھے کہ ان غریبوں کو بھی خبر نہیں ہوتی تھی کہ یہ رقم کہاں سے آتی ہے؟۔ مگر جب آپ کا وصال ہو گیا تو غریبوں کو پتا چلا کہ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سخاوت تھی۔ کثرت آہ وزاری اور گریہ وبے قراری کے باعث ہی امت آپ کو 'زین العابدین' کے نام سے یاد کرتی ہے۔

(۱) تفسیر روح البیان: ۹/۶۲ تا ۶۳......المستطرف فی کل فن مستظرف: ۱/۱۳۳......ثمرات الاوراق: ۱/۱۷۳۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب مجھے ایک اہم ضرورت پیش آئی اور جب میں گھر سے نکلا تو لوگوں نیند کی آغوش میں جا چکے تھے۔ اچانک میرا گزر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (م ۹۴ھ) پر ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مسجد کے اکیلے کھڑے نماز اَدا فرما رہے ہیں۔

میں کچھ دیر کے لیے رُکا اور ان کی عبادت کا یکسوئی سے جائزہ لینے لگا۔ چنانچہ انھوں نے پہلے الحمد شریف مکمل فرمائی پھر سورۂ الھاکم التکاثر کا آغاز کیا۔ جب آخری آیت پر پہنچے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ٥

پھر اُس دن تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

تو رو پڑے اور دیر تک روتے رہے۔ عالم یہ تھا کہ اسی آیت کو بار بار دہراتے اور دلگیر ہوکر اشک ریزیاں فرماتے۔ پھر میں اپنی اہم ضرورت کے لیے چل کھڑا ہوا۔ واپس آکر دیکھتا ہوں تو وہ ابھی تک اسی حال میں مست ہیں۔ زبان سے اسی آیت کریمہ کی تکرار فرما رہے ہیں اور زار و قطار سسکیاں بھر رہے ہیں۔

میں نے دل میں سوچا کہ چلو آج دیکھتے ہیں کہ ان کا یہ حال کب تک رہتا ہے۔ چنانچہ انھیں روتے روتے سپیدۂ سحر نمودار ہوگیا۔ جب صبح ہونے کا اِحساس ہوا تو وہ سیدھے رکوع میں چلے گئے۔ اور میں نے اپنے گھر کا رخ کیا۔

جب وضو کرکے میں مسجد میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا ایک حلقہ لگا ہوا ہے اور وہ مجلس میں بیٹھے درس دے رہے ہیں۔ اور چہرے پر ایسی بشاشت ورعنائی ہے کہ جسے حیطہ بیان میں نہیں لایا جاسکتا، حالانکہ شب بھر وہ بیدار رہ کر محوِ عبادت رہے۔(۱)

---

(۱) موسوعۃ الاخلاق والزہد والرقائق: ۱۰۲۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن مسیّب علیہ الرحمہ (م۹۴ھ) فرمایا کرتے :

أیما رجل قام من اللیل فتوضأ و صلی رکعتین ، إلا تبسم الجبار في وجهه و قال: یا ملائکتي، أشهدکم أني قد غفرت له . (۱)

یعنی جب کوئی شخص رات کی تاریکیوں میں اُٹھتا ہے اور وضو کر کے دو رکعت نماز اَدا کرتا ہے تو اللہ مالک الملک اس کے چہرے کے اندرون سے مسکرا کر فرماتا ہے: اے گروہِ ملائکہ! گواہ رہنا میں نے اسے بخش دیا ہے۔

حضرت ابوعثمان النہدی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعثمان النہدی (م۱۰۰ھ) وقت کے عظیم محدث وفقیہ اور قائم اللیل وصائم النہار ہوئے ہیں۔ حضرت معتمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میرے والد کہا کرتے تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ابوعثمان نے زندگی میں شاید ہی کوئی گناہ کیا ہوگا؛ کیوں کہ ان کی پوری شب قیام وعبادت میں گزرتی اور سارا دن روزے سے ہوتے، اور جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے بے ہوش ہوکر گر پڑتے۔

اہل بیت سے عشق کا اندازہ لگائیں کہ آپ کوفہ میں مقیم تھے؛ لیکن جب حضرت امام حسین کو قتل کر دیا گیا تو آپ کوفہ چھوڑ کر بصرہ چلے آئے اور فرمایا: میں ایسے شہر میں کیسے رہوں جس میں شہزادۂ رسول کو شہید کیا گیا ہے۔ بصرہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی، اور آپ نے ایک سوتیس سال کی عمر پائی۔ (۲)

---

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۴۱/۱۔

(۲) الموسوعۃ العربیۃ العالمیہ...... صفۃ الصفوۃ: ۳۴۹/۱۔

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ

حضرت شہر بن حوشب اشعری شامی (م۱۰۰ھ) روایت کرتے ہیں :

لو أن عبدا بكى في ملأ من الناس لرحموا ببكائه . (۱)

یعنی اگر کوئی شخص لوگوں کے بڑے اِجتماع میں روتا ہے تو اس رونے والے شخص کے آنسوؤں کی برکت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ساروں پر اپنی رحمت کی بھرن برسا دیتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (م۱۰۱ھ) کا معمول تھا کہ وہ رات بھر روتے اور گھر میں گھومتے رہتے اور صبح تک آہ وزاری کرتے۔ بسا اوقات بیہوش ہوکر گر پڑتے۔ وہ بالا خانہ کی چھت پر نماز پڑھتے اور سجدہ میں اتنا روتے کہ کبھی کبھی آنسوؤں کے قطرے بہ کر پرنالے سے گرنے لگتے اور نیچے سوئے ہوؤں پر پڑتے یہاں تک کہ ان کو گمان ہوتا کہ کوئی بادل گزرتا گزرتا ٹپک رہا ہے۔

خراسان کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور نے بیت المقدس جانے کا اِرادہ کیا تو انھوں نے ایک ایسے راہب کے پاس پڑاؤ کیا جہاں حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے بھی پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا: اے راہب! مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کبھی حضرت عمر بن عبدالعزیز میں کوئی عجیب تربات دیکھی ہے؟۔

تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! اے خلیفۃ المسلمین! ایک رات حضرت عمر بن عبدالعزیز

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۱۵ حدیث: ۱۳۔

میرے اس کمرے کی سنگ مرمر سے بنی ہوئی چھت پر تھے اور میں اس کے نیچے گُدی کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک پرنالے سے پانی کے قطرے میرے سینے پر گرنے لگے۔ میں نے سوچا: اللہ کی قسم! نہ میرے پاس پانی ہے اور نہ ہی آسمان سے برس رہا ہے۔ چنانچہ حقیقت حال سے آگاہی کے لیے میں چھت پر چڑھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ عمر بن عبدالعزیز سجدہ ریز ہیں اور اس طرح گریہ وبکا کررہے ہیں کہ آپ کے آنسو پرنالے سے نیچے گررہے ہیں۔(۱)

حضرت حسن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خون کے آنسو روتے دیکھا ہے۔(۲)

حضرت یزید رقاشی ایک مرتبہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمر نے ان سے دریافت فرمایا: یزید! مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ انھوں نے فرمایا: امیرالمومنین! آپ پہلے خلیفہ نہیں ہیں جو مریں گے۔

حضرت عمر نے فرمایا: کچھ اور کہیے۔ فرمایا: اے امیر المومنین! حضرت آدم کے اور آپ کے درمیان آپ کا کوئی جدامجد ایسا نہیں جو رخصت نہ ہوا ہو۔

حضرت عمر نے فرمایا: کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ فرمایا: امیر المومنین! آپ کے اور جنت ودوزخ کے درمیان کوئی منزل نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز بے ہوش ہوگئے۔(۳)

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں ایک اونی جبہ اور طوق ہوتا تھا۔ آپ کے لیے مکان کے درمیان ایک کمرہ مخصوص تھا جہاں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، کسی کو اس کمرے میں آنے کی

---

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱۹۶/۳ حدیث: ۱۶۸۹۔
(۲) الزہد امام احمد بن حنبل: ۲۹۸ حدیث: ۱۶۸۹۔
(۳) احیاء علوم الدین: ۱۸۶/۴۔

اجازت نہ تھی۔ جب رات کا آخری وقت ہوتا تو آپ ٹوکری کو کھولتے اور جبہ پہن کر طوق اپنی گردن میں ڈال لیتے اور طلوعِ فجر تک بارگاہِ الٰہی میں مناجات اور گریہ وزاری میں مشغول رہتے۔ پھر اس جبہ اور طوق کو ٹوکری میں رکھ دیتے۔ ساری زندگی آپ کا یہی معمول رہا۔(۱)

آپ کا معمول تھا کہ عشا کے بعد تنہائی میں مسجد میں کے اندر بیٹھ کر رو رو کر دعائیں کرتے تھے، اور اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی تھی۔ آنکھ کھلتی تو پھر یہی مشغلہ جاری ہو جاتا اسی طرح روتے، دعائیں کرتے اور جاگتے سوتے ساری رات گزر جاتی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رات کے وقت غیر آباد مساجد میں تشریف لے جاتے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتے رہتے۔ جب سحری کا وقت ہوتا تو پیشانی زمین پر رکھ دیتے اور مٹی پر اپنے رخسار ملنے لگتے اور پھر طلوع فجر تک روتے رہتے۔ اسی طرح جب ایک رات اپنی عادت کے مطابق انھوں نے کیا اور پھر جب فارغ ہو کر سر اُٹھایا تو ایک سبز پرچہ ملا جس کا نور آسمان تک پھیلا ہوا تھا اور اس پر تحریر تھا :

هٰذه براءة من النار من الملك العزيز لعبده عمر بن عبد العزيز . (۲)

یعنی خدائے مالک وغالب اللہ کی طرف سے یہ جہنم کی آگ سے براءت نامہ ہے جو اس کے بندے عمر بن عبدالعزیز کو عطا ہوا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاں باقاعدہ مجلس گریہ وزاری منعقد ہوتی تھی۔ رات کو علما جمع ہو کر موت اور قیامت کا ذکر کر کے اس طرح روتے تھے جیسے ان کے سامنے جنازہ رکھا گیا ہو۔ رات بھر جاگ کر موت پر غور وفکر کیا کرتے تھے، اور قبر کی ہولناکیوں کا ذکر

(۱) الروض الفائق فی المواعظ والرقائق: ۲۵۷ تا ۲۵۸ ...... حلیۃ الاولیاء: ۳۲۴/۵ حدیث: ۷۲۶۸۔
(۲) تفسیر روح البیان: ۴۰۲/۸۔

کر کے اکثر بیہوش ہو جاتے تھے۔(۱)

ایک مرتبہ آپ اتنا روئے کہ آپ کا گریہ وبکا دیکھ کر آپ کی رفیق حیات حضرت فاطمہ رو پڑیں، پھر سارے گھر والے رو پڑے اور ایک کہرام بپا ہو گیا۔ جب طوفانِ گریہ کچھ تھما تو آپ کی بہن فاطمہ نے پوچھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اے امیر المومنین! کس چیز نے آپ کو اِتنا رلا دیا۔ بھائی جان! کچھ تو بتائیں کہ آخر ہر رات اس طرح نالہ وشیون کرنے کی وجہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا :

ذکرت یا فاطمة منصرف القوم من بین یدي اللّٰه : فریق في الجنة و فریق في السعیر .

یعنی اے فاطمہ! میں وہ لمحہ یاد کرتا ہوں جب اللہ کے حضور حساب وکتاب (کے لیے پیش ہونے) کے بعد لوگ اب واپس پلٹ رہے ہیں۔ تو کچھ لوگ جنت میں بھیج دیے گئے اور کچھ لوگ دوزخ میں ڈھکیل دیے گئے۔

اتنا کہہ کر آپ نے ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ مجھے یہی بات مار کر کھا رہی ہے کہ مجھے پتا نہیں کہ حضور باری سے پلٹتے وقت میں جنت والوں کی قطار میں ہوں گا یا دوزخ والوں میں ہوں گا۔ پھر اتنا روئے کہ غشی طاری ہو گئی اور آدھا دن گئے تک بے ہوش ہی رہے۔(۲)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیز خاموش بیٹھے تھے جب آپ کے احباب محوِ گفتگو تھے۔ آپ سے عرض کی گئی: اے امیر المومنین! آپ نے چپکی کیوں سادھ رکھی ہے اور حلقہ یاراں میں کلام کیوں نہیں فرماتے؟۔

آپ نے ارشاد فرمایا: میں اہل جنت کے متعلق سوچ رہا ہوں کہ وہ جنت میں کیسے ایک دوسرے کی زیارت کریں گے! اور اہل دوزخ کے بارے میں سوچ رہا ہوں کہ وہ

(۱) الروض الفائق فی المواعظ والرقائق:۲۵۹......تاریخ دمشق:۲۳۹/۴۵......تاریخ الخلفاء:۱۹۱۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ابونعیم:۲۸۷/۲......الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۵۷/۱ حدیث:۵۴......صفۃ الصفوۃ:۲۰۲/۱۔

جہنم میں کیسے چیخے چلائیں گے!!۔ یہ کہہ کر زاروقطار رونے لگے۔(۱)

آپ کے ایک خادم خاص روایت کرتے ہیں کہ میں رات کو اُٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز زاروقطار رو رہے ہیں۔ میں آپ کا گریہ وبکا سن کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یوں ہی وہ ہر رات اس کثرت سے آہ وزاری کرتے کہ میں نیند نہ کرسکتا تھا اور اُن کی حالت پر ساری رات ترس آتا رہتا تھا۔

ایک روز میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! آج رات آپ اتنا روئے ہیں کہ اتنا آپ کو زندگی میں کبھی روتے نہیں دیکھا، اس کی وجہ کیا ہے؟۔

میرا یہ سوال سن کر وہ پھر رونے لگے، اور ہچکی بندھ گئی، آواز تک رندھ گئی کہ ان سے کچھ بولا نہ گیا، جب رونا تھما تو فرمانے لگے :

إني واللّٰه ذكرت الموقف بين يدي اللّٰه .

یعنی خدا کی قسم! مجھے موت اور قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑا ہونا یاد آگیا تھا کہ اعمال کی پیشی کے وقت میرا کیا بنے گا!۔

ابھی اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ تڑپے اور بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے، اور صبح ہونے تک ہوش نہ آیا۔ راوی کہتے ہیں :

فما رأيته بعد ذلك مبتسما حتى مات . (۲)

یعنی پھر میں نے انھیں ان کی وفات کے دن تک ہنستے نہیں دیکھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے پڑوسی حضرت حارث بن زید فرماتے ہیں کہ خدا کی عزت کی قسم! جب رات کی تاریکی پھیل جاتی اور ستارے روشن ہوجاتے تو حضرت عمر بن

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱۸۲/۳ حدیث: ۶۴۔
(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۵۶/۱ حدیث: ۵۳۔

عبدالعزیز مریض کی طرح بے چین و مضطرب ہو جاتے اور غم زدہ انسان کی طرح رونے لگتے۔ گویا میں آپ کو یہ کہتے سن رہا ہوں کہ اے دنیا! تو کیوں میرا پیچھا کرتی ہے یا مجھ میں کیوں دلچسپی لیتی ہے؟ جا، مجھ سے دور ہو جا، کسی اور کو دھوکہ دینا، میں تو تجھے تین طلاق دے چکا ہوں، اب دوبارہ تجھ سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر کم، لذات حقیر اور خطرات زیادہ ہیں۔ ہائے افسوس! زادِ راہ کم، سفر طویل اور راستہ پر خطر ہے۔

حضرت یزید بن حوشب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرات حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز سے بڑھ کر خوفِ خدا رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جہنم ان ہی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عالم یہ تھا کہ جب آپ موت کو یاد کرتے تو آپ کے بدن کے جوڑ جوڑ لرزنے لگتے۔(۱)

ایک مرتبہ اپنے ایک ہم نشیں سے فرمایا: میں رات بھر غور و فکر میں جاگتا رہتا ہوں۔ اس نے پوچھا: کس چیز کے متعلق۔ فرمایا: قبر اور اہل قبر کے متعلق۔ اگر تم مردے کو تین دن کے بعد قبر میں دیکھو تو انس و محبت کے باوجود اس کے پاس جاتے ہوئے خوف زدہ ہو جاؤ گے۔ تم ایک ایسا گھر دیکھو گے جس میں خوش وضع، خوش لباسی اور خوشبو کے بعد کیڑے رینگ رہے ہوں گے، پیپ بہ رہی ہوگی، بدبو پھیلی ہوئی ہوگی اور کفن بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ یہ کہہ کر ہچکی بندھ گئی اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب پانی کا چھڑکاؤ ہوا تب ہوش میں آئے۔

قرآن کریم کی نصیحت و موعظت سے لبریز آیتوں کو پڑھ کر عمر بن عبدالعزیز بے حال اور بے قرار ہو جاتے تھے۔ ایک شب یہ آیت پڑھی:

يَومَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ، وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ o (سورۃ القارعہ:۱۰۱/۴تا۵)

(۱) الروض الفائق فی المواعظ والرقائق: ۲۵۸...... الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳۱۱/۵...... حلیۃ الاولیاء: ۵/ ۳۴۹ حدیث: ۷۳۵۲۔

''(اس سے مراد) وہ یوم قیامت ہے جس دن (سارے) لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔اور پہاڑ رنگ برنگ دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے''۔

تلاوت کرنے کے بعد آپ زور سے چیخے اور اُچھل کر اس طرح گرے کہ معلوم ہوتا تھا دم نکل گیا ہے۔ پھر اس طرح ساکن ہو گئے کہ لگتا تھا ختم ہو گئے ہیں۔ پھر ہوش میں آئے دردناک نعرہ لگا کر کودے، کود کر گھر میں دوڑنے لگے اور کہتے جاتے تھے۔''افسوس اس دن پر جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے''۔ یہ حالت صبح تک قائم رہی، پھر اس طرح گرے کہ مردہ معلوم ہوتے تھے، یہاں تک کہ مؤذن کی آواز نے ہوشیار کیا۔

حضرت مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پیچھے نماز پڑھی، جب وہ اس آیت پر پہنچے :

وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُولُوْنَ ۝ (سورۂ صافات:۳۷/۲۴)

''اور انھیں (صراط کے پاس) روکو، اُن سے پوچھ گچھ ہوگی''۔

تو اس آیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسی کو بار بار دہراتے رہے اور ان کے گریہ وبکا نے انھیں آگے نہ بڑھنے دیا۔(۱)

آپ جب نمازِ فجر پڑھ لیتے تو قرآن حکیم کو اپنی گود میں رکھ لیتے۔ دورانِ تلاوت آپ کے آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر بتر ہو جاتی پھر جب کسی آیت خوف کی تلاوت فرماتے تو بار بار اس کو دہراتے رہتے اور بہت زیادہ رونے کی وجہ سے آپ اس آیت سے آگے نہ بڑھ سکتے اور طلوع آفتاب تک آپ کی یہی کیفیت رہتی۔(۲)

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۹۸ حدیث:۹۳۔
(۲) الروض الفائق فی المواعظ والرقائق:۲۵۸......الطبقات الکبریٰ لابن سعد:۵/۳۱۱۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی :

وَ مَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَ مَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوداً اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۝ (سورۂ یونس:۱۰/۶۱)

اور (اے حبیبِ مکرم!) آپ جس حال میں بھی ہوں اور آپ اس کی طرف سے جس قدر بھی قرآن پڑھ کر سناتے ہیں اور (اے اُمتِ محمدیہ!) تم جو عمل بھی کرتے ہو مگر ہم (اس وقت) تم سب پر گواہ و نگہبان ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو۔

تو اِس شدت سے گریہ و بکا کرنے لگے کہ گھر والوں نے آپ کی آواز سن لی۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ حاضر ہوگئیں اور آپ کے رونے کے سبب خود بھی وہیں بیٹھ کر رونے لگیں۔ پھر ان دونوں کا رونا سن کر سارا گھر آہ وزاری کرنے لگا۔ آپ کے بیٹے عبد الملک نے آکر دیکھا کہ گھر میں ایک کہرام مچا ہوا ہے اور ہر آنکھ نم ہے تو عرض کی: اے ابا جان! کس چیز نے آپ کو رلا دیا ہے؟۔ فرمایا: اے میرے بیٹے! تیرے باپ کی خواہش تھی کہ نہ وہ دنیا کو پہچانے اور نہ ہی دنیا اس کو پہچانے؛ لیکن اللہ کی قسم! اب تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جہنمیوں میں نہ ہو جاؤں۔(۱)

حضرت محمد بن ابی الحارث ثقفی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو سجدۂ اولیٰ سے سر اُٹھاتے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے دوسرا سجدہ اتنی دیر کے بعد کیا جتنے میں آسانی سے بیس آیتیں پڑھی جا سکتی تھیں۔ پھر جب انھوں نے اپنا سر اُٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ان کے گالوں سے بے تحاشا آنسوؤں کی لڑیاں گر رہی ہیں۔ پوچھا گیا: کیا وہ کوئی نفل نماز ادا کر رہے تھے۔ فرمایا: ہاں، میں نے مکہ معظّمہ کے اندر یہ منظر دیکھا تھا۔(۲)

(۱) الروض الفائق فی المواعظ والرقائق:۲۵۸......موسوعۃ لابن ابی الدنیا:۳/۱۸۷۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۱۳۳ حدیث:۱۲۵۔

عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا نوجوان و پاکباز بیٹا عبدالملک بھی شب خیزی، اشک ریزی، رقت قلبی، تقویٰ و پاکیزگی اور خشیت الٰہی میں باپ کے نقش قدم پر گامزن تھا۔ تھا تو یہ جوان تاہم عقل و دانش اور فہم و فراست میں بوڑھوں کو بھی مات کرتا تھا۔

عبدالملک کا چچازاد بھائی عاصم بیان کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ دمشق گیا اور وہاں اپنے چچیرے بھائی عبدالملک کے پاس ٹھہرا۔ ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ہم نے عشا کی نماز پڑھی اور سونے کے لیے دونوں اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئے۔

عبدالملک نے چراغ گل کر دیا۔ ہم دونوں نے اپنی آنکھیں نیند کے حوالے کیں۔ جب آدھی رات کو میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ عبدالملک اندھیرے میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہا ہے :

اَفَرَاَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ . ثُمَّ جَآءَ هُمْ مَا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ . مَا اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ o (سورۂ شعراء:۲۶/۲۰۵-۲۰۷)

بھلا بتایئے اگر ہم انہیں برسوں فائدہ پہنچاتے رہیں، پھر ان کے پاس وہ (عذاب) آ پہنچے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ (تو) وہ چیزیں (ان سے عذاب کو دفع کرنے میں) کیا کام آئیں گی جن سے وہ فائدہ اٹھاتے رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ وہ دل کو ہلا دینے والی گڑگڑاہٹ اور آہ وزاری کے ساتھ بار بار اس آیت کی تلاوت و تکرار کر رہا ہے اور زار و قطار روئے جا رہا ہے۔ جب میں نے محسوس کیا کہ یہ آہ وزاری اس کا کام تمام کر دے گی، تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے قدرے اونچی آواز سے لا الٰہ الا اللہ والحمدللہ کہا۔

میں نے یہ جملہ اس انداز میں کہا جیسے کوئی نیند سے بیدار ہوتے وقت کہتا ہے۔ میری نیت یہ تھی کہ وہ میری آواز سن کر رونا بند کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب اس نے میری آواز سنی، وہ خاموش ہو گیا، اور ایسی چپ سادھ لی جیسے وہ کمرے میں موجود ہی نہیں۔

حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ

حضرت مسلم بن یسار (م ۱۰۱ھ) کا پایۂ علم وورع اپنے معاصرین میں منفرد ہے۔ کئی ایک صحابہ کرام سے شرف ملاقات حاصل ہے۔آل محمد بن سیرین میں سے ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے جامع مسجد میں مسلم بن یسار کو سجدے سے سر اُٹھاتے ہوئے دیکھا جب ان کی جاے سجدہ پر نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی کثرتِ گریہ وزاری کے باعث آنسو زمین پر پانی کی طرح بہہ رہے تھے۔(۱)

ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، آپ کے بغل ہی میں آگ لگ گئی، مگر حضوری کا یہ عالم تھا کہ انھیں پتا بھی نہ چلا حتیٰ کہ آگ خود بخود بجھ گئی۔(۲)

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مسلم ابن یسار کو ان کے اِنتقال کے ایک سال بعد خواب میں دیکھا۔جب سلام کیا تو انھوں نے مجھے جواب سے محروم رکھا۔میں نے پوچھا: پس مرگ تم پر کیا بیتی؟ تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور کہنے لگے: میں بڑی بڑی دہشتوں اور شدید قسم کے جھٹکوں سے دوچار ہوا۔

میں نے پوچھا: اس کے بعد پھر کیا ہوا؟۔کہا: کریم سے کرم کے سوا اور کس چیز کی توقع رکھی جاتی ہے!،اس نے ہماری نیکیوں کو شرفِ قبول عطا کر کے ہماری برائیوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹادیا، اور ہمارے درجات بھی بلند کردیے۔(۳)

---

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۵۹۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۶۰۔

(۳) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح:۱/۱۱......المجالسہ وجواہر العلم:۱/۳۶......صفۃ الصفوۃ: ۱/۳۶۰۔

حضرت خالد بن معدان کلاعی

حضرت خالد بن معدان کلاعی حمصی (م۱۰۴ھ) - جو ہر دن چالیس ہزار تسبیح پڑھا کرتے تھے- روایت کرتے ہیں :

ما بکی عبد من خشیة اللّٰه إلا خشعت لذلک جوارحه و کان مکتوبا في الملأ الأعلیٰ باسمه و اسم أبیه منورا قلبه بذکر اللّٰه .(۱)

یعنی جو شخص اللہ رب العزت کی خوف وخشیت میں روئے اور اس کے رونے کی وجہ سے اس کے سارے اعضاے بدن بھی خستگی آجائے ، اس کے وجود میں رقت ونرمی کی کیفیت پیدا ہو جائے اور اس کے حال میں تغیر آجائے تو ملأ اعلیٰ میں حکم ہوتا ہے کہ اس کا نام اس کے باپ کے نام کے ساتھ ملا کر لکھ لو کہ اس کا دل میری یاد سے منور ہے۔

حضرت ابوقلابہ عبداللہ بن زید

ایک روز حضرت ابوقلابہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ (م۱۰۴ھ) نے اپنے اہل مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

یا إخوتاه ألا تبکون شوقا إلی اللّٰه؟ ألا إنه من بکی شوقا إلی سیده لم یحرمه النظر إلیه، یا إخوتاه ألا تبکون خوفا من النار؟ ألا إنه من بکی خوفا من النار أعاذه اللّٰه منها، یا إخوتاه أ لا تبکون خوفا من العطش یوم القیامة؟ ألا إنه من بکی خوفا من ذلک سقي علی رء وس الخلائق یوم القیامة، یا إخوتاه ألا

(۱) العبر فی خبر من غبر :۲۲/۱......الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۱۷ احدیث:۱۵۔

تبكون .... ثم جعل يبكي حتى غشي عليه .(۱)

یعنی اے میرے بھائیو! اللہ کے شوقِ ملاقات اور اس کی طلب دیدار میں کیوں نہیں روتے۔ خدا کی قسم جو اللہ کی محبت اور اس کی طلب دیدار میں روئے گا اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرم فرمانا اپنے اوپر واجب کرلے گا۔

اے میرے ہم مجلسو! تم دوزخ کی آگ سے ڈر کر کیوں نہیں روتے؟ خدا کی قسم جو شخص دوزخ کی آگ کے ڈر سے روئے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے آتش جہنم سے محفوظ رکھے گا۔

اے میرے ہم نشینو! قیامت کے دن کی پیاس کو یاد کرکے تم کیوں نہیں روتے؛ کیوں کہ جو شخص (اس) قیامت کے دن کی پیاس سے ڈر کر روئے گا (جس دن پینے کو کچھ نہ ملے گا، سوا نیزے پر سورج ہوگا، پسینہ انسانوں کے کانوں تک چڑھا ہوگا، اور سرزمین محشر تپ رہی ہوگی) تو اس کو قیامت کے دن ساری مخلوق کی آنکھوں کے سامنے اسے بھر بھر کے جام پلایا جائے گا اور اس کی تشنگی شوق کا اہتمام کیا جائے گا۔ (اس طرح وہ ایک ایک چیز کا ذکر کرکے اہل مجلس سے کہتے رہے) لوگو! تم کیوں نہیں روتے۔ پھر خطاب کرتے کرتے وہ خود بے تحاشہ رو پڑے اور اتنا روئے کہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔

حضرت طاؤس بن کیسان یمنی

حضرت طاؤس علیہ الرحمہ (م ۱۰۶ھ) کبارِ تابعین میں ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں نے پچاس صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ ان کا عالم یہ تھا کہ رات کو اپنا بستر بچھاتے اور صبح تک اس پر کروٹیں لیتے رہتے اور بالکل نہ سوتے۔ بسا اوقات نمازِ عشا سے صبح تک

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/ ۲۷ حدیث: ۲۵۔

ٹکٹکی باندھے کھڑے رہتے اور کئی مرتبہ سر نیچے کیے فجر تک بیٹھے رہتے اور کلام نہ کرتے۔ نیز فرماتے: جہنم کے ذکر نے اہل عبادت کی آنکھوں سے نیند چھین لی ہے۔

حضرت عبدالمنعم بن ادریس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت وہب بن منبہ اور حضرت طاؤس یمانی نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز اَدا فرمائی۔(۱)

حضرت حسن بصری

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ (م ۱۱۰ھ) بہت زیادہ گریہ وزاری کرتے تھے۔لوگوں نے آپ سے کثرتِ گریہ کا سبب دریافت کیا اور کہا کہ آپ تو خود وقت کے بڑے بزرگ اور صاحب تقویٰ ہیں آپ کو اِس قدر رونے کی کیا ضرورت ہے؟۔

فرمایا: اس دن کے خیال سے روتا ہوں جس دن اگر مجھ سے کوئی ایسی خطا سرزد ہوگئی جس پر اللہ تعالیٰ مجھے فرمادے اے حسن! ہم تیری ساری طاعت وعبادت کو رد کرتے ہیں۔ جا ہماری بارگاہ میں تیری کوئی وقعت نہیں، اس خوف سے میرا دل لرزاں وترساں رہتا ہے۔

حضرت حسن بصری ایک مرتبہ رات کو اپنے گھر کی چھت پر اِتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں کے چند قطرات پَر نالے سے بہ کر نیچے ٹپک پڑے اور باہر ایک گزرتے ہوئے شخص کے اوپر جا پڑے، اس نے پوچھا: گھر والو! یہ تو بتاؤ کہ یہ پانی کیسا ہے؟ آپ نے آواز دے کر زور سے فرمایا: اے شخص! جا کر کپڑے دھل لینا یہ ایک بڑے سیاہ کار کے ناپاک آنسو ہیں۔

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۴۳۔

آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کی عشق الٰہی میں یہ حالت ہوچکی تھی کہ تم انھیں دیکھ لیتے تو دیوانہ سمجھتے؛ مگر تمہاری حالت یہ ہوچکی ہے کہ اگر وہ تمھیں دیکھ لیتے تو تمہیں مسلمان بھی تصور نہ کرتے۔

پھر آپ نے فرمایا: وہ تو برق رفتار گھوڑوں پر سوار آئے اور چلے گئے۔ اور ہم ایسے زخم خوردہ خچروں پر پیچھے رہ گئے جو زخمی کمر کی وجہ سے چلنے پر بھی قادر نہیں!۔

خشیت الٰہی اور رقت وبکا میں ان کا اپنا حال یہ تھا کہ یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ جب بھی حضرت حسن آتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ اپنے کسی قریبی عزیز کو دفن کرکے آرہے ہیں۔ پھر جب بیٹھتے تو یوں لگتا کہ ایسے قیدی ہیں جس کی گردن مارے جانے کا حکم ہو چکا ہو اور دوزخ کا ذکر سنتے یا کرتے تو یوں لگتا جیسے شاید دوزخ انہی کے لیے بنائی گئی ہو۔

آپ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز جہنم کا ذکر کرتے کرتے آپ رو پڑے اور فرمایا:

یخرج من النار رجل بعد ألف عام، ثم غلب علیه البکاء ثم قال: یا لیتني أکون ذلک الرجل . (۱)

یعنی ایک شخص کو ہزار سال کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا۔ پھر آپ اور زیادہ پھوٹ کر رونے لگے اور فرمایا: کاش! وہ شخص میں ہی ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے، پوچھا گیا:

یا أبا سعید ما یبکیک؟ فقال: خوفا من أن یطرحني في النار و لا یبالي . (۲)

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۳۱۔
(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۳۰۔

یعنی اے ابوسعید! آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: محض اس خوف سے کہ کہیں وہ مجھے آتش جہنم میں نہ ڈال دے اور اسے کوئی پروا بھی نہ ہو۔

امام شعبی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم نے مکہ معظّمہ میں حسن بصری کو تنہائی میں دیکھا۔ آپ اپنے کمرے میں تنہا قبلہ رخ ایک عجیب عالم میں رو رو کر کہہ رہے تھے۔ اے ابن آدم! تو نیست تھا پھر ہست کیا گیا۔ تو نے مانگا تجھ کو دیا گیا لیکن جب تیری باری آئی اور تجھ سے مانگا گیا تو تو نے اِنکار کردیا۔ افسوس تو نے کتنا بُرا کام کیا۔ یہ کہہ کر روتے روتے بے ہوش ہوجاتے، پھر ہوش میں آتے اور یہی کلمات دہراتے۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ یہ رنگ دیکھ کر ہم واپس لوٹ آئے اور سمجھ گئے کہ اس وقت شیخ کسی اور عالم میں ہیں!۔

حضرت ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت مالک بن دینار کی معیت میں حضرت حسن بصری کے پاس گیا۔ ہم نے دیکھا کہ مجلس میں ایک شخص آپ کے پاس بیٹھ کر سورۂ والطّور کی تلاوت کررہا ہے۔ جب قاری اس آیت پر پہنچا:

إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَا لَـهُ مِنْ دَافِعٍ o (سورۂ طور: ۵۲/۷تا۸)

’’بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہوکر رہے گا۔ اسے کوئی دفع کرنے والا نہیں‘‘۔

تو حضرت حسن بصری زاروقطار رونے لگے، ساتھ میں آپ کے ہم مجلس بھی رو پڑے، اور حضرت مالک بن دینار نہ صرف روئے بلکہ تڑپتے تڑپتے بے ہوش ہوگئے۔(۱)

یوں ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ سورۂ طور کو شروع سے مالہ من دافع تک پڑھ کر اس قدر روئے کہ نڈھال ہوگئے اور کوئی بیس دن تک

(۱) تفسیر قرطبی: ۱۷/۶۲۔

لوگ ان کی عیادت کے لیے آتے رہے۔(۱)

حضرت حسن بصری آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

لو بکی عبد من خشية الله لرحم من حوله و لو كانوا عشرين ألفا . (۲)

یعنی جو شخص اللہ کے خوف وخشیت میں روئے (اور اس میں ریاکاری کا کوئی دخل نہ ہو بلکہ قلب و باطن کی رقت کے باعث وہ گریہ وبکا نکلے) تو اس کے اِرد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر اللہ کی رحمت برسائی جاتی ہے اور سبھوں کو رحمت الٰہی سے حصہ ملتا ہے خواہ اس کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کی تعداد بیس ہزار تک کیوں نہ چلی جائے۔

حضرت ابومیمون البراد بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔آپ نے فرمایا :

رطّب لسانک بذکر الله و ند جفونک بالدموع من خشية الله ...(۳)

یعنی بیٹے نصیحت صرف یہ ہے کہ اپنی زبان کو ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رکھ۔اور اپنے گالوں کو ہمیشہ اللہ کی یاد میں گرنے والے آنسوؤں سے بھیگا ہوا رکھ۔

یعنی تیری آنکھوں سے ہمہ وقت خشیت مولا کے اشک گرتے رہیں اور تیری زبان پر سدا اس کا ذکر جاری رہے اس سے بڑی کوئی نصیحت نہیں جو تجھے دنیا اور آخرت میں کام آئے۔

(۱) تفسیر روح المعانی:۱۹/۴۲۷۔ (۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۵۴۔

(۳) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۲۱ حدیث:۱۹۔

حضرت حمزہ اعمیٰ کہتے ہیں کہ میری والدہ مجھے لے کر حضرت حسن بصری کی بارگاہ میں گئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے، میری دلی خواہش ہے کہ آپ کی صحبت میں رہے اور آپ کی سنگت اپنائے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے تصدق اللہ اس کے لیے خیر و نفع کے دروا فرما دے گا۔

والدہ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں اور میں حضرت حسن بصری کی شاگردی میں آ گیا۔ اب جب بھی میں سبق کے لیے اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تو ان کو روتا ہی ہوا پاتا۔

میں نے ایک روز عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے کیوں کہ میں یہاں تربیت کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا :

بیٹے! حسنِ آخرت کو پانے کے لیے غم کو اپنے اوپر لازم کر لے؛ کیوں کہ آخرت غمزدوں کا مقدر ہے۔

نیز فرمایا کہ جب تجھے خلوت اور تنہائی کی ساعتیں میسر آئیں تو رویا کر۔ شاید تیرے رونے سے تیرا مولا تیری طرف متوجہ ہو جائے۔ اور جب اس کا دھیان تیری سمت ہو جائے تو سمجھ کہ تو اس کی رحمتوں کا مرکز بن گیا اور کامیابی تیرا نصیب بن گئی۔

اس دن مجھے یہ نصیحت فرما دی اور میں نکل کر چلا گیا۔ اگلے دن جب پہنچا تو دیکھا کہ پھر وہی آہ و بکا جاری ہے، اور رو رو کر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں۔ میں جب طلبہ کے ساتھ جاتا تب بھی رو ہی رہے ہوتے۔ حتیٰ کہ ہم نے انھیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو نماز کی حالت میں بھی انھیں روتا ہوا پایا۔

مجھ سے رہا نہ گیا اب میں نے جرأت کر کے ان سے پوچھ ہی لیا کہ اے حسن بصری! یہ بتائیں کہ آپ اتنا روتے کیوں ہیں، جب ہم آتے ہیں خلوت و جلوت میں آپ کو روتا پاتے ہیں۔ تو آپ نے روتے ہوئے جواب دیا :

یا بني فما یصنع المؤمن إذا لم یبک؟ یا بني إن البکاء داع إلی الرحمة .

یعنی میرے بیٹے! مجھے بتا کہ ایک مومن بھلا روئے نہ تو اور کیا کرے؛ کیوں کہ مومن اللہ کی رحمت کا طلب گار ہے، اور گریہ وزاری اللہ کی رحمت کو آواز دیتی ہے؛ لہٰذا اللہ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ گریہ وبکا ہے۔

اب اس نے کہا کہ پھر مجھے کچھ نصیحت کیجیے، فرمایا :

إن استطعت أن لا تکون عمرک إلا باکیا فافعل ...(۱)

یعنی بیٹا میری نصیحت بس یہی ہے کہ اگر ہو سکے تو ساری عمر تم روتے رہنا؛ کیوں کہ اللہ کی بارگاہ میں رونے سے بڑھ کر کوئی اور عمل محبوب نہیں ہے۔

یعنی بیٹے! جو لوگ اس زندگی میں خوب رو لیتے ہیں انھیں قیامت کے دن ہنسایا جائے گا۔ اور جو یہ زندگی ہنستے کھیلتے گزار دیتے ہیں انھیں قیامت کے دن رلایا جائے گا۔

حضرت حصین بن قاسم روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالواحد بن زید کو یہ فرماتے سنا کہ اگر کبھی تم حضرت حسن بصری کو آتے ہوئے دیکھ لیتے تو ان کی نمناک حالت تمھیں رونے پر مجبور کر دیتی، اور تمھیں ان سے بات کرنے کا یارا نہ ہوتا۔ اور وہ کون ہے جسے حسن بصری کو دیکھ کر رونا نہ آیا ہو؟ اور انھیں دیکھ کر وہ خود کو گریہ وبکا کرنے سے باز رکھ سکا ہو؟؟۔ یہ کہہ کر حضرت عبدالواحد بن زید زار وقطار رو پڑے۔(۲)

حضرت معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت حسن بصری کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: اے ابوسعید! یہ بتائیں کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول ومحبوب عمل کیا ہے؟۔ فرمایا:

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۳۹ حدیث: ۳۷۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۲۵۳ حدیث: ۲۳۸۔

نیم شبی کی خلوتوں میں اُٹھ کر نماز اَدا کرنا، اور یادِ مولا میں محو ہو جانا جب کہ دیگر لوگ نیند کے مزے لے رہے ہوں۔(۱)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی میں کچھ ایسے لوگوں سے ملاقات کرنے اور ان کی صحبتوں میں رہنے کا موقع ملا ہے جو دنیا مل جانے پر ایک ذرا خوش نہ ہوتے، اور دنیا ہاتھ سے چلی جانے پر ایک ذرا غم نہ کرتے تھے۔

عالم یہ تھا کہ ان کی آنکھیں خواب نا آشنا تھیں۔ پچاس یا ساٹھ سال ان کی عمریں ہوتیں، مگر یہ پوری زندگی وہ ایک کپڑے میں نہایت سادگی کے ساتھ گزار دیتے۔ اپنے اور زمین کے درمیان کسی آڑ کو روا نہیں رکھتے تھے۔ گھر میں کھانا بنانے کا کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا۔ رات کی سیاہی جیسے ہی پھیلتی، وہ اپنے پاؤں کے بل سراپا قیام بن جاتے۔ ان کے چہرے بچھ جاتے، گالوں کی وادیاں اشکوں کی برسات سے جل تھل ہو جاتیں، ٹوٹ کر اپنے رب کے حضور مناجات کرتے۔ نیک کام کی انجام دہی پر شکرِ مولا بجالاتے اور اللہ سے اس کی قبولیت کے سوالی ہوتے۔ کوئی برائی کر بیٹھتے تو رب سے عفو و درگزر کی بھیک مانگتے۔ بس یہی اُن کا طرزِ حیات، اور زندگی گزارنے کا رنگ و آہنگ ہے۔ تو قسم بخدا! ایسے (خدارسیدہ) لوگ بھی اگر گناہوں سے بچے اور ان سے نجات یافتہ ہوئے تو بس اللہ کی مغفرت و بخشش کی بنیاد پر- اللہ ایسوں پر سدا اپنی رحمتیں نازل فرمائے-(۲)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ کے ہاتھوں پر عباس نامی ایک بڑے گنہ گار نوجوان نے توبہ کی۔ پھر توبہ شکنی کر بیٹھا۔ اس نے اپنی زندگی میں سینکڑوں بار توبہ کی اور توڑی۔

جب عمر کی آخری منزل میں پہنچا اور موت کا وقت قریب آ گیا تو اپنی ماں سے عرض

(۱) التہجد وقیام اللیل ابن ابی الدنیا:۱۳/۱ حدیث:۱۱۔
(۲) احیاء علوم الدین:۳۱۹/۳......ایقاظ الہمم شرح متن الحکم:۲۱۲/۱۔

کیا کہ مجھے شیخ کے پاس لے چلو تا کہ ان کے ہاتھوں پر تجدید توبہ کرلوں، ممکن ہے اللہ دمِ رخصت کی توبہ قبول فرمالے۔

بوڑھی ماں شیخ کے پاس آئی، اور سلامِ نیاز کے بعد عرض کیا: میں عباس کی ماں ہوں، وہ جانکنی کے عالم میں ہے، اور آپ کے دست حق پر تجدید توبہ کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا: بوڑھی ماں! آپ چلی جائیں، مجھے ایسے شخص سے کوئی سروکار نہیں جس نے بار بار توبہ شکنی کی ہو، چنانچہ پلکوں پہ اشکوں کے موتی سجائے ہوئے وہ لوٹ گئیں اور کہا: اے عباس! تیرا بیڑا غرق ہو۔ محض تیرے شامت اعمال کی بنیاد پر شیخ نے تیرے پاس آنے سے انکار کردیا ہے۔

یہ سن کر نوجوان نے بارگاہِ الٰہی میں اِلتجا کی کہ میرے آقا و مولا! شیخ نے تو ہمیں ٹھکرادیا ہے؛ مگر تو ہم سے تعلق نہ توڑنا، اور اپنی رحمتوں سے ہمیں نا اُمید نہ کرنا۔ پھر اپنی ماں سے عرض کیا: جب میں مرجاؤں تو اپنا پاؤں میرے چہرے پر رکھ کر میری گردن کو ایک رسی سے کس دینا، اور مجھے کوچہ و بازار میں یہ کہتے ہوئے گھسیٹتی رہنا کہ ''اللہ کے نافرمانوں کا یہی انجام ہوتا ہے''۔ شاید مجھے اس حال میں دیکھ کر اللہ کو رحم آجائے اور وہ مجھ پر فضل و کرم فرمادے۔

(ماں کہتی ہے کہ) میں نے ہمت کرکے جب اپنے پاؤں کو اُس کے چہرے پر رکھنا چاہا تو غیب سے ایک آواز آئی:

لا تضعي قدمک موضع السجود، و اعلمي أن اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ قد غفر لہ و أعتقہ من النار . (۱)

یعنی اپنے قدم کو اس بندے کے جائے سجدہ پہ رکھنے کی ہمت نہ کرنا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی بخشش کرتے ہوئے اسے آتش جہنم سے آزاد فرمادیا ہے۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۲۸/۱۔

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ نے ''اسرار الاولیاء'' میں نقل فرمایا ہے کہ ایک جوان عابد شب زندہ دار تھا، جس کی پوری زندگی تقویٰ وطہارت کا آئینہ دار رہی؛ لیکن ساری ساری رات عبادت ومناجاتِ الٰہی میں بسر کر دینے والے اس شخص کے خوف وخشیت کا یہ عالم تھا کہ دمِ نزع اس نے اپنی ماں سے وصیت کی کہ ماں! میرا ابلاوا اَب آ گیا ہے، میری آپ سے تین درخواستیں ہیں، کیا آپ وعدہ کرتی ہیں کہ میری وہ خواہشیں آپ پوری کر دیں گی، ماں کی مامتا نے بیٹے کو عالم نزع میں دیکھ کر بے ساختہ وعدہ کر لیا۔

بیٹے نے کہا: ماں! میری پہلی درخواست یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرے گلے میں رسی ڈال دینا، اور گھر کے چہار اَطراف میں مجھے گھسیٹتے ہوئے کہنا کہ یہ وہ شخص ہے جو زندگی بھر اللہ کی عبادت سے روگرداں رہا، اور مولا کی یاد سے غافل رہا، تو ایسے لوگوں کا حشر یوں ہوتا ہے۔ دوسری درخواست یہ ہے کہ میرا جنازہ رات کو اُٹھانا کہ کہیں لوگ اِشارہ کر کے طعنہ دیں کہ گنہ گار کا جنازہ جا رہا ہے، دیکھو اس کا حشر کیا ہوتا ہے۔ اور تیسری درخواست یہ ہے کہ جب میں دفن کر دیا جاؤں تو آپ میری قبر پر کچھ دیر کھڑی رہنا، نکیرین حساب کے لیے آئیں گے، مجھے علم ہے کہ مجھے عذاب ہوگا مگر شاید آپ کے کھڑے رہنے سے آپ کے قدموں کے تصدق سے مجھ سے عذاب اُٹھ جائے اور اس میں کچھ تخفیف ہو جائے۔

ماں نے تینوں وعدے کر لیے، روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حسب وعدہ ماں نے رسی اُٹھالی اور لرزتے ہاتھوں اس کے گلے کے قریب پہنچی۔ ابھی رسی گلے میں جانے بھی نہ پائی تھی کہ غیب سے آواز آئی: اے خاتون! رُک جا، جس کے گلے میں تو رسی ڈالنے کے لیے بڑھ رہی ہے، تجھے کیا خبر کہ یہ ہمارا عاشق تھا۔ یہ جو کچھ تم سے کہہ گیا وہ تو اس کی حالت خوف وخشیت تھی۔ اے خاتون! تو اسے گھسیٹنے کا انتظام کر رہی ہے، اور نہ معلوم کتنے ہزار فرشتے اس کی روح کو پورے اہتمام وشان کے ساتھ عرشِ معلیٰ پر لیے جا رہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا یہ بتائیں کہ تہجد گزاروں کے چہرے

اس قدر روشن اور درخشاں کیوں ہوتے ہیں؟۔فرمایا: اس لیے کہ نیم شبی کی خلوتوں میں وہ اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو پروردگار ان پر اپنی نورانیت کا جلوہ بکھیر دیتا ہے۔(۱)

حضرت محمد بن سیرین

حضرت محمد بن سیرین (م۱۱۰ھ) فضل وکمال اور فقہ وورع کی جس منزل پر فائز ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ساتھ ہی عالم یہ تھا کہ رات کی تاریکی پھیلتے ہی گھر کے ایک کونے میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے اور رکوع وسجود کی بہاروں میں قافلہ شب گزار دیتے۔ قرآن کی تلاوت بڑی ہی وارفتگی کے انداز میں کرتے اور خشیت مولیٰ سے دل اور آنکھوں سے آنسو بہاتے، روتے روتے ان کی ہچکی بندھ جاتی، جس سے گھر والوں اور قریبی پڑوسیوں کو خطرہ لاحق ہوجاتا کہ کہیں کہ یہ اسی آہ وزاری میں اللہ کو پیارے نہ ہوجائیں۔

حضرت ہشام بن حسان فرماتے ہیں کہ شب کی خلوتوں میں اُٹھ کر عبادتیں کرنا حضرت محمد بن سیرین کا معمول تھا۔ میں نے اکثر رات گئے ان کے رونے اور گریہ وزاری کرنے کی آواز سنی ہے۔آپ رمضان کی پوری پوری راتیں یوں ہی قیام کی حالت میں گزار دیتے تھے۔(۲)

حضرت محمد بن سیرین بہت ہی ہنس مکھ اور پر مذاق انسان تھے؛ لیکن دل کی گدازی اور خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ خلوت میں اُن کی آنکھیں اشک بار رہتی تھیں۔

حضرت امام باقر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم

حضرت امام باقر محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (م۱۱۸ھ) رات گئے اُٹھتے اور اوراد ووظائف سے فارغ ہوکر بلند آواز سے یوں مناجات کرنا شروع کردیتے تھے:

(۱) غذاء الالباب فی شرح منظومۃ الآداب: ۱۰۴/۴۔ (۲) صفۃ الصفوۃ: ۳۶۱/۱۔

اے میرے اللہ! رات آگئی...... دنیا والوں کی بادشاہی ختم ہوگئی...... آسمان پر ستارے نکل آئے......خلقت خوابِ غفلت میں کھوگئی......آنکھیں بند ہوگئیں، آوازیں گم ہوگئیں......لوگ اہل دنیا کی بارگاہوں سے اُٹھ کر چل دیے...... بنواُمیہ بستر اِستراحت پر چلے گئے......اپنی قیمتی اَشیا محفوظ کرلیں...... اپنے دروازے بند کرلیے......نگہبان اور پہرے دار مقرر ہوگئے......حاجت منداُن کے دروازے چھوڑ کر جاچکے۔

اے باری تعالیٰ! تو زندہ اور قائم ہے، دیکھنے والا اور جاننے والا ہے...... سونا اور اونگھنا تیری ذات پاک سے بعید تر ہے، جو یہ نہیں سمجھتا ہے وہ کسی نعمت کے قابل نہیں۔

اے مالک ومولا! ایک چیز تجھے دوسری چیز سے غافل نہیں کرتی......تیری بقا شب وروز کے تغیر سے بالاتر ہے...... جو بھی دعا کرے تیرے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں...... تیری توصیف کرنے والے پر تیرے خزانے کھلے ہیں...... جو سوالی تیرے در پر آتا ہے کبھی خالی نہیں جاتا...... جو دعا کرتا ہے کبھی مایوس نہیں لوٹتا۔

اے خداوند قدوس! جب مجھے موت اور قبر کے حساب کا خیال ہو تو کون سی مسرت مجھے اپنا سکتی ہے...... جب ملک الموت میرے سامنے ہو تو میں دنیا کی کون سی منفعت کی آرزو کرسکتا ہوں...... میں ہر چیز تیری ذات پاک سے مانگتا ہوں تو واحد و لاشریک ہے...... تیری جناب میں دعا ہے کہ بوقت مرگ سکونِ بے عذاب عطا فرما اور بروزِ حساب راحتِ بے عذاب مرحمت فرما۔

آپ اس طرح دعائیں کرتے جاتے اور آنکھیں ٹپ ٹپ برستی جاتیں۔

ایک شب آپ کے کسی کفش بردار نے پوچھا: اے میرے اور میرے آباؤ اجداد کے سردار! یہ شب خیزی اور اشک ریزی کب تک؟۔فرمایا: اے دوست! حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک یوسف گم ہوگیا تھا تو وہ اس قدر روئے کہ ان کی بصارت ہی جاتی رہی اور آنکھیں سفید ہوگئیں۔ جب کہ میرے اٹھارہ آدمی میرا باپ امام حسین اور شہدائے کربلا گم ہوگئے ہیں۔تو بھلا بتاؤ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بالمقابل مجھے اپنے اقارب کے ہجر وفراق میں کتنا رونا چاہیے!۔(۱)

یہ مناجات عربی زبان میں بہت فصیح ہے، بخوفِ طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا۔

حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم

حضرت علی بن عبداللہ (م۱۱۸ھ) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہر دن ہزار سجودِ نیاز لٹاتے تھے جس کے باعث ''سجاد'' ان کے نام کا حصہ بن گیا تھا۔(۲)

حضرت ثابت بنانی

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ (م۱۲۳ھ) کا معمول تھا کہ آپ ہر روز تین سو ساٹھ رکعتیں اَدا کیا کرتے۔ پچاس سال تک مسلسل آپ نے قیام لیل فرمایا اور اس کی صبح میں یہ دعا کیا کرتے تھے :

اللّٰھم إن کنت أعطیت أحدا الصلوٰۃ في قبرہ فأعطني ذلک .

یعنی اے پروردگار! اگر تجھے کسی کو اس کی قبر میں نماز پڑھنے کا حق دینا ہو تو (بہتر ہے کہ اس کے بدلے) وہ حق مجھے اس دنیا ہی میں عطا کردے۔

(۱) کشف المحجوب مترجمہ علامہ فضل الدین گوہر:۱۴۸تا۱۴۹......المجالسۃ وجواہر العلم:۱۵۱/۱۔
(۲) العبر فی خبر من غبر:۲۷/۱......الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح:۳/۱۔

ان کی صحبت میں رہنے والے کسی راز داں نے ان کے تعلق سے یہ بھی کہا ہے :

رأيته في منامي وهو قائم يصلي في قبره . (۱)

یعنی میں نے انھیں خواب میں اپنی قبر کے اندر نماز پڑھتا ہوا دیکھا ہے۔

آپ رات میں قیام کرتے اور دن میں روزے رکھتے۔ نیز فرماتے: میرے دل کو جتنی لذت وحلاوت شب بیداری سے حاصل ہوتی ہے دنیا کی کسی چیز سے نہیں ملتی۔

حضرت جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ثابت بنانی نے اپنے آنکھوں کی تشخیص کرائی، طبیب نے کہا: ایک نسخہ ہے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھیک ہونے کا امکان ہے، بشرطیکہ آپ پہلے ضمانت دیں کہ وہ نسخہ صحیح طور پر استعمال کریں گے۔

آپ نے پوچھا: پہلے بتاؤ وہ نسخہ ہے کیا؟۔

طبیب نے کہا: بس آپ رونا بند کر دیجیے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: جو آنکھ نہ روئے اس میں بھلا کون سی بھلائی رہ جاتی ہے۔(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد اور مشہور تابعی حضرت ثابت بنانی کو ایک دن دیکھ کر فرمایا کہ تیری آنکھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہیں، میں جب تیری آنکھیں دیکھتا ہوں تو ایک خاص مشابہت کی وجہ سے مجھے آقا علیہ السلام کی چشمانِ مبارک یاد آجاتی ہیں۔ اتنی بات سن کر حضرت ثابت بنانی رو پڑے اور اتنا روئے کہ روتے روتے نابینا ہو گئے۔(۳)

حضرت ثابت بنانی ایک عبادت گزار شخص کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن اس عابد نے اپنے دوستوں سے کہا: میں جان لیتا ہوں جب مجھے میرا پروردگار یاد کرتا ہے۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳/۱۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۳۶۵/۱......الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی: ۸۲۔

(۳) صفۃ الصفوۃ: ۳۶۵/۱۔

یہ سن کر دوستوں کو بڑا تعجب ہوا اور پوچھا کہ آخر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ تمہارا رب اب تمہیں یاد کررہا ہے؟۔ جواب دیا: جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔

پھر اس نے کہا: مجھے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کون سی دعا اللہ جل مجدہ نے قبولیت سے ہمکنار کردی ہے۔

اس کی اس بات نے بھی انھیں تعجب میں ڈال دیا اور پوچھ پڑے، کیا واقعتاً تمہیں علم ہوجاتا ہے کہ اللہ نے تمہاری دعا قبول کرلی ہے، کہا: ہاں۔

دوستوں نے پوچھا: آخر تمہیں کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے؟ جواب دیا: دعا کرتے وقت جب میرے دل پر کیفیت رقت طاری ہوجاتی ہے، جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور آنکھیں بھرآتی ہیں تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یقیناً اللہ نے میری دعا پر قبولیت کی مہر ثبت فرمادی ہے۔(۱)

حضرت محمد بن واسع

حضرت محمد بن واسع (م۱۲۵ھ) روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک ہی تکیہ پر سر رکھ کر سوتے، اور خشیت مولا میں اس قدر آہ و زاری کرتے کہ گالوں کی راہ گرنے والے آنسوؤں سے ان کے سر کے نیچے کا تکیہ بھیگ جاتا اور اُن کی اہلیہ کو خبر بھی نہ ہونے پاتی۔ اور ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ صف میں کھڑے ہوکر اس طرح گریہ و بکا کرتے کہ چہرے کی راہ آنسو بہنے لگتے مگر ساتھ کھڑے شخص کو پتا بھی نہ چلتا تھا۔(۲)

---

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۶۵۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۱۷۳ حدیث:۱۶۲......صفۃ الصفوۃ:۱/۳۶۷۔

حضرت موسیٰ بن بشار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت محمد بن واسع کی معیت میں مکہ سے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ پورے سفر میں راتوں کو عبادتیں کرتے چلے آئے۔ اپنے کجاوے میں بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھتے، پھر جب صبح ہوجاتی، تو کارواں میں ہر ایک کو جا کر بیدار کرتے۔(۱)

حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے دل میں کسی طرح کی سختی وقساوت محسوس کرتا تو حضرت محمد بن واسع کے چہرے کی طرف دیکھ لینے سے وہ قساوت جاتی رہتی تھی؛ کیوں کہ آپ کا چہرہ ہر وقت کسی نوحہ گر کا چہرہ معلوم ہوتا تھا۔

اس کے باوجود اِنکسار کا عالم یہ تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے :

لو كان للذنوب ريح ما قدرتم أن تدنوا مني من نتن ريحي.(۲)

یعنی اگر گناہ سے ظاہر میں بدبو پھوٹتی، تو تم میرے گناہوں کی بدبو کی وجہ سے میرے قریب بھٹکنے کا کبھی نہیں سوچتے۔

حضرت مالک بن دینار

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ (م۱۲۷ھ) اس قدر روتے کہ آنسوؤں کے بہاؤ نے آپ کے خدوخال سیاہ کردیے تھے۔ نیز آپ فرماتے :

لو ملكت البكاء لبكيت أيام حياتي . (۳)

یعنی اگر مجھے رونے پر اختیارِ کامل حاصل ہوتا تو میں اپنی پوری زندگی رو رو کر ہی بسر کردیتا۔

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۶۷۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۶۷۔

(۳) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۲۲۹ حدیث:۲۱۵......الزہر الفائح:۱/۴۔

حضرت مغیرہ بن حبیب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ انھوں نے نمازِ عشا کے بعد وضو کیا پھر اپنی جاے نماز پر کھڑے ہوکر اپنی داڑھی پکڑلی اور اس قدر اَشک ریزی کی کہ آواز رندھ گئی اور گلا خشک ہوگیا، پھر کہنے لگے: الٰہی! مالک کے بڑھاپے کو دوزخ پر حرام کردے۔ الٰہی! تجھے معلوم ہے کہ جنت میں کون رہے گا؟ اور دوزخ میں کون رہے گا؟؟ ان دونوں فریقوں میں سے مالک کا فریق کون سا ہے اور ان دونوں گھروں میں سے مالک کا گھر کون سا ہے۔ یہی حال صبح صادق تک رہتا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک شب حضرت مالک بن دینار نے اس آیت کو پڑھا، پھر اس کی تکرار کرتے کرتے صبح کردی:

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ، سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ o

(سورۂ جاثیہ:۴۵/۲۱)

''کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیاں کما رکھی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کا مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (کہ) ان کی زندگی اور ان کی موت برابر ہوجائے۔ جو دعویٰ (یہ کفار) کررہے ہیں نہایت برا ہے''۔

حضرت مالک بن دینار بصرہ کی گلی سے گزر رہے تھے، اچانک دیکھتے ہیں کہ ایک شاہی کنیز اپنے اِردگرد خادماؤں کا لاؤلشکر لیے بڑے جاہ وحشم کے ساتھ چلی آرہی ہے۔ آپ اپنے فقیرانہ لباس میں اسے آواز دیتے ہوئے کہتے ہیں: کنیز! کیا تیرا مالک تجھے بیچتا ہے؟۔

اس کنیز نے تمسخر کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا کہ اگر میرا مالک بیچنا بھی چاہے تو

اے فقیر! تو مجھے خریدنے کی سکت رکھتا ہے؟۔اے مفلس وقلاش اور غریب آدمی! تیری حیثیت ہی کیا ہے جو مجھے خرید سکے۔

حضرت مالک بن دینار کہنے لگے: کنیز! تو کیا ہے میں تجھ سے بہتر کنیزیں خرید سکتا ہوں۔وہ ہنس پڑی، اوراس نے خادماؤں کو حکم دیا کہ اس فقیر کو ساتھ لے لو، بادشاہ کے پاس چلتے ہیں۔

کنیز نے بادشاہ کے پاس جا کر سارا ماجرا سنایا۔بادشاہ نے کہا: اس فقیر کو میرے سامنے پیش کرو۔حضرت مالک بن دینار پیش ہوئے۔

بادشاہ نے پوچھا: اے فقیر! اگر میں اپنی اس کنیز کو بیچوں بھی تو کیا تو اس کی قیمت اَدا کر سکتا ہے؟۔

حضرت مالک بن دینار کہنے لگے: ہاں! اس کی قیمت ہے ہی کیا، بس کھجور کی دو سڑی ہوئی گٹھلیاں ہی تو ہیں! میں تو اس سے اعلیٰ کنیزیں بھی خرید سکتا ہوں۔

بادشاہ ہنس پڑا اور کہنے لگا: فقیر! تم نے اس شاہی کنیز کو اتنی بیکار کیوں سمجھا، اوراس کی اتنی معمولی قیمت کیوں لگائی؟۔

حضرت مالک بن دینار نے فرمایا: دراصل اِس سودے میں عیب بہت ہیں۔

پوچھا: کیا عیب ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر یہ خوشبو نہ لگائے تو اس سے بو آتی ہے، اگر یہ روز منہ صاف نہ کرے، تو اس کا منہ گندا ہو جاتا ہے، اگر کنگھی چوٹی نہ کرے، اور تیل کا جل نہ لگائے، تو بال پراگندہ اور غبار آلود ہو جاتے ہیں، اگر اس کی عمر زیادہ ہو جائے تو تجھ جیسے عاشق اسے چھوڑ دیتے ہیں، اس میں غلاظتیں بھی ہیں، نجاستیں بھی ہیں، آلودگیاں بھی۔نیز اسے رنج واَلم بھی پیش آتے ہیں۔

مزید فرمایا کہ یہ تو میں نے چند ایک ظاہری عیب شمار کرائے ہیں، بارِ خاطر نہ ہو تو باطنی عیوب بھی سن لو۔یہ بے وفا بھی بہت ہے، آج تیری وفادار ہے۔کل تو نہیں ہوگا تو

کسی اور کی وفا کا گن گانے لگے گی، اُس سے بھی ایسے ہی ملے گی جیسے آج تجھ سے ملتی ہے؛ اس لیے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور میرے پاس چونکہ اس سے بہتر کنیزیں کم قیمت پر دستیاب ہیں، بس اسی لیے میں نے اس کی تھوڑی سی قیمت لگا دی ہے۔

بادشاہ حیرت سے پوچھنے لگا فقیر! تیری وہ کون سی کنیزیں ہیں، ذرا اُن کے اوصاف تو بیان کر۔ آپ نے فرمایا:

> میرے پاس ایسی کنیزیں ہیں جو کافور سے بنی ہیں، زعفران سے اُن کا ڈھانچہ تیار ہوا ہے، کستوری اور جوہرِ نور سے ان کا پیکر تراشا گیا ہے، اور ان کی خوبیوں کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ اپنا لعاب دہن کھاری پانی میں ڈال دیں تو وہ شہد کی طرح میٹھا، شیریں اور خوش ذائقہ ہو جائے، کسی مردے کو اپنا نغمہ لاہوتی سنا دیں تو وہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہو، اگر میری کوئی ایک کنیز اپنی کلائی سورج کے سامنے کھول دے تو سورج شرمندہ و رُسوا ہو جائے، اگر دنیا کی تاریکی پر اس کا حسن ظاہر ہو تو ساری دنیا مشرق سے مغرب تک روشن اور منبع انوار بن جائے۔ وہ مشک اور زعفران کے باغوں میں پلی ہیں، یاقوت اور مرجان کی شاخوں سے پھل توڑ کر کھاتی ہیں، اور تسنیم کے پانیوں میں نہاتی ہیں، خوب دوستی نبھانے والی ہیں، بے وفائی کی ان میں دور دور تک کوئی بو نہیں۔

بادشاہ سلامت! اب بتاؤ کہ تمہاری کنیز اچھی ہے یا میری کنیزیں اچھی ہیں؟۔

بادشاہ نے کہا: کنیزیں تو تمہاری ہی اچھی ہیں؛ مگر اب یہ بتاؤ کہ تمہاری کنیزوں کی قیمت کیا ہے؟۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا: بڑی سستی ہیں۔

بادشاہ نے کہا: دام تو بتاؤ۔ آپ نے فرمایا: رات کے اندھیرے میں اُٹھ کر دو رکعت نماز اور خدا کی خشیت میں گریہ وزاری.........۔ میری کنیزیں بس اس قیمت پر دستیاب ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ کی حالت غیر ہوگئی، اس نے اپنا شاہانہ لباس پھاڑ دیا،تخت سے نیچے اُتر آیا۔معلوم نہیں تھا کہ یہ مالک بن دینار ہیں،فقیر سمجھ کر گلے لگالیا،اوران کا ماتھا چوم لیا۔پوچھا:بتافقیر!اب میرے بچنے کی کیا سبیل ہے؟۔

فرمایا: چھوڑ دے جس گھمنڈ میں ہے۔

چنانچہ بادشاہ نے اعلانِ عام کردیا کہ میری جملہ کنیزیں اورغلام آزاد ہیں۔میں اپنی ساری جائداداللہ کی راہ میں وقف کرتاہوں۔اس کے بعد پھراس نے ایک موٹا کھردرا کپڑا پہن کرکہا:اے کنیز!اَب تم بھی آزادہو۔

اس کنیز نے کہا: آقا اگرآپ کا حال یہ ہوگیا ہےتو اب میں کہاں جاؤں،اس نے بھی اپنالباس تارتار کیااورایک ٹاٹ کا پوشاک پہن کرکہا: آقا سلامت!اُمیری میں آپ کے ساتھ تھی تو فقیری میں بھی آپ ہی کے ساتھ رہوں گی۔

چنانچہ دونوں عبادتوں کے لیے جنگل میں نکل گئے،ایک عارف ہوگیااورایک عارفہ بن گئی۔اورزندگی بھروہ اتنا روئے کہ زمین ان کی اَشک باریوں سے تر ہوگئی،اوراللہ کی اسی خشیت میں انھوں نے جان‘ جان آفریں کے سپرد کردی۔(۱)

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شہر بصرہ کے مقام جبانہ میں جانے کا اتفاق ہوا،جہاں اچانک اس زمانے کے کامل ولی اللہ سعدون مجنون سے میری ملاقات ہوگئی،لوگ انھیں پاگل کہا کرتے تھے۔میں ان کے قریب گیااورمؤدب بیٹھ گیا،پوچھا:حضرت سعدون کیا حال ہے؟۔

سعدون مجنوں تڑپ اُٹھے اورکہنے لگے:اس شخص کا حال مالک بن دینار پوچھ کرکیا کرے گا جسے صبح وشام ایک دوردراز لمبے سفر کی فکردامن گیررہتی ہے،اس کے پاس نہ توشہ ہےاورنہ توشہ دان۔اسے منصف وعادل پروردگار کے روبروپیش ہونا ہے،جو

(۱) الاستعداد للموت وسوال القبر :۱/۳۱......التوابین:۱/۴۱۔

بندوں کے درمیان راست فیصلے فرمائے گا۔ یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور زمین پر گر پڑے۔

حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ لوگوں میں مل جل کر کیوں نہیں رہتے؟۔انھوں نے جواب دیا: مالک! لوگوں سے جتنا ہو سکے الگ رہا کرو اور لوگوں سے دوستی کی بجائے اللہ سے دوستی رکھا کرو، صرف اسی کی دوستی سچی دوستی ہوتی ہے۔لوگوں کو تم جتنا آزمالو ان کی دوستی کے پیچھے کہیں کوئی غرض ضرور پوشیدہ ہوگی؛ مگر مولا کی دوستی کو تم جتنا چاہو پرکھ لو وہ بے غرض اور بے لوث ہوتی ہے۔(۱)

حضرت سعدون مجنوں کا حال یہ تھا کہ وہ بصرہ کی گلی کوچوں میں گھومتے پھرتے تھے، ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے، چلتے چلتے گھر والوں کو آواز دے کر کہتے، موت قریب ہے اور گھر والو! موت تمہارے جسموں کو پرانا کر دے گی، تمہارا گوشت پوست قبر میں ریزہ ریزہ ہو جائے گا، اس نصیحت کو یاد کرو تا کہ دنیا میں رہتے ہوئے زندگی کی کوئی شے اچھی نہ لگے، رونے کے سوا کچھ اچھا نہ لگے، یہ کہہ کر روتے ہوئے بصرہ کی گلی کوچوں میں ہر گھر کے مکینوں کو رلاتے، بڑے لوگوں کو اس نصیحت کی راہ پر لگاتے اور اللہ کی محبت و معرفت کے جام پلاتے۔

حضرت جعفر بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار ایک روز خطاب فرما رہے تھے اور ان کے خطاب کے دوران حضرت حوشب بن مسلم الثقفی رو پڑے اور اتنا روئے کہ ان کے گریہ وزاری کی آواز بلند ہونے لگی، حضرت مالک بن دینار نے جب ان کی چیخ سنی تو ان کے کاندھے پر اپنے ہاتھوں سے مارتے ہوئے فرمایا:

ابک یا أبا البشر فإنه بلغني أن العبد لا يزال يبكي حتى يرحمه سيده فيعتقه من النار .

(۱) تفسیر روح البیان:۱۵/۲۳۲۔

یعنی اے ابوالبشر حوشب! جی بھر کے رو لے کیوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہم تک پہنچی ہے کہ اللہ کا کوئی بندہ جب روتا ہے تو اس کے رونے کو دیکھ کر اس کے مالک ومولا کو اس پر رحم وترس آجاتا ہے اور وہ جہنم سے آزادی کا پروانہ اس کے نام جاری کر دیتا ہے۔(۱)

مشہور عابد حضرت عبدالعزیز بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبد الواحد بن زید کی معیت میں میں حضرت مالک بن دینار کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مجلس سے اُٹھے اور گھر کے اندر چلے گئے۔ اپنے حجرۂ خاص میں پہنچنے کے بعد انھوں نے دروازہ بھی بند کر دیا۔

اب ہم بیٹھ کر بے تابی سے ان کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں، یا پھر کچھ ایسا اشارہ ہی مل جائے جسے ہم اجازت تصور کرتے ہوئے یہاں سے رخصت ہو جائیں۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت مالک بن دینار کچھ گنگنانے لگے؛ مگر آواز اتنی مدھم تھی کہ اسے پورے طور پر ہم سمجھ نہ سکے، پھر رونا شروع کر دیا اور اتنا روئے کہ ہم ان پر ترس کھانے لگے۔ پھر لمبی لمبی سانس کھینچنے لگے یہاں تک کہ غشی طاری ہوگئی۔

اخیر میں حضرت عبدالواحد بن زید نے مجھ سے کہا: ایسا کرو چلو چلتے ہیں، کیوں کہ ایسا لگ رہا ہے کہ وہ آج نفس کی اچھی طرح خبر لے رہے ہیں۔(۲)

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۱۹ حدیث: ۱۷۔

☆ کہا جاتا ہے کہ حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کو بعد وصال خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: اللہ کا آپ کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ کہا: مجھے اپنے آگے کھڑا کرایا اور فرمایا: اے منصور! پتا ہے میری بخشش تجھ پر کیوں مہربان ہوئی؟ کہا: نہیں مولا۔ فرمایا: ایک دن تم نے لوگوں کی مجلس میں ایسی گفتگو کی کہ لوگ بے ساختہ گریہ وبکا کرنے لگے، ان رونے والوں میں میرا ایک ایسا بندہ بھی شامل تھا جس نے میرے خوف سے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں رویا تھا تو جہاں میں نے اس کو بخشا وہیں اس کے صدقے سارے اہل مجلس کو بھی بخش دیا اور انھیں بخشش یافتگان میں ایک تو بھی ہے۔ (آثار البلاد واخبار العباد: ۱/ ۱۳۶......صفۃ الصفوۃ: ۱/ ۲۴۷......طبقات الاولیاء: ۱/ ۴۸) -چڑیا کوٹی-

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/ ۳۰۵ حدیث: ۲۸۸۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نیم شبی کی خلوتوں میں نمازِ تہجد پڑھنے کے لیے (اپنے نرم وگداز بستر چھوڑ کر) اُٹھتا ہے، اورقرآن کواس کے جملہ حقوق وآداب کی رعایت کے ساتھ پڑھتا ہے، تو پروردگار عالم بجائے خود اُس کے قریب ہوجاتا ہے۔ اور وہ قربِ مولا کی اس دولت بیدار کو رِقت وحلاوت اورفتوح وبرکات کی شکل میں اپنے قلب کے اندر محسوس کرلیتا ہے۔(۱)

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں :

لو استطعت أن لا أنام لم أنم مخافة أن ينزل العذاب و أنا نائم، و لو وجدت أعواناً لفرقتهم ينادون في سائر الدنيا كلها يا أيها الناس النار النار . (۲)

یعنی اگر نہ سونا میرے اختیار میں ہوتا تو میں کبھی نہ سوتا اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں سوجاؤں اورعذابِ قدرت اُتر پڑے۔ اور اگر میرے کچھ معاونین ہوتے تو میں انھیں پوری دنیا میں یہ پیغام دے کر بھیج دیتا کہ جاؤ اعلان کردو کہ آگ لگ چکی ہے، آگ بھڑک چکی ہے۔

حضرت مالک بن دینار کی بیٹی نے آپ نے پوچھا :

لم لا تنام؟ فقال: إن أباک يخاف البيات . (۳)

یعنی پدر بزرگوار! آپ رات میں سوتے کیوں نہیں (حالاں کہ پوری دنیا سو رہی ہوتی ہے؟) آپ نے فرمایا: جانِ پدر! مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں سوؤں اورکوئی میری فصیل جاں پر شب خون ماردے۔

(۱) تفسیر روح البیان:۱۶/۲۰۱۔قوت القلوب:۱/۴۸۔

(۲) حلیۃ الاولیاء:۱/۳۷۹۔

(۳) الرسالۃ القشیریۃ:۱/۱۷۶۔

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک رات اپنا ورد بھلا کر سو گیا تو میں نے خواب میں ایک خوبصورت لڑکی کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا۔اس نے قریب آکر مجھ سے کہا: کیا تم اسے پڑھنا پسند کرو گے؟۔ میں نے کہا: ہاں!۔تو اس نے وہ رقعہ مجھے دے دیا۔ جب میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں تحریر تھا ۔

ألهتک اللذائذ و الأماني
عن البيض الاوانس في الجنان

تعيش مخلداً لا موت فيها
و تلهو في الجنان مع الحسان

تنبه من منامک ان خيرا
من النوم التجهد بالقرآن

یعنی کیا تجھے (دنیا کی) لذتوں اور خواہشوں نے جنت کی کنواری دوشیزاؤں سے غافل کر دیا؟۔

(یاد رکھ کہ) جنت میں تو ہمیشہ رہے گا؛ کیوں کہ وہاں موت نہیں آنی، اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ کھیلنے اور دل بستگی کا سارا سامان بھی ہوگا۔

(اگر تو خردمند ہے تو) اپنی نیند سے بیدار ہوجا؛ کیوں کہ تہجد کے ساتھ قرآن پڑھنا سوئے رہنے سے کہیں بہتر ہے۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب کبھی بھی مجھے یہ خواب یاد آجاتا تو میری آنکھوں سے نیند اُڑ جاتی۔(۱)

(۱) التذکرۃ قرطبی:۵۵۶......احیاءعلوم الدین:۳۵۵/۱......المجالسۃ وجواہر العلم:۲۹......المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح:۹۷۔

حضرت محمد بن منکدر

حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ (م ۱۳۰ھ) جب کبھی روتے تو اپنے آنسوؤں کو سارے چہرے پر پھیلا کر فرماتے :

إن النار لا تأكل موضعا مسحته الدموع . (۱)

یعنی جہنم کی آگ اس حصے کو نہیں کھائے گی جسے کہ (خوفِ خدا میں رِسنے والے) آنسوؤں نے چھولیا ہو۔

حضرت یحییٰ بن فضل ابیسی کہتے ہیں کہ حضرت محمد بن منکدر کے کسی تذکرہ خواں نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک دورانِ نماز سسکنے لگے، پھر گریہ وبکا شروع کردی اور اتنا روئے کہ افرادِ خانہ گھبرا گئے، اور بے تابانہ ان سے وجہ گریہ پوچھنا شروع کردیا، آپ نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور سلسلہ آہ وبکا جاری رکھا، چنانچہ حضرت ابوحازم کو معاملہ کو بلوایا گیا۔

حضرت ابوحازم تشریف لائے، آپ نے بھی انھیں روتا ہوا پاکر رونے کا سبب پوچھا: تو فرمایا: میرے بھائی! کس چیز نے آپ کو اِتنا رونے پر مجبور کیا کہ پورا گھر پریشان ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: دراصل دورانِ نماز قرآن کی ایک ایسی آیت سے میرا گزر ہوا جس نے بے ساختہ مجھے رلادیا۔ پوچھا: کون سی آیت؟۔ فرمایا :

وَ بَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ٥ (سورۂ زمر: ۳۹/۴۷)

اور اللہ کی طرف سے ان کے لیے وہ (عذاب) ظاہر ہوگا جس کا وہ تصور بھی نہیں کرتے تھے۔

(۱) احیاء علوم الدین: ۲۶۳/۳......الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳۲/۱۔

یہ سن کر حضرت ابوحازم بھی رو پڑے اور دونوں کے گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ گھر والوں میں سے کسی نے حضرت ابوحازم سے عرض کی کہ ہم نے تو آپ کو اس لیے بلایا تھا کہ آپ ان کا کچھ غم ہلکا کردیں گے؛ مگر آپ نے تو ان کا دردوسوز اور بھی بڑھا دیا۔ پھر انھوں نے افرادِ خانہ کو واقعہ کی نوعیت سے آگاہ کیا۔(۱)

آپ کے بھائی حضرت عمر بن منکدر بھی عابدانِ شب زندہ داروں میں تھے اور راتوں رات گریہ وبکا کرتے، ان کی ماں کہتیں، بیٹے! کچھ تو آرام کرلے مگر انھیں ایک ہی دھن سوار رہتی کہ سفر لمبا ہے اور زادِ سفر کچھ بھی نہیں۔

زہد وورع کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ کسی امیر نے کچھ مال دے کر حضرت عمر بن منکدر کے پاس بھیجا۔ قاصد نے جب وہ مال آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ اسے دیکھ دیکھ کر روتے، پھر شیخ ابوبکر آئے انھوں نے حضرت عمر بن منکدر کو روتا ہوا دیکھ کر خود بھی رونا شروع کردیا۔ اتنے میں محمد بن منکدر بھی آگئے، جب ان دونوں کا روتا دیکھا تو وہ خود بھی رو پڑے، اور اتنا روئے کہ تینوں کی آواز فضا میں بلند ہونے لگی۔

ان کی یہ کیفیت گریہ قاصد سے دیکھی نہ گئی اور وہ خود بھی آہ وبکا کرنے لگا.....۔ جب ان کی گریہ وزاری ذرا تھمی تو حضرت ربیعہ آئے اور پوچھا: میرے بھائی! امیر نے آپ کو تحفہ بھیجا ہے تو اس میں رونے کی کیا بات تھی۔

فرمایا: قسم بخدا! مجھے مال دیکھ کر یہ خوف کھانے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی محبت میرے دل میں گھر کرلے اور پھر میرے لیے آخرت میں کچھ نہ رہے، بس اسی سوچ نے رونے پر مجبور کردیا۔ پھر آپ کے حکم سے وہ مال مدینہ کے فقرا پر صدقہ کردیا گیا۔

حضرت ربیعہ نے جاکر جب امیر کو یہ واقعہ سنایا تو اس کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں اور کہنے لگا: خدا کی قسم! اہل اللہ اور اربابِ خیر وسعادت ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔(۲)

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۱۶۰۔ (۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۰۸۔

حضرت فرقد سنجی بصری

حضرت عتبہ بن عبداللہ الاصم روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فرقد سنجی بصری (م ۱۳۱ھ) سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی :

ان الأعمال كلها توزن إلا الدمعة تخرج من عين العبد من خشية اللّٰه فإنه ليس لها وزن و لا قدر و إنه ليطفأ بالدمعة البحور من النار . (۱)

یعنی قیامت کے دن (چھوٹے بڑے) تمام اعمال کا وزن کیا جائے گا سوائے ان آنسوؤں کے جو اللہ کے خوف کی وجہ سے آنکھوں سے گر گئے۔ کیوں کہ میرے خوف میں بندے کی آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں کا کوئی وزن ہی نہیں ہے وہ انمول ہیں۔ اگر سمندروں کے برابر بھی آگ ہو تو رونے والے کی آنکھ کے آنسوؤں سے آگ کے سمندروں کے سمندر کو بھی بجھا دیا جاتا ہے۔

حضرت فرقد سنجی بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتب ساویہ میں سے کسی صحیفے میں لکھا پڑھا :

أن العبد إذا بكى من خشية اللّٰه تحاطت عنه ذنوبه كيوم ولدته أمه ، و لو أن عبدا جاء بجبال الأرض ذنوبا و آثاما لوسعته الرحمة إذا بكى، و إن الباكي على الجنة لتشفع له الجنة إلى ربها، فتقول يارب أدخله الجنة كما بكى علي، و إن النار لتستجير له من ربها فتقول: يا رب أجره من النار كما استجارك مني و بكى خوفا من دخولي .

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۴۴ حدیث: ۱۱۔

یعنی جو شخص اللہ کی خوف وخشیت میں روتا ہے اس کے سارے گناہ اس طرح مٹا دیے جاتے ہیں جیسے وہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اور اگر بندہ اللہ کے حضور پہاڑوں جتنے گناہ بھی لے کر حاضر ہو جائے تو اس کے رونے کی وجہ سے اللہ کی رحمت اسے اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے اور اس کے گناہوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص اللہ کے قرب میں رہنے کے لیے جنت کا طلب گار ہوگا اور جنت کے لیے ہی سہی روئے تو قیامت کے دن جب حساب وکتاب ہوگا اور ہر کوئی اپنے شفاعت کرنے والوں کو تلاش کر رہا ہوگا تو اس وقت جنت خود اس رونے والے کی شفاعت کرنے کے لیے آئے گی، اور جنت شفاعت کرتے ہوئے عرض کرے گی: مولا! یہ دنیا میں میرے لیے رویا کرتا تھا تو میں آج اس کے لیے شفاعت کرتی ہوں تو اسے مجھ میں داخل فرما دے۔ اور یوں ہی جو شخص دوزخ کے خوف سے ڈرتا رہتا ہے اور عذاب جہنم کا سوچ کر روتا ہے تو قیامت کے دن جہنم اس کی سفارش کرے گا اور کہے گا: باری تعالیٰ! اس کو مجھ سے اسی طرح پناہ دے دے جیسے یہ مجھ سے زندگی بھر پناہ مانگتا رہا اور مجھ میں داخل ہونے کے خوف سے ڈرتا رہا۔ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور اس کو مجھ سے دور رکھ ورنہ اس کے آنسو نہ معلوم میرے اندر کیا قیامت بپا کر دیں گے۔(۱)

آپ فرماتے ہیں کہ جب بھی میں نیند سے بیدار ہوتا تو سب سے پہلی فکر مجھے یہ لاحق ہوتی تھی کہ گناہوں کی وجہ سے کہیں میرا چہرہ مسخ نہ ہو گیا ہو۔(۲)

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۴۲/۱ حدیث: ۴۰۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۳۶۸/۱۔

حضرت منصور بن زاذان واسطی

حضرت منصور بن زاذان رضی اللہ عنہ (م۱۳۱ھ) کا مقام ومرتبہ اہل تقویٰ وعبادت کے درمیان کافی نمایاں ہے۔آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ صبح وشام ایک ایک قرآن مجید ختم فرما دیا کرتے تھے اور اتنا روتے کہ آنسو پوچھتے پوچھتے آپ کے عمامے کا شملہ تر بتر ہو جاتا۔(۱)

اہل واسط کے ابوسعید نامی ایک شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت منصور بن زاذان کے ایک پڑوسی کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز حضرت منصور نے وضو فرمایا، وضو سے فارغ ہوتے ہی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں، اور آپ زاروقطار رونے لگے حتیٰ کہ آپ کی آواز بلند ہوگئی۔

میں نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم کرے آپ نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟۔فرمایا: مجھ سے میرے حال کی بابت نہ پوچھو، ذرا سوچو تو سہی کہ جس وقت اس پروردگار کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا جسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اور وہ ہم سے رخ پھیر لے تو پھر ہمارا کیا بنے گا، کہتے ہیں کہ قسم بخدا! ان کی اس حکیمانہ بات نے مجھے بھی رلا دیا۔

حضرت عمرو بن عون فرماتے ہیں کہ میں نے ہشیم کو کہتے سنا کہ حضرت منصور بن زاذان نے بیس سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر اَدا فرمائی۔(۲)

حضرت صفوان بن سلیم الزہری

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ (م۱۳۲ھ) کا شمار مدینہ کے چنیدہ بزرگوں میں

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۰۲۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۰۲۔

ہوتا ہے۔آپ کو مسجد نبوی کے در ودیوار سے ایسا پیار تھا کہ ہمہ وقت انھیں تکتے اور وہیں پڑے رہتے۔ جب کبھی وہاں سے گھر جانے کے لیے باہر نکلتے تو رونا شروع کردیتے اور خشیت آمیز لہجے میں کہتے: نہ معلوم پھر اس میں لوٹ کر آنا نصیب ہوگا یا نہیں۔

حضرت سلیمان بن سالم کہتے ہیں کہ آپ کی شب بیداری اور عبادت گزاری کا عالم یہ تھا کہ موسم گرما میں گھر کے اندر قیام لیل فرماتے اور موسم سرما میں چھت کے اوپر جاکر عبادت گزار ہوتے تاکہ موسم کی یخ بستگی نیند کی آغوش میں جانے سے روکے رکھے۔(۱)

حضرت ضمرہ بن انس بن عیاض بیان کرتے ہیں کہ میں نے صفوان بن سلیم کو اس کثرت سے عبادت وریاضت کرتے دیکھا کہ اگر ان سے کہہ دیا جائے کہ کل قیامت بپا ہوگی تو جتنی وہ عبادت کرتے تھے اس پر مزید کچھ اور بڑھا ہی نہ سکتے تھے۔یعنی ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ عبادتوں کی نذر تھا،مزید لمحے قیامت کی خصوصی تیاری کے لیے کہاں سے لاتے۔(۲)

حضرت محمد بن ابی منصور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صفوان بن سلیم نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد لے لیا ہے کہ جب تک اس سے جا نہ ملوں اس وقت تک اپنا پہلو خواب گاہ سے نہ لگاؤں گا اور شب دیجور کے سارے لمحے خدا کی یاد میں بسر کردوں گا۔ حضرت محمد بن ابی منصور کہتے ہیں کہ پھر مجھے پتا چلا کہ اس عہد کے بعد حضرت صفوان کوئی چالیس سال تک باحیات رہے مگر انھوں نے کبھی بھی اپنی کروٹ بستر سے نہ لگائی۔ جب موت کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا: اللہ آپ پر رحم کرے،کیا اچھی بات کہ مدتوں آپ کا پہلو خواب گاہ سے جدا رہا۔فرمایا: مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے پروردگار سے کیے ہوئے عہد کو کچھ بھی نہ نبھا سکا۔

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۱۰۔
(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۱۰۔

پھر انھیں ٹیک لگا دیا، اور اسی حال میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کے وصال کے بعد اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ صفوان بن سلیم نے ایسی عبادت کی کہ سجدوں کے آثار ان کی جبین نیاز سے ہویدا تھے اور ان کی پیشانی کثرت سجود کی وجہ سے بہت ہی سخت ہو گئی تھی۔(۱)

حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن

حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (م ۱۳۶ھ) کا شمار اپنے دور کے اکابر فقہا میں ہوتا تھا، مسجد نبوی میں ان کی خصوصی درسگاہ لگتی اور تابعین کا جم غفیر آپ کو سماعت کرتا۔ آپ نے کافی لمبی عمر پائی مگر آپ کی پوری زندگی عبادت وریاضت سے عبارت رہی، رات کا قیام اور شب بیداری آپ کے معمولات میں خصوصی اہمیت کے حامل تھے۔ حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ جب سے ربیعہ کا جنازہ اُٹھا ہے ایسا لگتا ہے فقہ کا مزا جاتا رہا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے بھی ان کے خوانِ علم وفقہ سے کچھ لقمے چنے ہیں۔

اہل مدینہ بیان کرتے ہیں کہ بنوامیہ کے زمانے میں حضرت ربیعہ کے والد ابوعبد الرحمٰن فروخ خراسان کی کسی جنگ میں لڑنے گئے، اور ربیعہ اس وقت رحم مادر میں تھے۔ جاتے جاتے فروخ اپنے بیوی کو تیس ہزار درہم بھی دیتے گئے کہ نہ معلوم کب تک واپسی ہوگی۔ پھر کوئی ستائیس سال کے بعد مدینہ لوٹ کر آئے، مجاہدانہ شان کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ گھوڑے سے اُترے اور نیزے سے دروازے کو دھکا دیا۔

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۱۰۔

آواز سن کر ربیعہ باہر نکلے اور کہا: اللہ کے بندے! کیا میرا گھر ڈھانے آئے ہو؟۔
فروخ نے کہا نہیں، مگر یہ بتاؤ کہ تم جوان آدمی میرے گھر میں کیا کر رہے ہو؟۔

اب اس بات کو لے کر دونوں جھگڑ پڑے، اور ایک دوسرے کو سخت وسست کہنا شروع کر دیا۔ ان کا شور شرابا سن کر پڑوسی جمع ہو گئے۔ حضرت مالک بن انس اور مدینہ کے دیگر بزرگ حضرات بھی آ پہنچے اور ربیعہ کی طرفداری کرنے لگے۔

ربیعہ نے کہا: قسم بخدا! میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں، میں یہ قضیہ سلطان کی دہلیز تک پہنچا کر رہوں گا۔ اور فروخ نے کہا: قسم بخدا! میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گا اور سلطان کے پاس تمہارا فیصلہ کروا ہی کے دم لوں گا کہ تم میری بیوی کے پاس کیا کر رہے تھے!۔

جب ان کا مسئلہ سنگین صورت اِختیار کرتا چلا گیا تو حضرت مالک نے فرمایا: اے فروخ! کیا ضروری ہے کہ آپ اسی گھر میں رہیں مدینہ میں اور بھی بہت سے مکانات ہیں کہیں جا کر آپ پناہ گزیں ہو جائیں۔

یہ سن کر فروخ نے کہا: آپ کیا باتیں کر رہے ہیں یہ میرا اپنا گھر ہے، اور میں بنی فلاں کا غلام فروخ ہوں۔

جب ان کی بیوی نے ان کی آواز سنی فوراً باہر آئی اور کہنے لگی: یہ میرے شوہر فروخ ہیں۔ اور یہ ربیعہ ان کا بیٹا ہے، جہاد میں جاتے وقت اسے میرے شکم میں امانت چھوڑ گئے تھے۔ یہ سن کر دونوں بغل گیر ہو گئے اور دیر تک روتے رہے۔

پھر جب فروخ گھر میں داخل ہوئے تو بیوی سے پوچھا کہ یہی میرا بیٹا ہے؟۔ کہا: ہاں۔ پوچھا: وہ مال کہاں ہے جو جاتے وقت میں تیرے حوالے کر گیا تھا، اور یہ دیکھو چار ہزار دینار میرے پاس اور ہیں۔

بیوی نے کہا: وہ مال تو میں نے دفن کر دیا ہے، کچھ دنوں بعد نکال کر آپ کے حوالے کردوں گی۔

حضرت ربیعہ مسجد میں چلے گئے اور اپنی درسگاہ مسجد نبوی میں آراستہ کردی۔ حضرت مالک بن انس، حسن بن زید، ابن علی لہبی، مساحقی اور مدینہ کی سربرآوردہ ہستیاں ان کے حلقہ درس میں آکر بیٹھ گئیں، جب سامعین کا ایک جم غفیر ہوگیا تو ربیعہ کی ماں نے فروخ سے کہا کہ جائیں اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ آئیں۔

چنانچہ وہ آئے، اور اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگوں کا ایک امنڈتا ہوا سیلاب مسجد میں موجود ہے، آپ قریب ہوئے اور اس حلقہ درس کا حصہ بن گئے، مگر چوں کہ لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ ربیعہ کو پہچان نہ سکے۔ انھوں نے پوچھا: یہ درس دینے والا عالم کون ہے۔ لوگوں نے کہا: آپ انھیں نہیں جانتے، حیرت ہے، یہ ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن ہیں۔

کہا: کیا کہتے ہو، یہ میرا اپنا بیٹا ہے، اللہ نے اسے اتنی عزت و رفعت بخشی ہے۔ خوشی میں جلدی سے گھر آئے اور ربیعہ کی ماں سے کہا: تمہارے بیٹے کو میں نے علم وفقہ کی اس منزل پر فائز پایا جہاں کم ہی لوگ پہنچ پاتے ہیں۔

بیوی نے کہا: اب آپ بتائیں کہ آپ کیا لیں گے۔ وہ تیس ہزار دینار چاہیے، یا ایسا سعادت مند بیٹا۔ کہا: قسم بخدا! مجھے ایسا سعید بیٹا منظور ہے۔ کہا: اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ سارا مال میں نے اس کی حسن تعلیم وتربیت پر خرچ کیا، اس میں سے ایک پائی بھی ضائع ہونے نہیں دیا ہے۔(۱)

حضرت ابوحازم سلمہ بن دینار مدنی

حضرت ابوحازم مدنی رضی اللہ عنہ (م ۱۴۰ھ) مرسلا روایت کرتے ہیں :

أن البكاء من خشية الله مفتاح لرحمته . (۲)

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۰۹۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۳۵ حدیث: ۳۳۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی خوف وخشیت میں رونا اللہ کی رحمت کی چابی ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص چاہے کہ اس کی زندگی میں اللہ کی رحمت کا بندہ تالا کھل جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ کے خوف میں رونا سیکھے۔

حضرت ابومعشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوحازم کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے زاروقطار رو رہے ہیں اور اپنے چہرے سے آنسوؤں کو پوچھتے جارہے ہیں حالاں کہ مسجد میں کوئی وعظ وبیان بھی نہیں ہورہا۔ ان کی اس کیفیت نے مجھے سوال کرنے پر مجبور کردیا کہ ابوحازم! یہ بلاسبب رونا کیسا؟۔

فرمایا: مجھے روایت پہنچی ہے کہ اللہ کی یاد وخشیت میں گرنے والے آنسو جس جس جگہ کو چھو جاتے ہیں وہ جگہ آتش جہنم کی دسترس سے محفوظ رہے گی۔(۱)

بادشاہِ وقت سلیمان بن عبدالملک نے حضرت ابوحازم کو اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا: اے ابوحازم یہ بتائیں کہ ہمیں موت اتنی ناپسندیدہ کیوں ہے اور ہم مرنا کیوں نہیں چاہتے؟۔

فرمایا: کیوں کہ تم نے دنیا کو تو آباد رکھا مگر اپنی آخرت برباد کرڈالی ہے؛ اس لیے آباد سے برباد کی طرف جانے کو جی نہیں چاہتا۔

کہا: آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ اب یہ بتائیں کہ اللہ کی بارگاہ میں پیشی کس طرح ہوگی؟۔

فرمایا: نیکوکار اس طرح پیش ہوں گے جیسے کوئی مسافر پلٹ کر اپنے گھر والوں میں جاتا ہے، اور زیاں کار ایسے حاضر ہوں گے جیسے بھاگے ہوئے غلام کو اس کے آقا کے پاس پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۱۱۔

یہ سن کر سلیمان رو پڑا اور کہنے لگا: اے ابو حازم! کاش معلوم ہو جاتا کہ ہم اللہ کے حضور کس حال میں پیش ہوں گے!۔

آپ نے فرمایا: اپنا تعلق اللہ کی کتاب سے اُستوار کر لے تجھے سب کچھ پتا چل جائے گا۔عرض کی: میں تو اللہ کی کتاب سے وابستہ ہوں؛ مگر آپ کی مراد کیا ہے؟۔آپ نے فرمایا: کیا تمہاری نگاہوں سے اللہ کا یہ فرمان نہیں گزرا :

إِنَّ الأَبرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَّ إِنَّ الفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ o (سورۂ انفطار:۸۲/۱۴)

بیشک نیکوکار جنت نعمت میں ہوں گے اور بے شک بدکار دوزخِ (سوزاں) میں ہوں گے۔

یہ سن کر سلیمان نے کہا :

فأين رحمة اللّٰه ؟.

یعنی پھر اللہ کی رحمت کہاں ہے؟۔

آپ نے فرمایا :

...قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ o (سورۂ اعراف:۷/۵۶)

...احسان شعار لوگوں (نیکوکاروں) کے قریب ہوتی ہے۔(۱)

حضرت عطا سلیمی

حضرت عطا سلیمی رضی اللہ عنہ (م ۱۴۰ھ) کی گریہ و بکا کا عالم یہ تھا کہ آپ تین تین شب و روز روتے رہتے۔آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کسی چیز کی اشتہا ہو تو بتائیں آپ نے فرمایا :

(۱) صفة الصفوة:۱/۲۱۱۔

اشتهي أن أبكي حتىٰ لا أقدر أن أبكي ، و كان يبكي في الليل و النهار و كانت دموعه سائلة على خديه . (۱)

یعنی ایک ہی خواہش ہے کہ بس روتا رہوں یہاں تک کہ مجھ میں مزید رونے کی سکت باقی نہ رہ جائے۔آپ رات دن گریہ وزاری کرتے اور آپ کے آنسوؤں کا چشمہ آپ کے خدوخال کی راہ ہمیشہ جاری رہتا۔

حضرت جعفر بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ دو شخص حضرت عطا سلیمی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، کیا دیکھتے ہیں کہ آپ زاروقطار رو رہے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر ایک نے دوسرے سے کہا: جس طرح یہ رو رہے ہیں ایسا لگتا ہے کہ یہ تین شب وروز مسلسل روئیں گے، بہتر ہے کہ چلیں تو وہ انھیں اسی حال میں چھوڑ کر وہاں سے چل دیے۔(۲)

حضرت ابراہیم محلمی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عطا سلیمی کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو انھیں گھر میں نہ پایا، چنانچہ دیکھا کہ وہ کمرے کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے اردگرد کی زمین تر بتر ہے۔

میں نے سمجھا کہ شاید آپ کے وضو کے پانی کے اَثر سے زمین نم ہے،تو گھر میں موجود ایک ضعیفہ نے کہا کہ وہ پانی سے نہیں بلکہ ان کے آنسوؤں کا اَثر ہے۔(۳)

حضرت سرار عنزی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا سلیمی کو جب بھی دیکھا ان کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈبڈبائی ہوئی نظر آئیں۔اوران کی کثرتِ آہ وزاری کی ان کیفیات کو دیکھ کر مجھے کوئی نوحہ گر عورت یاد آجاتی جس کا کوئی اپنا بچھڑ چکا ہو۔اور ایسا

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح:۱/۴......صفۃ الصفوۃ:۱/۳۸۲۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۲۳۶ حدیث:۲۲۱۔

(۳) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۸۳۔

محسوس ہوتا جیسے عطا سلیمی اہل دنیا سے ہے ہی نہیں (بلکہ یہ کوئی اور مخلوق ہیں)۔(۱)

کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ہم عطا سلیمی سے ملاقات کے لیے جب ان کے درِ دولت پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ پر عالم نزع طاری ہے، ان سے پوچھا گیا :

كيف ترى حالك؟ فقال: الموت في عنقي، و القبر بين يدي، و القيامة موقفي، و جسر جهنم طريقي، و لا أدري ما يفعل بي ...

یعنی آپ اس وقت خود کو کس حال میں پاتے ہیں؟۔فرمایا: موت کا پھندا گلے میں پڑ چکا ہے، قبر کی وحشتیں سامنے نظر آ رہی ہیں۔پڑاؤ تو میدانِ قیامت میں ہوگا، مگر میرا راستہ جہنم کے پل سے ہو کر گزرے گا، اس لیے ابھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا!۔

پھر آپ پھوٹ پھوٹ کر اتنا روئے کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی، جب ہوش آیا تو فرمایا :

اللّٰهم ارحمني وحشتي في القبر، ومصرعي عند الموت و ارحم مقامي بين يديک يا أرحم الراحمين . (۲)

یعنی اے اللہ! موت کی تلخیوں، قبر کی وحشتوں اور اپنے حضور پیشی کے وقت مجھ پر خاص رحم وکرم فرما اور تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت عطا سلمی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب رات کی تاریکی پھیل جاتی تو آپ قبرستان کی طرف نکل پڑتے، اور کہتے :

يا أهل المقابر، متم فوا موتاه، وعاينتم عملكم فوا عملاه، ثم

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۱۷۲ حدیث:۲۵۵......صفۃ الصفوۃ:۱/۳۸۳۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح:۱/۳۰۔

يقول: غدا أغطى في القبر، و لا يزال يبكي إلى الصباح .(۱)

یعنی اے شہر خموشاں کے باسیو! تم تو موت کی راہ سے گزر گئے۔ پس ہائے میری موت (نہ جانے وہ کیسے اور کس حال میں آئے گی)، اور تم نے اپنے کیے دھرے کو دیکھ بھی لیا۔ تو ہائے میرے اَعمال (نہ معلوم ان کا کیا بنے گا)، پھر آپ فرماتے: کل مجھے بھی قبر میں ڈال کر ڈھانپ دیا جائے گا۔ پھر رونا شروع کر دیتے اور دمِ سحر تک روتے رہتے۔

کسی نے اس منظر کو شعر کی زبانی کیا خوب پیش کیا ہے ؎

ينادي ربه و اللّيل داج ❁ أ لک العقبىٰ قلني من ذنوبي

وحقک لا أعود لكسب ذنب ❁ بحق أحمد استر عيوبي

یعنی شب دیجور میں وہ اپنے مولا کو مست و مگن ہو کر پکار رہا ہے، اگر تجھے بھی حسن عاقبت درکار ہو تو گناہوں کی رفتار کم کر دے۔

تجھے تیرا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اب پھر میں اکتسابِ گناہ کا اعادہ نہ کروں گا؛ لہٰذا احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں میرے عیوب و نقائص کی پردہ پوشی فرما لے۔(۲)

حضرت عاصم بن سلیمان

قاضی مدائن حضرت عاصم بن سلیمان رحمہ اللہ (م۱۴۲ھ) کو شب بیداری میں خاص کیف آتا تھا۔ آپ پوری پوری رات نمازوں میں گزار دیتے اور اپنے پہلو کو بستر سے لگانے کی نوبت نہ آتی تھی۔(۳)

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۳۷۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۳۷۔

(۳) صفۃ الصفوۃ: ۱/۳۷۶۔

حضرت سلیمان تیمی

حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ (م۱۴۳ھ) وقت کے عظیم زاہد و عابد ہوئے ہیں۔

حضرت معمر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ نماز عشا کے بعد میرے بغل میں کھڑے ہوکر نماز اَدا کرنے لگے۔ میں نے سنا کہ وہ نماز میں سورۂ ملک کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ پھر جس وقت وہ اس آیت پر پہنچے :

فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۝ (سورۂ ملک:۲۷/۶۷)

پھر جب اس (دن) کو قریب دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ کر سیاہ ہوجائیں گے۔

تو بار بار اسی ایک آیت کی تکرار کرنے لگے، اِدھر مسجد دھیرے دھیرے خالی ہوتی گئی، لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور میں نے بھی بالآخر اپنے مکان کی راہ لی۔ پھر جب میں نمازِ فجر کی اَذان دینے کے لیے مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلیمان تیمی ہنوز اپنی جگہ اسی طرح کھڑے ہیں جیسے میں انھیں گزشتہ رات چھوڑ کر گیا تھا، اور ان کی زبان سے بار بار وہی مذکورہ آیت نکل رہی ہے، اس سے آگے بڑھنے کا ان کے اندر یارا ہی نہ تھا۔(۱)

حضرت یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے سلیمان تیمی سے زیادہ کسی کو اللہ کا خوف رکھنے والا نہیں دیکھا۔

حضرت ابوعلی مفلوج فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان تیمی نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔(۲)

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس:۲۰/۱۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۳۷۵/۱۔

حضرت سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کو لے کر رات میں کبھی اِس مسجد میں عبادت وریاضت کے لیے جاتے اور کبھی اُس مسجد میں، اور پھر یوں ہی ساری رات تمام ہوجاتی اور سپیدۂ سحر نمودار ہوجاتا۔(۱)

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ (م ۱۵۰ھ) کا عالم یہ تھا کہ دن میں قرآن اور فقہ وحدیث کا درس دیتے، اور اُمت مسلمہ کو علم کی خیرات بانٹنے میں بسر کرتے، لیکن جب رات آتی تو بھیس بدل لیتے، اور کوفہ کی ایک مسجد کے کونے میں جا کر بیٹھ جاتے، اور ساری ساری رات عبادتِ مولیٰ میں گزار دیتے۔ رات بھر قیام اللیل کی وجہ سے لوگ آپ کو 'کھونٹی' کہا کرتے تھے۔ اور خوفِ الٰہی سے اس قدر روتے کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ کے حال پر رحم آنے لگتا تھا۔ اہل کوفہ کی آپ کے حق میں شہادت ہے :

كان كثير البكاء، يرحمه جيرانه لكثرة بكائه . (۲)

آپ کی شب خیزی، گریہ وزاری اور معافی مانگنے کا بھی عجب معمول تھا۔ حضرت ابوالجویریہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کے چھ مہینے ابوحنیفہ کی صحبت میں گزارے ہیں، ان چھ مہینوں میں ایک رات بھی ایسی نہیں تھی کہ آپ نے اپنا پہلو زمین پر رکھا ہو۔ نصف شب میں عبادت کرنا آپ کا دستور تھا۔(۳)

مشہور محدث حضرت مسعر بن کدام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رات کو مسجد میں داخل ہوا تو کسی کے قرآن کریم پڑھنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ قراءت

---

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس: ۲۰/۳۔

(۲) فقہ العبادات، حنفی: ۷/۱۔

(۳) احیاء علوم الدین مترجم: ۶۵۳/۱۔

میں اس قدر شیرینی و دل کشی اور سوز و گداز تھا کہ میں کھڑے ہو کر سنتا رہا یہاں تک کہ ایک منزل پوری ہوگئی، تو میں نے سمجھا کہ اب رکوع فرمائیں گے مگر وہ برابر پڑھتے رہے حتیٰ کہ پورا قرآن مجید ایک ہی رکعت میں ختم ہوگیا۔ جب میں نے ان کے قریب جا کر غور سے دیکھا تو وہ امام اعظم ابوحنیفہ تھے۔

اسی طرح محدث زائدہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے حضرت امام ابوحنیفہ کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی۔ چوں کہ مجھے تنہائی میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا اس لیے میں انتظار میں بیٹھا رہا، جب سارے نمازی مسجد سے چلے گئے تو امام ابوحنیفہ نے یہ سمجھ کر کہ اب مسجد میں کوئی نہیں ہے نمازِ نفل شروع کردی اور اس میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا شروع کردیا۔ جب فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَینَا وَ وَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ کی آیت پر پہنچے تو اسی آیت کی بار بار تکرار کرتے رہے حتیٰ کہ فجر کی اذان ہوگئی۔

یوں ہی اُستاذ حدیث حضرت قاسم بن معین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک رات امام ابوحنیفہ نے نماز نفل میں 'بَلِ السَّاعَةُ مَوعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهیٰ وَ اَمَرُّ' کی آیت کو بار بار پڑھتے اور روتے روتے صبح کردی۔

ایک برگزیدہ بزرگ حضرت یزید کمیت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نمازِ عشا میں امام نے سورۂ اذا زلزلت پڑھی، حضرت امام ابوحنیفہ بھی جماعت میں شریک تھے، نماز ختم ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ فکر میں غرق ہو کر بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ قندیل میں تیل بہت تھوڑا تھا؛ اس لیے میں چپکے سے قندیل روشن چھوڑ کر چلا آیا۔

پھر جب صبح صادق ہونے کے وقت میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے کھڑے ہیں اور دعا مانگ رہے ہیں کہ اے ذرہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے! اور اے ذرہ بھر بدی کا برا بدلہ دینے والے!! تو اپنے بندے نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ) کو جہنم کی آگ سے بچالے اور اپنی رحمت کی بھرن اس پر برسا دے۔

پھر میں نے فجر کی اَذان دی تو امام ابوحنیفہ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے خبردار کسی سے ذکر مت کرنا۔ یہ کہہ کر فجر کی سنت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے، میں نے تکبیر پڑھی تو جماعت میں شریک ہوئے اور ہمارے ساتھ فجر کی نماز عشا کے وضو سے اَدا فرمائی۔(۱)

تبع تابعین کے دور کے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں اس ارادے سے رات بسر کرنے آیا کہ دیکھوں امام ابوحنیفہ کی شب بیداری کیسی ہوتی ہے۔

وہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نمازِ عشا پڑھنے کے بعد امام اعظم گھر گئے۔ دن کو جو عالمانہ لباس پہنا ہوا تھا تبدیل کر کے اللہ کے حضور پیش ہونے کے لیے غلامانہ لباس پہن کر آئے اور مسجد کے کونے میں کھڑے ہوگئے، ساری رات اپنی داڑھی کھینچتے رہے، گریہ وبکا کرتے رہے اور روتے روتے بیہوش ہوجاتے جب ہوش آتا تو عرض کرتے: مولا! ابوحنیفہ تیرا مجرم ہے۔ اسے معاف کردے۔

اور کبھی عالم تحیر میں یہ جملہ بولتے: مولیٰ! اگر قیامت کے دن ابوحنیفہ بخشا گیا تو بڑے تعجب کی بات ہوگی۔ یہ جملہ کہہ کر غش کھا کر گر جاتے، جب ہوش میں آتے پھر یہی جملہ دہراتے اور زاروقطار روتے۔ آپ عشق حقیقی کی لذت و حلاوت کے لیے دیگر اکابرین کے علاوہ حضرت بہلول دانا مجذوب کی خدمت میں بھی گاہے گاہے حاضری دیا کرتے تھے۔

ایک بار حضرت ابوحنیفہ کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا تو انھوں نے آپس میں ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات ذِکر کرتا ہے۔ آپ نے اپنے دل میں کہا: یہ لوگ خوش گمانی میں میری وہ صفت بیان کررہے ہیں جو مجھ میں نہیں اس لیے آئندہ تمام رات عبادت کرنے لگے اور پھر رات آپ کے لیے کوئی بستر نہ لگایا جاتا تھا۔

(۱) تبصرۂ بغداد:۳۶ بحوالہ روحانی حکایات:۷۰۔

آپ ہر رات تین سو نفل پڑھا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن راستے میں آپ کے گزرتے ہوئے کسی عورت نے دوسری عورت کو اِشارہ کر کے بتایا کہ یہ شخص ہر رات پانچ سو نفل پڑھتا ہے۔ آپ نے ان کی گفتگو سن لی، پھر اسی رات سے پانچ سو نفل پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر ایک دن راستہ میں کسی نے کہہ دیا کہ یہ ہر رات ایک ہزار نفل پڑھتے ہیں اور ساری رات بیدار رہتے ہیں۔ چنانچہ اسی رات سے آپ نے ایک ہزار نفل کا معمول بنالیا اور فرمایا کہ آج سے عمر بھر پوری رات بیدار رہا کروں گا۔

جب آپ کے شاگردوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''بعض بندے اپنی اس تعریف کو پسند کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہے۔ اور میں ایسے گروہ میں شامل نہیں ہونا چاہتا''۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ مکمل چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز اَدا فرماتے رہے، اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کے گھٹنوں میں اُونٹ کے گھٹنوں جیسے نشان پڑ گئے تھے۔ جیل خانہ کی جس کوٹھری میں وفات پائی وہاں سات ہزار ختم قرآن مجید فرما چکے تھے۔(۱)

حضرت ہشام بن ابوعبداللہ

حضرت ہشام بن ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ (م ۱۵۲ھ) وقت کے عظیم زاہد و عابد گزرے ہیں۔ آپ کی خوف وخشیت کا عالم یہ تھا کہ رو رو کر آپ نے اپنی آنکھ بے بصارت کر دی تھی، دیکھنے میں تو ایسا لگتا جیسے وہ دیکھ رہے ہیں مگر جب تک ان سے بات نہ کی جاتی، پہچان نہیں پاتے تھے، یعنی آنکھ تو کھلی رہتی مگر اس سے روشنی جاتی رہی تھی۔(۲)

(۱) العبر فی خبر من غبر: ۳۹/۱......من سیرۃ الامام ابوحنیفہ: ۱۴/۱۔
(۲) صفۃ الصفوۃ: ۳۸۸/۱۔

حضرت حکم بن ابان عدنی

ابوعیسیٰ حضرت حکم بن ابان عدنی رحمہ اللہ (م۱۵۴ھ) وقت کے عظیم بزرگ ہوئے ہیں۔ اہل یمن میں آپ کے پائے کا کوئی نہ تھا، آپ سردارِ عدن کہے جاتے تھے۔ اکابر اولیا نے ان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ رات بھر عبادتوں میں مشغول رہتے، جب نیند کا غلبہ ہوتا تو جا کر سمندر میں کود جاتے اور اپنے نفس سے کہتے: جس طرح مچھلیاں پانی میں تیر کر اللہ کا ذکر کر رہی ہیں یوں ہی تو بھی ان کے ساتھ تیر کر اللہ کی تسبیح و تقدیس کر۔(۱)

حضرت مسعر بن کدام

حضرت مسعر بن کدام (م۱۵۵ھ) کا ایک ہمسایہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن حضرت مسعر رو پڑے، یہ دیکھ کر ان کی ماں بھی رو پڑیں۔ مسعر نے ان سے پوچھا: امی جان! آپ کو کس چیز نے رُلایا؟۔ فرمایا: بیٹے! مجھے تو فقط تیرا رونا دیکھ کر رونا آ گیا۔

عرض کی: اُمی جان! کل ہمارا یہی حال ہوگا تو اس وقت شاید ہمارا یہ رونا دھونا کچھ کام آ جائے۔ پوچھا: بیٹے! کل سے تیری کیا مراد ہے؟۔ کہا: عرصہ محشر اور اس کی ہولناکیاں۔ راوی کہتا ہے کہ یہ کہہ کر ان کی گھگی بندھ گئی اور بے تحاشا روئے۔

حضرت مسعر کہا کرتے تھے کہ اگر ماں کی خدمت اور ان کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری میرے سر نہ ہوتی تو سوائے لابدی ضرورتوں کے میں کبھی خود کو مسجد سے جدا نہ کرتا۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ گھر میں داخل ہوتے وقت روتے، نکلتے بھی تو روتے ہوئے۔ نماز بھی گریہ و بکا کے سائے میں ادا ہوتی اور ان کی مجلس بھی خشیت و بکا کی آماجگاہ ہوتی۔(۲)

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۴۴۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۲۶۵ حدیث: ۲۴۹۔

حضرت عمر بن ذر ہمدانی کوفی

عظیم محدث حضرت عمر بن ذر ہمدانی کوفی (م۱۵۶ھ)-جن سے امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت سفیان بن عیینہ وغیرہ نے حدیثیں روایت کیں ہیں-بیان کرتے ہیں :

ما رأيت باكيا قط إلا خيل إلي أن الرحمة قد تنزلت عليه . (۱)

یعنی میں اپنی زندگی میں جب بھی کسی گریہ وبکا کرنے والے کو دیکھتا ہوں (کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر اللہ کی خوف وخشیت اور اس کی یاد میں رو رہا ہے) تو (جو کچھ گریہ وبکا کا مجھے علم ہے اور اس حوالے سے میں نے احادیث طیبہ سن رکھی ہیں اور رونے دھونے کی اہمیت کی جو مجھے معرفت ملی ہے ایسے رونے والے شخص کو دیکھ کر) اسی لمحے میرے ذہن وفکر میں یہ خیال ڈال دیا جاتا ہے کہ اس پر ابھی اللہ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔(کیوں کہ اگر اللہ کی رحمت اس پر مہربان نہ ہوتی تو اس شخص کو رونا اور یادِ مولیٰ میں آہ وزاری کرنا نصیب نہ ہوتا)۔

اور یہی محدث آگے مرسلاً ایک روایت یوں بیان کرتے ہیں :

أن الباكي من خشيته يبدل اللّٰه مكان كل قطرة أو دمعة تخرج من عينيه أمثال الجبال من النور في قلبه، و يزاد من قوته للعمل، و يطفأ بتلك المدامع بحور من نار .

یعنی جب کوئی بندہ اللہ کی خوف وخشیت میں روتا ہے تو اس کی آنکھوں سے برسنے والے آنسوؤں کے ایک ایک قطرے کو اس کے دل میں پہاڑوں کے برابر نور سے بدل دیتا ہے۔(یعنی آنسوؤں کے ہر قطرے کے عوض اس کا سینہ ودل نور سے منور ہوتا چلا جاتا ہے)، اور اللہ تعالیٰ اعمالِ صالحہ کی قوت اس میں

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۳۰ حدیث:۲۸۔

بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اور سمندروں کے حساب سے بھی آتش دوزخ اس کا اِنتظار کررہی ہوتو اس آگ کو بجھاتا چلا جاتا ہے۔

حضرت مصعب بن ثابت

حضرت مصعب بن ثابت بن عبد اللہ القرشی رضی اللہ عنہ (م ۱۵۷ھ) اپنے وقت کے سب سے بڑے عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ آپ نے مسلسل پچاس سال روزے رکھے۔

حضرت یحیٰ بن مسکین بیان کرتے ہیں کہ میں نے مصعب بن ثابت سے زیادہ رکوع وسجود کرنے والا شخص اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ وہ ہرروز ہزار رکعتیں اَدا فرماتے، اور سدا روزے رکھتے تھے۔(۲)

حضرت ابوعمرو اَوزاعی

حضرت ابوعمرو بن عبد الرحمٰن اوزاعی (م ۱۵۷ھ) اپنے وقت میں فقہ وحدیث اور زہد وتقویٰ کے امام مانے جاتے تھے۔ پڑوس کی کوئی عورت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کے پاس آئی، تو امام اوزاعی کی سجدہ گاہ کو بھیگا ہوا دیکھ کر اسے بڑا تعجب ہوا۔ اسے رہا نہ گیا اور اس نے امام اوزاعی کی اہلیہ سے کہا: آپ بھی عجیب عورت ہیں بچوں کی دیکھ ریکھ ٹھیک سے نہیں کرپاتیں، یہ دیکھئے کہ آپ کی غفلت کے باعث شیخ اوزاعی کی سجدہ گاہ پر شاید کسی بچے نے پیشاب کردیا ہے۔

یہ سن کر امام اوزاعی کی بیوی نے فرمایا: اللہ کی بندی! بات وہ نہیں ہے، دراصل ہر

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۳۷ حدیث: ۳۵۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۱۶۔

شب ان کا یہی حال ہوتا ہے جب وہ صبح کرتے ہیں تو عالم سجود میں ان کے آنسوؤں کے قطروں سے پورا فرش بھیگا ہوا ہوتا ہے۔(۱)

حضرت ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ عبادت وریاضت میں فقیہ اوزاعی سے زیادہ محنت ومشقت کرنے والا آج تک میری نگاہوں سے کوئی نہیں گذرا۔(۲)

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن

ابوالحارث حضرت محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (م ۱۵۹ھ) کا مقام فقہ میں بہت بلند تھا نیز آپ زہدوورع میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔آپ کا معمول تھا کہ آپ پوری رات اللہ کی یاد میں مست رہتے اور صرف اپنے مولیٰ کو مناتے مناتے رات کا سفر تمام ہو جاتا تھا۔آپ ایک دن ناغہ کرکر کے روزے رکھا کرتے تھے۔(۳)

حضرت سفیانِ ثوری

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ (م ۱۶۱ھ) جب کبھی زیادہ کھا لیتے تو تمام رات قیام کرتے اور فرماتے: جب گدھے کو چارا زیادہ دیا جاتا ہے تو بھاری بوجھ اُٹھانے میں اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔

آپ خود بھی ساری رات قیام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ کم کھایا کرو تا کہ رات کو قیام کرسکو۔

آپ فرماتے ہیں کہ گریہ وزاری کے دس حصے ہیں، ان میں سے ایک اللہ کے لیے

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس:۲۰/۳۔
(۲) العبر فی خبر من غبر:۴۲/۱۔
(۳) صفۃ الصفوۃ:۲۱۶/۱۔

ہے اور باقی سب ریا ہے۔ پس اگر ایک سال میں ایک دفعہ بھی اخلاص کا گریہ نصیب ہوجائے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو امید ہے کہ آدمی دوزخ سے بچ جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ عالم تفکر میں غرق رہنے کے باعث خون کا پیشاب کرتے، اور مؤذن کی آواز سنتے ہی آپ کا رنگ غیر ہوجاتا اور رونا شروع کر دیتے، یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہوجاتی۔(۱)

حضرت خالد بن صقر سدوسی روایت کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت سفیان ثوری کے خاص الخاص میں تھے۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت وہ حضرت سفیان سے ملنے گئے۔ دروازے پر دستک دی تو کسی عورت نے دروازہ کھولا۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں گھر کے اندر داخل ہوا، دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں :

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لاَ نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوَاهُمْ o (سورۂ زخرف:۴۳/۸۰)

''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور ان کی سرگوشیاں نہیں سنتے ؟''۔

پھر خود ہی فرماتے : کیوں نہیں اے پروردگار! کیوں نہیں میرے مالک ومولا!! پھر پھوٹ پھوٹ کر روتے، لمبی لمبی سانسیں لیتے، اور گھر کی چھت پر نگاہیں جمائے ہوتے جب کہ آنسوؤں کا سیلاب بہ رہا ہوتا۔

میں بیٹھ کر ان کی یہ کیفیات دیکھتا رہا، پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے، میرے ساتھ

(۱) حضرت سفیان ثوری کو ''ثوری'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ نے پہلے اُلٹا قدم اندر رکھ دیا جس کے بعد یہ ندا آئی کہ اے ثور! (بیل) تجھے اللہ کے گھر حاضر ہونے کا ادب بھی نہیں معلوم۔ بس اسی دن سے آپ کا نام ثوری پڑ گیا۔ یہ ندا سن کر آپ پر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ غش کھا کر گر پڑے اور ہوش میں آنے کے بعد اپنے منہ پر طمانچے لگاتے ہوئے کہنے لگے کہ بے اَدبی کی ایسی سزا ملی ہے کہ میرا نام ہی دفتر انسانیت سے خارج کر دیا گیا۔ لہٰذا ''اے نفس! اب ایسی بے ادبی کی جرأت کبھی نہ کرنا''۔ -چڑیا کوٹی-

نشست کی اور پوچھا: آپ کب تشریف لائے، معاف کیجیے گا مجھے آپ کے آنے کا مطلق علم نہ ہوا۔(۱)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے پچاس سال تک ایسا گریہ وبکا کیا کہ اُن کی بینائی تک بہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہاتف غیبی بھیجا کہ اے سفیان! اس قدر کیوں روتے ہو؟۔ اگر جنت جانے کے شوق میں روتے ہو تو چلو جنت کا پروانہ تمھیں عطا کرتا ہوں۔ اور اگر جہنم سے بچنے کے لیے روتے ہو تو تمھیں جہنم سے نجات کا مژدہ بھی سناتا ہوں۔

عرض کی: اے پروردگار! مجھے نہ تو آتش جہنم کا کوئی خوف وڈر ہے، نہ جنت میں جانے کا کوئی شوق۔ سچی بات یہ ہے کہ میں تو تیری شوقِ ملاقات میں سسکیاں بھرتا رہتا ہوں۔ کسی نے اس موقع پر پتے کے اشعار کہے ہیں۔

حیاة من ملكت يداه قيادي ❁ لأخالفن على الهدى حسادي

و لأعصين عواذلي في حبه ❁ و لأهجرن لنائذي و رقادي

و لأجعلن نزاهتي فيه البكاء ❁ و لأكحلن مدامعي بسهادي

و لأحفرن لسره بين الحشا ❁ قبراً و لم يعلم بذاک فؤادي

و لأحلفن يمين صدق أنني ❁ اخلصت فيه محبتي و وِدادي

هو غايتي هو منيتي هو بغيتي ❁ هو سيدي يا سادتي و مرادي

و الحمد لله الذي خلق الوریٰ ❁ حمداً له يبقى على الآباد

یعنی اس زندگی کا کیا بھروسہ جس کی جان گروی رکھی ہوئی ہے۔ میں ضرور ہواوہوس کے خلاف اپنے حاسدوں سے برسرِ پیکار رہوں گا۔

---

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۳۰۹/۱ حدیث: ۲۹۲۔

مجھے ان سے کیا غرض جو اُس کی محبت میں وارفتہ ہونے کے باعث مجھ پر
ملامت کے تیر برسا رہے ہیں۔اس کی خاطر میں تو اپنے نائمز و رقاد سے تعلق
منقطع کرنے کو تیار ہوں۔

اس کی یاد میں رو رو کر میں خود کو بہلاؤں گا اور اس کی یاد میں شب بیداری کو
اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں گا۔

ان رازہائے سربستہ اور محبت کے درمیان ایک قبر کھود دوں گا، اور دل کو اس کی
کانوں کان خبر نہ ہونے دوں گا۔

یقین کی ہمالیائی سچائیوں کے ساتھ میں اس بات کی قسم اُٹھانے کے لیے تیار
ہوں کہ میں اس سے محبت و لگاؤ رکھنے کے تئیں مخلص اور کھرا ہوں۔

وہی میری غرض و غایت، اور منشا و مقصود ہے۔وہی میرا آقا و مولا اور مرادِ دلِ
ناصبور ہے۔

سو جملہ تعریفیں اس اللہ جل مجدہ کے لیے جس نے کل کائنات کی تخلیق فرمائی
اور حمد و تعریف کا یہ سلسلہ ابدالآباد تک یوں ہی جاری و ساری رہے۔(۱)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی ایک گناہ کا ارتکاب کر لینے کے باعث میں پانچ ماہ شب بیداری کی نعمت سے محروم رکھا گیا۔(۲)

حضرت محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ (جب ہم جوان تھے تو) حضرت سفیان بن ثوری رحمہ اللہ ہمیں راتوں میں جگا کر فرماتے: اے نوجوانو! اُٹھو اور اپنی جوانی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے جتنی عبادت و ریاضت کرنی ہو کر لو؛ کیوں کہ بندگی کا سب سے بہتر وقت یہی ہوتا ہے۔اگر آج عبادت و مناجات نہیں کروگے تو پھر کب کروگے؟۔(۳)

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح:۱/۲۰۔

(۲) موسوعۃ الخطب والدروس:۲/۲۰۔ (۳) موسوعۃ الخطب والدروس:۳/۲۰۔

حضرت ابراہیم بن ادہم

حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ (م۱۶۲ھ) ایک رات بیت المقدس میں سوئے تو ایک پتھر سے آواز آئی کہ رات کا قیام جہنم کے شعلہ کو بجھاتا ہے اور پل صراط پر قدموں کو مضبوط رکھتا ہے تو تم قیام لیل اور شب بیداری میں سستی نہ کیا کرو۔ اس واقعہ کے بعد انھوں نے تا دمِ مرگ، قیام لیل ترک نہ کیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے ایک دوست کی عیادت کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہ لمبی لمبی سانسیں کھینچ کر کسی بات پر افسوس کر رہا ہے۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ ایسی حالت میں تجھے کس چیز نے افسوس کرنے پر مجبور کیا؟ جواباً اس نے کہا: دنیا سے رخصت ہونے کا مجھے کوئی افسوس نہیں، اگر افسوس ہے تو صرف اس بات پر کہ اپنی پوری زندگی میں ایک بار میں شب بیداری کی دولت سے محروم رہ گیا، ایک بار میں دن میں روزہ نہ رکھ سکا، اور یوں ہی میری زندگی کا کوئی ایک لمحہ، ذکر الٰہی کی لذت سے آشنا ہے بغیر بیت گیا۔(۱)

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے عرض کی کہ میں ہزار کوششوں کے باوجود اپنے اندر رات میں قیام کرنے کی قدرت نہیں پاتا۔ نوازش ہوتی اگر آپ اس سلسلے میں کچھ رہنمائی فرماتے۔ آپ نے اسے بڑا پیارا جواب دیا: دن میں اُس (اللہ) کی نافرمانی کے کوئی کام نہ کیا کر، تمہارا یہ عمل تمہیں رات میں اس کے سامنے کھڑا ہونے کے لائق بنادے گا؛ کیوں کہ رات کی تنہائیوں میں اس کے حضور، قیام کرنا بڑی عظیم سعادت ہے، اور گنہ گار کہاں اس لائق کہ وہ اس سعادت سے حصہ پائے۔(۲)

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳/۱۔
(۲) موسوعۃ الخطب والدروس: ۲۰/۲۔

حضرت عبدالواحد بن زید

حضرت عبدالواحد بن زید (م ۱۷۷ھ) کا شمار مردانِ خداہ آگاہ میں ہوتا ہے، ان کا معمول تھا کہ ہر شب وہ اپنے اہل خانہ سے کہتے: اے گھر والو! خوابِ غفلت سے اُٹھو، اور اللہ کے حضور جھک جاؤ؛ کیوں کہ یہ دنیا سونے کی جگہ نہیں (بلکہ یہ دارالعمل) ہے۔ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں رہ گیا جب تم کیڑے مکوڑوں کی غذا بن جاؤ گے۔(۱)

حضرت مغیرہ بن حبیب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالواحد بن زید علیہ الرحمہ کو پورا مہینہ دیکھا کہ رات کو ایک ذرا نہ سوتے تھے۔ ہر وقت گھر والوں کو کہتے اُٹھو! یہ سونے کا وقت نہیں عنقریب تمہیں کیڑے مکوڑے کھائیں گے۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔(۲)

حضرت حارث بن عبید روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار کی مجلس میں حضرت عبدالواحد بن زید ہمیشہ میرے پہلو میں بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت مالک کا وعظ و بیان سن کر حضرت عبدالواحد اِتنا روتے تھے کہ میں حضرت مالک کی باتیں خوب اچھی طرح سمجھ بھی نہیں پاتا تھا۔(۳)

حضرت ابوعبیدہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالواحد بن زید کی مجلس وعظ سے متاثر ہوکر عتبہ غلام نو سال تک روتا رہا۔ جیسے ہی آپ کا وعظ شروع ہوتا، اس کی آنکھیں چھلک پڑتیں اور اختتامِ مجلس تک اس پر گریہ وبکا کی وہی کیفیت طاری رہتی، اور کسی کی مجال

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس:۲۰/۳۔
(۲) العبر فی خبر من غبر:۵۰/۱......صفۃ الصفوۃ:۳۸۲/۱۔
(۳) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۳۰۳/۱ حدیث:۲۸۶۔

بھی نہیں ہوتی کہ وہ عتبہ کو خاموش کرادے۔

چنانچہ ایک روز حضرت عبدالواحد بن زید سے شکایت کی گئی کہ عتبہ کے رونے کے باعث مجلس میں اتنا شور ہوتا ہے کہ ہم آپ کی باتیں اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔

آپ نے فرمایا: تو اس سلسلہ میں میں کیا کرسکتا ہوں۔ عتبہ غلام اپنے نفس پر خود سر دھنتا ہے، اور یادِ مولا میں اشک ریزیاں کرتا ہے تو مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اسے اس سے روکوں۔ اگر میں نے اسے اس گریہ وبکا سے منع کردیا تو پھر مجھ سے برا واعظ شاید ہی کوئی ہو۔(۱)

ایک مرتبہ مشہور قاری شیخ مضر نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی :

هٰـذَا كِتَـابٌ يَـنْـطِـقُ عَـلَيْـكُـمْ بِـالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ o (سورۂ جاثیہ:۲۹/۲۵)

''یہ ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلے میں بالکل ٹھیک بول رہا ہے اور ہم تمہارے اعمال کو لکھواتے جاتے تھے''۔

یہ آیت سن کر حضرت عبدالواحد بن زید زاروقطار رونے لگے اور اتنا روئے کہ بے ہوش ہوگئے، جب اِفاقہ ہوا تو کہنے لگے قسم ہے تیری عزت کی! جہاں تک مجھ سے ہوسکے گا میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا تو اِطاعت پر میری مدد فرما، اور مجھے توفیق خیر سے نواز۔(۲)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ (م ۱۷۹ھ) درسِ حدیث دے رہے تھے اس دوران بچھو نے سولہ مرتبہ کاٹا۔ ڈنک کی تکلیف سے آپ کا رنگ بدل جاتا تھا لیکن آپ کے طرزِ

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۲۴۱/۱ حدیث: ۲۲۶۔

(۲) احیاء علوم الدین: ۱۸۴/۴۔

بیان میں ذرا بھی تبدیلی نہ آتی۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک نے دریافت کیا کہ آج دورانِ درس آپ کی وہ حالت دیکھی جو اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اس پر آپ نے بچھو کے کاٹنے کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے کہا :

إنما صبرت إجلالا لحديث رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم .

یعنی عظمت وجلال نبوی نے مجھے اس بات پر مجبور کیے رکھا کہ برابر حدیث پڑھتا رہوں اور اس اذیت پر صبر کروں۔

حضرت مالک ابن انس کے نزدیک حدیث رسول کا اتنا احترام تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت اگر کوئی زور سے بول پڑتا تو آپ فرماتے: اپنی آواز پست کرو، کیا تم نے اللہ کا یہ کلام نہیں سنا: ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو''۔ تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آواز بلند کرنا بھی ایسے ہی ہے جیسے آوازِ رسول پر اپنی آواز بلند کرنا۔(۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رضی اللہ عنہ (م ۱۹۱ھ) تعلیم وتربیت میں انہاک کے حوالے سے اپنی زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں علم اور وقت کی کیا اہمیت تھی، اور امام مالک کا مقام ومرتبہ کیا تھا اور ان کی راتیں کیسے گزرتی تھیں۔

فرماتے ہیں کہ چھوٹی سی عمر میں میری اپنے چچا کی بیٹی (کزن) سے شادی کر دی گئی، ابھی کچھ ہی دن اس کے ساتھ گزرنے پائے تھے کہ پھر اچانک علم دین کا سودا میرے سر میں سما گیا، ہر چند میں نے چاہا کہ کچھ اور دن نئی نویلی دلہن کے ساتھ گزار لوں مگر علم کی تشنگی نے اس کی اِجازت نہ دی اور مجھے بہر قیمت طلب دین کے لیے نکل جانا پڑا۔ گھر سے نکلتے

(۱) شفا قاضی عیاض: ۵۲۶۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۱۱۶...... شفا قاضی عیاض: ۲/ ۴۱۔

وقت میں نے بیوی سے کہا کہ چوں کہ تحصیل علم کے لیے جا رہا ہوں؛ اس لیے نہیں معلوم کتنا وقت لگ جائے سو تمھیں اختیار ہے چاہو تو میرے نکاح میں رہو چاہو تو طلاق لے لو۔ مگر اس نے میرے نکاح میں رہنے کو ترجیح دی؛ چنانچہ میں گھر سے اس حال میں نکلا کہ وہ اُمید سے تھی۔ طلب چوں کہ صادق تھی اس لیے سفر کی مشکلات کو خاطر میں لائے بغیر میں تھوڑے ہی دن میں مرکز علم وایمان 'مدینہ منورہ' پہنچ گیا۔

ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مالک کے حلقہ درس سے خود کو وابستہ کر لیا اور صبح وشام زیورِ علم وادب سے خود کو آراستہ کرتا رہا۔ یوں تو ہر وقت ہی ہم لکھنے پڑھنے میں جٹے رہتے تھے لیکن سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے وقت میں حضرت امام مالک سے بطورِ خاص چند ایک مسائل یا تین چار حدیثیں سماعت کر لیا کرتا تھا جب وہ مسجد نبوی کے لیے سرِ صبح گھر سے نکل رہے ہوتے؛ کیوں کہ اس وقت مجھے کافی انشراحِ صدر ہوتا اور ذہن وفکر کو اس وقت سیکھنے کے لیے زیادہ آمادہ پاتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میں اپنے معمول کے مطابق سرِ صبح آیا، اور ان کے دروازے سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہی تھا کہ میری آنکھوں میں نیند اُتر آئی اور میں وہیں سو گیا۔ اسی دوران امام مالک مسجد کے لیے نکل بھی گئے اور مجھے اس کا شعور تک نہ ہو سکا۔

کہتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر میں گھر سے ان کی ایک کالی سی کنیز نکلی اور مجھے دروازے پر سویا دیکھ کر اپنے پیر سے ٹھوکا دیتے ہوئے کہا کہ تمہارے آقا (امام مالک) دیر ہوئی مسجد کو جا چکے ہیں، وہ تمہاری طرح غافل اور لاپرواہ نہیں ہیں بلکہ انھیں وقت کا کافی خیال ہوتا ہے اور وہ اپنے معمولات کے بہت ہی پابند ہیں۔ آج کوئی اُنچاس (۴۹) سال ہو گئے ہیں اس دوران ان کا معمول رہا ہے کہ وہ فجر کی نماز' عشا کے وضو سے اَدا فرماتے آرہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ سن کر میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور میں نے اپنے آپ کو امام مالک کے درِ جود سے ایسا مربوط کر لیا کہ کوئی سترہ سال تک مسلسل پوری تن دہی، وقت کی

پابندی اور ذمہ داری کے ساتھ علم و ادب کی تحصیل میں لگا رہا۔ اس دوران سوائے علم و فضل حاصل کرنے کے میں نے نہ کوئی تجارت کی اور نہ ہی کسی اور کام میں خود کو مشغول رکھا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن معمول کے مطابق میں ان کے حلقۂ درس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حجاجِ مصر کا ایک قافلہ نمودار ہوا؛ جس میں ایک چھریرا خوبصورت نوجوان بھی شامل تھا، ہمارے پاس آکر اس نے بڑی نیازمندی سے سلام عرض کیا اور پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں ابن القاسم نامی کوئی بزرگ بھی ہیں؟۔

لوگوں نے میری طرف اِشارہ کرتے ہوے کہا کہ یہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ سن کر وہ جوان میرے پاس آیا اور میری آنکھیں اور میرے ہاتھ چومنے لگا جس سے ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی جس نے میرے مشام جاں کو معطر کر رکھا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ میرا اَپنا بیٹا ہے جسے میں گھر سے نکلتے وقت اس کی ماں کے شکم میں اَمانۃً چھوڑ آیا تھا، اور اب وہ جوانِ رعنا ہو چکا تھا۔(۱)

ہشام بن غازی نے ایک مرتبہ راستہ چلتے ہوئے امام مالک سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پوچھ لی، امام مالک کے ہاتھ میں چھوٹی سی ایک چھڑی تھی، آپ نے اس چھوٹی چھڑی سے ہشام بن غازی کو بیس ضربیں لگائیں اور فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث راہ چلتے نہیں پوچھی جاتی یہ بے ادبی ہے۔ بیس ضربیں لگا کر پھر ان کو مناسب جگہ پر بٹھایا اور بدلے میں بیس حدیثیں سنائیں۔

ہشام بن غازی فرمایا کرتے تھے: میری خواہش تھی کہ امام مالک مجھے ضربیں لگاتے جاتے اور حدیثیں سناتے جاتے۔(۲)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اپنے احباب کو یہ تاکید فرمائی تھی:

(۱) ترتیب المدارک وتقریب المسالک: ۱۵۷۔
(۲) شفا قاضی عیاض: ۵۲۶۔

من تفقه و لم يتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم يتفقه فقد تزندق و من جمع بينهما فقد تحقق . (۱)

یعنی جس نے فقہ کا علم سیکھا اور تصوف نہ پڑھا وہ فاسق ہوگیا اور جس نے تصوف کا علم پڑھا اور فقہ نہ سیکھی وہ زندیق بن گیا اور جس نے دونوں کو جمع (اور حاصل) کیا وہ کامل بن گیا۔

(۱) شرحِ مشکوۃ المصابیح ملا علی قاری:۱/۳۱۳۔

حدیث رسول اور رقت قلبی

اکابرین امت میں کچھ وہ بھی ہوئے ہیں جن کے سامنے جب حدیث رسول پڑھی جاتی اور پیارے آقا علیہ السلام کا نام گرامی لیا جاتا تو ان کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگتی تھیں، اور ایسا اتفاقاً نہیں ہوتا تھا بلکہ پوری زندگی ان کا یہی معمول رہا تھا۔

☆ حضرت امام ایوب سختیانی ایک جلیل القدر راویِ حدیث ہوئے ہیں۔ اکثر کتب حدیث میں ان سے روایات مروی ہیں۔ وہ امام مالک کے شیوخ اور آپ کے اساتذہ میں تھے۔ امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ایوب سختیانی کا حدیث میں کیا درجہ تھا؟ تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے جتنے شیوخ واساتذہ سے حدیث روایت کی ہے اُن سے بہتر اور افضل کسی کو نہیں پایا۔ پوچھا گیا: ان کی فضیلت کا سبب کیا ہے؟ فرمانے لگے :

حج حجتين فكنت أرمقه و لا أسمع منه غير أنه كان إذا ذكر النبي صلى الله عليه وآله وسلم بكى حتىٰ أرحمه فلما رأيت منه ما رأيت و إجلاله للنبي صلى الله عليه وآله وسلم كتبت عنه .

یعنی انھوں نے دو حج کیے، میں ان کے پاس رہتا تھا وہ حدیث بیان کرتے مگر پہلے میں انھیں لکھنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا، لیکن خدا کی قسم! میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آجاتا اور آپ کا نام نامی سنتے تو ان کی آنکھیں چھم چھم حضور کے عشق میں برسنے لگتیں، وہ اتنا روتے کہ ان کی حالت زار پر ہمیں رحم آجاتا۔ جب میں نے انھیں حضور کے عشق میں اتنا غرق دیکھا تو حضور کی اسی تعظیم اور عشق کو دیکھ کر میں نے ان سے حدیث لکھنا شروع کی۔ (شفا قاضی عیاض:۲/۴۱)

☆ حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ میں نے عامر بن عبداللہ بن زبیر کو دیکھا کہ اگر ان کے سامنے

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوجاتا تو نام پاک سن کر زار و قطار رو پڑتے، آپ کی چیخ نکل جاتی، اور روتے روتے آپ کے آنسوؤں کا سوتہ خشک ہو جاتا۔

☆ حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ میں نے وقت کے عظیم عابد و زاہد امام صفوان بن سلیم کو دیکھا کہ آقا علیہ السلام کا ذکر ہوتا تو نام نامی سنتے ہی ان کی چیخ نکل جاتی۔

☆ حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ میں نے سید القراء حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ جب بھی ان سے حدیث کی بابت کوئی سوال ہوتا تو اسم پاک سنتے ہی وہ رو پڑتے اور اس قدر روتے کہ ہمیں ان کی حالت زار پر ترس آنے لگتا۔

☆ وقت کے جلیل القدر امام حضرت زہری کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کے سامنے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک آجاتا تو ان کی حالت اتنی غیر ہوجاتی کہ سامنے بیٹھے ہوئے دوست کو بھی نہ پہچان سکتے تھے اور نہ کوئی ان کو پہچان سکتا کہ وہ امام زہری ہیں۔

☆ حضرت مصعب بن عبداللہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ جب کبھی ان کے سامنے حضور اقدس ﷺ کا ذکر آجاتا، ان کا رنگ تبدیل ہوجاتا، زار و قطار رونے لگتے، اور اتنا روتے کہ ان کی حالت غیر ہوجاتی حتیٰ کہ لوگ انھیں اسی حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور ذکر سن کر ان کا گریہ و بکا نہ رکتا تھا۔ (شفا قاضی عیاض:۴۲/۲)

☆ حضرت مصعب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر بن محمد الصادق کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے، وہ انتہائی خوش مزاج اور ظریف الطبع واقع ہوئے تھے، لیکن جب بھی ان کے سامنے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل کیا جاتا تو ان کا چہرہ زرد ہوجاتا تھا۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کے بارے میں حضرت قاضی عیاض روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی مجلس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آجاتا تو خدا کی قسم! ان کے چہرے کا رنگ اس طرح غیر ہوجاتا کہ جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو اور زبان گنگ ہوجاتی، ان کی زبان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت اور ہیبت و جلالِ محمدی میں کوئی کلمہ نہیں نکلتا تھا۔

☆ حضرت قاضی عیاضؒ امام محمد بن سیرین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ کثیر التبسم تھے، مسکراتے رہنا ان کی شرست میں داخل تھا مگر جب آقائے کریم علیہ السلام کی حدیث بیان کرنے کا وقت آتا تو سارا جسم لرزہ براندام ہوجاتا اور بے اختیار ہوکر کانپنے لگتے۔ (شفا قاضی عیاض:۴۲/۲)

اِن اکابرینِ اُمت کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و اَدب کی خصوصی خیرات سے حصہ وافر عطا فرمائے۔ -چریا کوٹی-

حضرت عبداللہ بن مبارک

اِبتدائی زمانے میں حضرت عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) کے پاس ایک ایسا غلام تھا جس سے آپ نے یہ شرط کر رکھی تھی کہ اگر تم محنت مزدوری کر کے اِتنی رقم مجھے دے دو تو میں تم کو آزاد کردوں گا۔ (ایسا غلام مکاتب کہلاتا ہے) چنانچہ وہ غلام دن بھر آپ کی خدمت کرتا اور رات کو انھیں کہہ کر مزدوری کے لیے چلا جاتا تھا، اور صبح آ کر یومیہ مقررہ رقم آپ کے سپرد کردیتا تھا۔

ایک دن کسی نے آپ سے کہا کہ آپ کا غلام کفن چور ہے، یہ ہر رات کفن چرا کر فروخت کرنے کے بعد آپ کی رقم ادا کرتا ہے۔

یہ سن کر آپ کو بے حد ملال ہوا اور رات کو چھپ کر اس کے پیچھے پیچھے قبرستان میں پہنچ گئے۔ چنانچہ دیکھا کہ قبرستان میں جا کر غلام نے ایک قبر کھولی (جو اصلاً قبر نہ تھی بلکہ ایک گڑھا تھا جسے غلام نے اپنے لیے کھود رکھا تھا) اس قبر میں اُتر کر غلام نے ٹاٹ کا لباس پہن لیا جو اس نے اس گڑھے میں رکھا تھا پھر نماز میں مشغول ہوگیا۔

جب آپ نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ٹاٹ کے کپڑے پہنے اپنے گلے میں طوق ڈالے ہوئے خشیت مولا میں بے تحاشا آہ و بکا اور گریہ وزاری کیے جا رہا ہے۔

اس طرح پوری رات آپ نے باہر اور غلام نے قبر کے اندر عبادت کرنے میں گزار دی، پھر صبح کو غلام نے قبر کو بند کیا اور فجر کی نماز مسجد میں جا کر اَدا کی اور یہ دعا کرتا رہا کہ اے اللہ! اب رات گزر چکی ہے، اب میرا مالک مجھ سے رقم طلب کرے گا؛ لہٰذا اپنے کرم سے تو ہی کچھ انتظام فرما دے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پس دعا ایک نور نمودار ہوا اور اس نے درہم کی شکل اختیار کرلی، جسے لے کر وہ صبح اپنے مالک کے پاس آیا اور

پیش کر دیا۔ مالک قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ آج سے میرا جی چاہتا ہے کہ تو مالک بن جائے اور میں تیرا غلام بن جاؤں۔

یہ جملہ سن کر غلام نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار! اب میرا راز فاش ہو گیا؛ اس لیے اب مجھے دنیا سے اُٹھا لے، چنانچہ اس نے آپ ہی کی آغوش میں دم توڑ دیا۔ پھر آپ نے غسل دے کر اسے ٹاٹ ہی کے لباس میں دفن کر دیا۔ لیکن رات میں خواب دیکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دو براقوں پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عبداللہ! تو نے ہمارے دوست کو ٹاٹ کے لباس میں کیوں دفن کیا؟۔

غلام کی اس کیفیت نے حضرت عبداللہ بن مبارک کی تقدیر بدل ڈالی۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کی ریش مبارک (داڑھی) سفید تھی۔ وہ اس کو پکڑ کر اللہ کے حضور روتے اور عرض کرتے تھے: اے مولا! عبداللہ بن مبارک کے بڑھاپے پر رحم فرما اور اس کی سفید داڑھیوں کی لاج رکھ لے۔ اس طرح وہ ہمہ وقت معافی مانگتے رہتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمہ اور بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ جب درجِ ذیل آیت کریمہ پڑھتے :

اِنَّ الاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ٥ وَ اِنَّ الفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ٥ (سورۃ انفطار:۸۲/ ۱۳،۱۴)

''بے شک نیکوکار جنتِ نعمت میں ہوں گے۔ اور بیشک بدکار دوزخ (سوزاں) میں ہوں گے''۔

تو روپڑتے یوں ہی حضرت عبد اللہ بن مبارک یہ آیت پڑھنے کے بعد بے اختیار روتے، ایک مرتبہ اسے پڑھتے ہی بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو کہا معلوم نہیں کہ ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوگا!۔

حضرت ضیغم بن مالک

حضرت ضیغم رضی اللہ عنہ (م۱۸۱ھ) نے پہلے تو کھڑے کھڑے عبادت کی، جب سکت نہ رہی تو بیٹھ کر عبادت کرنا شروع کر دیا، جب بیٹھنے کا بھی یارانہ رہا تو چت لیٹ کر عبادت شروع کر دی، اور آپ یوں ہی عبادت کرتے رہے کہ ایک دن حالت سجدہ میں موت نے آپ کو آلیا۔ وہ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے :

اللّٰهم إني أحب لقاء ک فاحبب .

یعنی اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو تو بھی مجھے محبوب رکھ۔

نیز آپ فرماتے :

لو علمت أن رضاه لي في تقريض لحمي بالمقاريض لفعلت ذلک . (۱)

یعنی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ بدن کے گوشت کو قینچی کے ذریعہ کتر دینے سے مجھے اُس کی رضا حاصل ہو جائے گی تو میں یہ بھی کر گزروں گا۔

حضرت سیار کہتے ہیں کہ حضرت ضیغم ہر روز چار سو رکعتیں اَدا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبیداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں عمران بن مسلم نامی اپنے ایک دوست کے پاس گیا تو اس نے اپنی مسجد میں پانی سے تر دو جگہیں دکھائیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: یہ قسم بخدا! ضیغم بن مالک کے آنسو ہیں، کل مغرب اور عشا کے درمیان انھوں نے حالت رکوع میں اس قدر گریہ وزاری کی کہ سارا کچھ تر بتر ہو گیا۔

حضرت ازہر بن مروان رقاشی کہتے ہیں کہ میں نے ضیغم جیسا عابد شب زندہ دار نہیں

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۳۱......صفۃ الصفوۃ: ۱/۳۹۱۔

دیکھا۔اس کا خوف وخشیت بھی بے مثال تھا،اور اس کی اداسی وخاموشی بھی اپنا جواب آپ تھی۔(۱)

حضرت ضیغم بن مالک کہتے ہیں کہ مجھ سے حکم بن نوح نے کہا کہ ایک رات حالت قیام میں آپ کے والد شروع شب سے لے کر آخیر شب تک مسلسل روتے رہے،اس میں نہ کوئی سجدہ کیا اور نہ رکوع،اور ہم اس وقت بحری سفر میں تھے۔پھر جب صبح ہوئی تو ہم نے کہا:اے مالک!بلانماز ودعا آپ کی شب اتنی طویل کیوں ہوگئی تھی؟۔

انھوں نے روتے ہوئے جواب دیا:کاش!لوگوں کو معلوم ہوجاتا کہ کل ان کا کس سے واسطہ پڑنا ہے تو ان کی زندگی اجیرن بن جاتی،اور عیش ومستی کے کبوتر ان کے ہاتھوں سے اُڑ جاتے۔

قسم بخدا!جب میں نے رات کی دہشت،اور اس کی گھنگھور سیاہی دیکھی تو مجھے عرصہ محشر میں کھڑے ہونا اور وہاں کی مشکل گھڑی یاد آگئی،جس دن کہ ہر شخص کو صرف اپنی اپنی پڑی ہوگی اور وہ خود اپنے آپ ہی کو کوس رہا ہوگا۔اللہ فرماتا ہے :

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوا يَوماً لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهٖ وَ لاَ مَولُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهٖ شَيئاً o (سورۂ لقمان:۳۳/۳۱)

اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلا نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی ایسا فرزند ہوگا جو اپنے والد کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہو۔

یہ کہہ کر آپ نے ایک ٹھنڈی سانس لی،بے ساختہ زمین پر گر پڑے اور دیر تک تڑپتے رہے۔(۲)

(۱) صفۃ الصفوۃ:۳۹۱/۱۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۳۹۱/۱۔

حضرت موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہم

حضرت موسیٰ بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما (م۱۸۳ھ) کے حوالے سے ایک ایسا ایمان افروز واقعہ ملتا ہے جس سے ان کی خدا آگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی (م۱۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ ۱۴۹ھ میں میں حج بیت اللہ کے ارادے سے نکلا۔ جب مقام قادسیہ پہنچا تو دیکھا کہ وہاں لوگوں کا ایک ہجوم ہے، زرق برق لباسوں میں لوگ ادھر ادھر آ جا رہے ہیں۔ ان کے بیچ ایک چمکتے چہرے والے جوان پر جا کر میری نظر ٹک گئی، جس نے اپنے لباس کے اوپر اون کا ایک دبیز کپڑا ڈال رکھا تھا، اور لوگوں سے بالکل الگ تھلک ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے جی میں سوچا کہ یہ جوان ڈھونگ رچانے والا کوئی صوفی لگ رہا ہے، اور اس نے اپنی یہ حالت اس لیے بنا رکھی ہے تاکہ لوگوں کا اس کی طرف میلان ہو، اور راہ چلتے لوگ اسے اپنی خیرات سے نوازتے جائیں۔

میں نے کہا: قسم بخدا! میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا اور اس کو اس کی اس حرکت پر تنبیہ کروں گا۔ جب اس ارادے سے میں اس کے قریب ہوا تو وہ میری طرف پوری طرح متوجہ ہو کر کہتا ہے: اے شقیق!

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ٥ (سورۂ حجرات: ۱۲/۴۹)

''اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بے شک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اُخروی سزا واجب ہوتی ہے)''۔

پھر مجھے چھوڑ کر وہ آگے چلتا بنا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ یہ تو عجیب بات ہوئی کہ اس نے مجھے نہ صرف میرے نام سے پکارا بلکہ اس نے میرے دل کے اِرادے بھی پڑھ لیے۔ یقیناً یہ کوئی اللہ والا ہوگا، مجھے اس کی فیض صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اس

کے ساتھ رہ کر کچھ سیکھنا چاہیے، چنانچہ یہ سوچ کر میں اس کے پیچھے دوڑا، مگر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اور میں اسے پانے میں ناکام رہا۔

پھر جب ہم مقام واقصہ میں اُترے تو میں نے دیکھا کہ وہ جوان ایک گوشہ میں نماز اَدا کررہا ہے، اس کے پورے بدن پر رعشہ طاری ہے، اور آنکھیں سیلاب بنی ہوئی ہیں۔ میں نے کہا: اب اس کا ساتھ نہیں چھوڑنا، چنانچہ بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ فارغ ہوا تو قبل اس کے کہ میں اس کی طرف متوجہ ہوتا وہ خود ہی مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے شقیق! اس آیت کی تلاوت کرو :

وَ إِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدَى o (سورۂ طہٰ:۸۲)

''اور بے شک میں بہت زیادہ بخشنے والا ہوں اس شخص کو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر (قائم) رہا''۔

پھر مجھے تنہا چھوڑ کر وہ اپنی راہ لیتا بنا۔ میں نے جی میں کہا: ہونہ ہو یہ کوئی اَبدال لگتا ہے؛ کیوں کہ یہ دومرتبہ میرے رازوں پر آگاہی پاچکا ہے۔

پھر جب ہم مقام رمال پہنچے، تو میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان ہاتھ میں ایک کوزہ لیے ایک کنوے کے پاس کھڑا ہے۔ پانی نکالنے کی کوشش کرتے کرتے وہ کوزہ کنوے کے اندر گرگیا۔ میں یہ سب کچھ مشاہدہ کررہا تھا۔ اتنے میں میں نے آسمان سے بجلی کی ایک چمک دیکھی، اور میں نے اسے یہ شعر پڑھتے سنا۔

أنت ربي إذا ظمئت من المـا ء و قوتي إذا أردت الطعاما

یعنی مولا! وہ تو ہی ہے کہ جب میں پیاسا ہوا تو تو نے میری خشک حلق کو پانی سے تر کیا، اور جب بھوک لگی تو کھانے کا انتظام فرمایا۔

اے پروردگار! اس بھری دنیا میں میرا تیرے سوا کوئی نہیں، لہٰذا مجھے غیر کی ٹھوکر پر نہ ڈالنا اور مجھے برباد ہونے سے بچالینا۔

حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ جوان ابھی اتنا ہی کہنے پایا کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوے کا پانی جوش مارتا ہوا اُمڈ کر منڈیر تک آ گیا۔ نوجوان نے ہاتھ بڑھا کر اپنا کوزہ اُٹھایا، اسے پانی سے بھر کر وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کی، پھر ریتیلی مٹی کی طرف بڑھا، ہاتھوں سے کچھ ریت اُٹھا کر کوزے میں رکھا اور اسے پانی میں ملا کر پی گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر میں اس کے پاس آیا، اسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا: اللہ نے آپ پر جو کچھ انعام کیا اس سے مجھے بھی کچھ نوازیں۔

اس نے کہا: اے شقیق! اللہ جل مجدہ ہمیشہ ظاہر و باطن میں اپنی نعمتوں کے انوار اُتارتا رہتا ہے؛ لہٰذا اس کے ساتھ حسن ظن کا تعلق استوار کرلو۔ پھر اس نے پانی سے بھرا کوزہ میری طرف بڑھایا، جس کے اندر شکر اور ستو کا آمیختہ موجود تھا، اور وہ اتنا لذیذ تھا کہ قسم بخدا! ایسا من پسند اور خوشبودار مشروب میں نے کبھی زندگی میں نہیں پیا؛ اس لیے میں نے خوب جی بھر سیرابی حاصل کی، اور اس کی برکت سے کئی دنوں تک کھانے پینے کی کوئی خواہش نہیں ہوئی۔ پھر وہ میری نگاہوں سے روپوش ہوگیا۔

جب ہم مکہ پہنچے، تو ایک شب میں نے آدھی رات کو اسے قبہ چاہِ زمزم کے پاس دیکھا کہ کامل خشوع، رقت قلب اور چشم اشک بار کے ساتھ وہ مصروفِ نماز ہے، اور وہ اپنی عبادت گزاری میں ایسا جٹا رہا کہ کاروانِ شب گزر گیا اور وہ یوں ہی یادِ مولا میں مگن رہا۔

جب سپیدۂ سحر طلوع ہوا تو اپنی جاے نماز پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگا، پھر اُٹھا اور نماز فجر اَدا کرنے کے بعد خانۂ کعبہ کے طواف میں مصروف ہوگیا۔ سات چکر لگانے کے بعد وہ صحن کعبہ سے باہر جانے لگا۔

میں اس کے پیچھے لگ گیا، لیکن اب اس کی حالت اس سے بالکل سوا تھی جو میں نے راہ میں دیکھی تھی؛ کیوں کہ اب اس کے اردگرد اہل عقیدت کا ہجوم تھا، اور خدم و حشم نیازمندی میں لگے ہوئے تھے۔

خانۂ خدا میں اس کی یہ جاہ وحشمت دیکھ کر میں نے اس کے خدام سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ تو اس نے کہا: یہ موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ حضرت شقیق بلخی کہتے ہیں: یہ سن کر میں نے کہا کہ تبھی تو ایسے ایسے خوارقِ عادات دیکھنے میں آئے، اور اِن ساداتِ کرام ہی سے ایسے عجیب وغریب اُمور کی توقع کی جاسکتی ہے، اور انھیں لوگوں کو ایسی کرامتیں اور سعادتیں زیبا ہیں۔(۱)

حضرت فضیل بن عیاض

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ (م ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں: جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو میں اندھیرا چھانے پر خوش ہوتا ہوں کہ اب اپنے پروردگار کے ساتھ خلوت نصیب ہوگی اور جب فجر طلوع ہوتی ہے تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اب لوگ آجائیں گے۔(۲)

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: مبارک باد ہو اس شخص کے لیے جسے لوگوں سے وحشت اور اپنے مولیٰ سے اُنس ہو اور جو اپنے گناہوں پر خوب خوب آنسو بہانے والا ہو۔(۳)

آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو رات میں اُٹھ کر اپنے مولا کو منانے اور دن میں روزہ رکھنے کی توفیق نہ ملے تو سمجھو وہ سب سے بڑا محروم ہے، اور اس محرومی کا سبب جرم وگناہ کے سوا کچھ نہیں، کیوں کہ گناہوں کی کثرت توفیق خیر چھین لیتی ہے۔(۴)

آپ نے مزید فرمایا: پانچ چیزیں بدبختی کی علامتوں میں سے ہیں: دل کی سختی۔ آنکھ کا آنسو نہ بہانا۔ شرم وحیا کی کمی۔ دنیا کی چاہت۔ لمبی لمبی اُمید۔(۵)

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۲۱۸/۱۔ (۲) قوت القلوب ابو طالب مکی: ۷۸/۱۔
(۳) طبقات الصوفیہ سلمی: ۱۴۔ (۴) صفۃ الصفوۃ: ۲۳۱/۱۔
(۵) شعب الایمان بیہقی: ۱۴۸/۶ حدیث: ۷۷۴۷...... تاریخ مدینۃ دمشق ابن عساکر: ۴۲۶/۴۸۔

ایک اور مقام پر فرمایا: اہل دل کے یہاں یہ چیز ناپسندیدہ ہے کہ انسان اس سے زیادہ خشوع ظاہر کرے جتنا اُس کے دل میں ہے۔(۱)

حضرت منصور بن عمار فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد حرام میں خطاب کر رہا تھا، دورانِ بیان جہنم کا تذکرہ آ گیا، آتش دوزخ کی بات سنتے ہی میں نے دیکھا کہ فضیل بن عیاض تڑپنے لگے، آنکھیں جھیل بن گئیں، ایک چیخ فضا میں بلند ہوئی اور زمین پر غش کھا کر گر پڑے۔(۲)

حضرت علی بن فضیل (م۱۸۳ھ) روایت کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت فضیل بن عیاض گریہ وزاری کے گرویدہ تھے اور رونے تڑپنے سے انھیں بہت پیار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کبھی عالم خواب میں بھی رونا شروع کر دیتے۔ اہل خانہ سمجھتے کہ واقعتاً آپ رو رہے ہیں مگر پھر پتا چلتا کہ وہ تو نیند میں ہیں۔(۳)

شیخ عنبری روایت کرتے ہیں کہ بہت سے ارباب حدیث حضرت فضیل بن عیاض سے ملاقات کے لیے ان کے دروازے پر جمع ہوئے۔ آپ نے روشندان سے سر نکالا، آپ کے رخساروں پر آنسو رواں تھے اور داڑھی لرز رہی تھی۔ فرمایا: لوگو! قرآن کریم کو لازم پکڑلو، نماز کی پابندی کرو، یہ باتوں میں مشغول رہنے کا زمانہ نہیں ہے بلکہ خوف وخشیت، آہ وبکا اور دعا ومناجات کا زمانہ ہے۔ ڈوبنے والوں کی طرح دعا کرو، اس زمانے میں اپنی زبان کی حفاظت کرو، اپنے آپ کو پوشیدہ رکھو، اپنے قلب کا علاج کرو، جو جانتے ہو اس پر عمل کرو اور جو نہیں جانتے اُسے ترک کر دو۔(۴)

(۱) مدارج السالکین ابن قیم جوزیہ: ۳۸۹/۱۔
(۲) صفۃ الصفوۃ: ۲۳۱/۱۔
(۳) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۲۴۳/۱ حدیث: ۲۲۸۔
(۴) احیاء علوم الدین: ۱۸۶/۴۔

حضرت سعد بن زنبور کہتے ہیں کہ ہم حضرت فضیل بن عیاض کے درِ دولت پر پہنچے، اندر جانے کی اجازت طلب کی مگر نہ ملی اور ہم سے کہا گیا کہ اس وقت وہ نہیں آسکتے، ہاں اگر قرآن کی تلاوت کرو تو شاید وہ ازخود باہر نکل آئیں۔

چنانچہ ہمارے ساتھ ایک بڑا ہی خوش آواز مؤذن تھا، ہماری فرمائش پر اس نے سورۂ الہاکم التکاثر پڑھنا شروع کی، جب اس کی خوش نغمگی اور بلند آوازی حضرت فضیل کے کانوں میں پڑی، آپ روتے ہوئے باہر نکلے، اور اس قدر زاروقطار روئے کہ داڑھی آنسوؤں سے تربتر ہوگئی۔ آپ کے ہاتھ میں کوئی ٹکڑا تھا، ہم نے دیکھا کہ اس سے آپ باربار اپنی اشک بار آنکھیں پوچھ رہے ہیں۔(۱)

حضرت فضیل بن عیاض کی زوجہ محترمہ خوش الحان قاریوں سے کہا کرتی تھیں کہ تم میرے بیٹے علی بن الفضیل کے سامنے خوش نغمگی کے ساتھ قرآن نہ پڑھا کرو؛ کیوں کہ جب یہ قرآن سنتا ہے تو رورو کر اس کی حالت اتنی نازک ہوجاتی ہے کہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز نہ کر جائے۔

نیز علی بن فضیل کو قراءتِ قرآن کا یارا نہ ہوتا تھا۔ جیسے ہی آپ قرآن کی تلاوت شروع کرتے، آنکھیں اشک ریز ہوجاتیں، آواز رندھ جاتی، اور روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، گر پڑتے اور جی بھر کر قرآن نہ پڑھ سکتے تھے۔ اسی حالت پر ایک زمانہ بیت گیا۔

ایک روز اپنے والد سے عرض کیا کہ اے ابا جان! ساری زندگی بیت گئی، قرآن کھول کر جب نغمۂ لاہوتی کی تلاوت شروع کرتا ہوں تو گریہ وبکا مجھے آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ میرے لیے دعا کردیں کہ کم سے کم زندگی میں ایک مرتبہ ختمِ قرآن تو کرلوں!۔

ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاض کے سامنے کسی قاری نے بہت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ میرے بچے کے نزدیک جاکر تلاوت کرو؛

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۳۱۔

لیکن یاد رہے کہ سورۂ القارعہ ہرگز نہ پڑھنا؛ کیوں کہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ ذِکر قیامت سننے کی تاب نہیں رکھتا؛ مگر قاری کو دل لگی سوجھی اور اس نے وہاں پہنچ کر وہی سورۃ پڑھ دی۔ صاحبزادے نے ایک زوردار چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہوگیا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

بکیٰ ابني علي ، فقلت له : یا بني ما یبکیک؟ فقال: یا أبت، إني أخاف أن لا تجمعنا القیامة و تفرق بیننا . (۱)

یعنی ایک دن اچانک میرا بیٹا علی رونے لگا تو میں نے پوچھا: پسرِ عزیز! تیرے گریہ کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے کہا: پدرِ بزرگوار! مجھے ڈر ہے کہ کہیں قیامت ہمارے درمیان پھوٹ نہ ڈال دے اور ہم وہاں باہم اکٹھا نہ ہوسکیں۔

حضرت رشدین بن سعد مہری

حضرت رشدین بن سعد مہری (م ۱۸۸ھ) اپنے سامعین کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے انبیاے سابقین پر نازل کردہ کتب وصحائف میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی سے فرمایا :

قل للمؤیدین من عبادي، فلیجالسوا البکائین من خشیتي لعلي أصیبهم برحمتي إذا أنا رحمت البکائین . (۲)

یعنی میرے بندوں سے کہہ دو کہ جب تم بیٹھنا چاہو تو ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کرو جو میرے خوف وخشیت میں کثرت سے رونے والے ہوں۔ (ان کی ہم نشینی اور ہم مجلسی اختیار کیا کرو) کیوں کہ جب میں ان پر اپنی رحمت کی بھرن

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۲۳۳/۱ ...... الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۴۲/۱۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۲۸/۱ حدیث: ۲۶۔

برساتا ہوں تو ان رونے والوں کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی اپنی رحمت سے حصہ عطا کرتا ہوں۔

حضرت وکیع ابن الجراح

اِمام اعظم ابوحنیفہ سے نہایت ہی والہانہ عقیدت رکھنے والے شاگرد رشید اور مشہورِ زمانہ محدث حضرت وکیع بن الجراح علیہما الرحمہ (م ۱۹۷ھ) علم و فضل کے ساتھ ساتھ عبادت وریاضت میں بھی اپنے وقت کے فردِ فرید تھے۔ آپ نے کوئی چالیس حج کیے اور ’آبادان‘ کے جہاد میں چالیس دن تک مجاہدانہ شان کے ساتھ مقیم رہے۔

جہاد کے ان چالیس دنوں میں روزانہ ایک ختم قرآن مجید کیا کرتے تھے یہاں تک کہ چالیس دنوں میں چالیس ختم پورے ہوگئے۔ اپنی زندگی میں چالیس ہزار درہم خیرات کیے اور چالیس ہزار حدیثیں روایت کیں، خاص بات یہ کہ عمر بھر کبھی پیٹھ لگا کر نہیں سوئے، ساری ساری رات پروردگار کی عبادت کرنے اور اپنے مولا کو منانے میں بتادیتے تھے۔(۱)

حضرت یحییٰ بن ایوب فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت وکیع کے خاص دوستوں نے بتایا کہ وہ جب تک ایک تہائی قرآن نہ پڑھ لیتے، نہ سوتے تھے، پھر آخر شب اُٹھ کر طوالِ مفصل پڑھتے تھے۔ پھر بیٹھ کر دعا و اِستغفار کرتے رہتے حتیٰ سپیدۂ سحر نمودار ہوجاتا۔(۲)

آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ میرے والد جب شب میں عبادت وریاضت کرنے کے لیے اُٹھتے تو پورا گھر شب کی تنہائیوں میں اُٹھ کر مصروف عبادت ہوجاتا؛ حتیٰ کہ ہماری ایک حبشی لونڈی تھی، دیکھا دیکھی وہ بھی نماز پڑھنے لگتی۔

حضرت حسین بن ابی زید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت وکیع بن جراح کی مصاحبت

(۱) المستطرف فی کل فن مستظرف: ۱/۱۳۸۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۳۴۲۔

میں مکہ معظّمہ جانے کا اتفاق ہوا، تو پورے سفر میں میں نے انھیں کبھی بھی ٹیک لگاتے اور اپنے کجاوے میں سوتے نہیں دیکھا۔(۱)

کیا خوب منظر کشی کی ہے شاعر مشرق نے ؎

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال　　ملا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار

شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق　　اَفکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو　　ہو جس کی رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

حضرت سفیان بن عیینہ

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (م۱۹۸ھ) نے فرمایا: اگر کسی اُمت میں کوئی بھی غمزدہ روئے تو اللہ تعالیٰ اس کے رونے کی وجہ سے اس اُمت پر رحم فرماتا ہے۔(۲)

حضرت امام محمد شافعی علیہ الرحمہ

حضرت ربیع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی (م۲۰۴ھ) کے در دولت پر مجھے بارہا رات گزارنے کا اتفاق ہوا؛ مگر میں نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا آرام فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ امام شافعی کے ہاں حضرت امام محمد بن حسن شیبانی (م۱۸۹ھ) رات کو قیام پذیر ہوئے۔ امام شافعی تو رات بھر نفلیں پڑھتے رہے، اور آپ رات بھر لیٹے رہے۔ امام شافعی کو یہ بات بڑی عجیب سی معلوم ہوئی۔ نماز فجر میں وضو کے لیے پانی لایا گیا تو امام محمد نے اس پانی سے وضو کیے بغیر نماز پڑھی۔ امام شافعی کی حیرت اور فزوں ہوگئی۔ پوچھنے پر

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۴۲۔

(۲) رسالہ قشیریہ:۱۳۹۔

فرمایا کہ آپ نے تو ذاتی نفع کے پیش نظر رات بھر عبادت کی، اور میں پوری رات اُمت کے لیے جاگتا رہا۔ اور کتاب اللہ سے ایک ہزار سے کچھ اوپر مسائل نکالے۔

امام شافعی فرماتے ہیں یہ سن کر میں اپنی شب بیداری بھول گیا کہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا اتنا دشوار نہیں جتنا لیٹ کر جاگنا۔(۱)

حضرت ابوسلیمان دارانی عنسی

ایک روز حضرت سلیمان دارانی علیہ الرحمہ (م ۲۰۵ھ) زاروقطار رو رہے تھے۔ کسی نے رونے کا سبب دریافت کیا، انھوں نے فرمایا: میں کیوں نہ روؤں جب رات تاریک ہوجاتی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں، ہر حبیب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا جاتا ہے، اہل محبت اپنے پاؤں پھیلا دیتے ہیں اور محرابوں سے قطرے گرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام کو پکار کر کہتا ہے، اے جبرئیل! جو لوگ میرے کلام سے لذت حاصل کرتے ہیں اور میرے ذکر سے راحت پاتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہیں۔ میں انھیں ان کی خلوت گاہوں سے دیکھتا ہوں، ان کی آہ وزاری کو سنتا ہوں اور ان کے رونے کو دیکھتا ہوں۔

اے جبرئیل تو پکار کر کیوں نہیں پوچھتا کہ یہ رونا کیسا؟۔ کیا کبھی کوئی حبیب اپنے محبوب کو عذاب دیتا ہے!۔ میرے لیے کیا یہ مناسب ہے کہ میں ان لوگوں کی گرفت کروں جو رات ہوتے ہی میری منت سماجت کرنا شروع کردیتے ہیں۔ مجھے اپنی ذات کی قسم! جب یہ لوگ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو میں اُن کے لیے اپنے چہرے سے پردہ اُٹھادوں گا تاکہ وہ مجھے دیکھ لیں اور میں انھیں دیکھ لوں۔(۲)

(۱) حدائق حنفیہ:۲/۱۵۹۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۴۶۹۔

حضرت احمد بن ابوالحواری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابوسلیمان دارانی نے مجھ سے فرمایا: اے احمد! میں تجھے ایک راز کی بات بتانے جارہا ہوں؛ مگر شرط یہ ہے کہ میری حیات میں تم اسے کسی اور سے بیان نہ کرنا!۔

حضرت احمد نے بڑے شوق سے پوچھا کہ بتائیں وہ کیا بات ہے۔ میں چھپانے کی پوری کوشش کروں گا۔ چنانچہ امام دارانی نے فرمایا: ہوا یہ کہ ایک شب میں (تھکاوٹ کے باعث) اپنے معمول کا وظیفہ پڑھے بغیر ہی سوگیا۔ جب کچھ رات گزری تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حور آکر مجھ سے کہتی ہے: اے ابوسلیمان! تم (وظیفہ کیے بغیر ہی) سوگئے، اس قدر تمھیں نیند پیاری ہے۔ اور مجھے پانچ سو سال سے موتی کی مانند سیپ میں چھپا کر تمہارے لیے رکھا گیا ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ تمہاری آنکھیں سورہی ہیں اور وہ بادشاہِ حقیقی بیدار ہے، اور تہجد گزاروں کے قیام وسجود سے محظوظ ہورہا ہے۔ کتنی بری ہے وہ آنکھ جو مالک الملک کی مناجات پر لذتِ نیند کو ترجیح دے۔ اُٹھو اور سراپا قیام بن جاؤ۔ خدا تمہارا حامی وناصر ہو۔ قربت کے لمحے قریب آرہے ہیں، اب اہل محبت ایک دوسرے سے شرفِ لقا حاصل کریں گے۔ دعویٔ عاشقی کرنے والے کے لیے یہ غافلانہ نیند زیبا نہیں!۔

حضرت ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر میں گھبرایا ہوا اُٹھا اور اُس حورِ عین کی ڈانٹ وتوبیخ کے باعث مارے شرم سے میرا پورا بدن پسینے میں شرابور تھا۔ پھر میں نے خود کو تاحیات قیام اللیل کا پابند رکھا، اور کبھی اس وظیفے کی اَدائیگی میں کسی کوتاہی کا مرتکب نہیں ہوا۔

آج بھی میرے کانوں میں اس کی حلاوت آفریں آواز رس گھول رہی ہے اور میرا دل اس کے اِشتیاق میں سراپا انتظار بنا ہوا ہے۔(۱)

(۱) موسوعۃ الاخلاق والزہد والرقائق: ۱۰۳۔

حضرت احمد بن ابوالحواری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسلیمان کو کہتے سنا :

لو لا الليل ما أحببت البقاء في الدنيا ...(۱)

یعنی اگر رات نہ ہوتی تو پھر دنیا میں جینے کا کوئی مزہ ہی نہ تھا۔

حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ جس دل سے خوفِ خدا اور خشیت الٰہی رخصت ہو جائے سمجھو وہ اُجڑ گیا اور برباد ہو گیا۔(۲)

آپ فرماتے ہیں کہ میری زندگی میں ایسے مواقع بھی آئے ہیں کہ ایک ہی آیت کی بابت غور وخوض کرنے میں مسلسل پانچ پانچ راتیں قیام کی حالت میں بیت گئیں۔ میں بار باران کی تکرار کرتا اور اپنے نفس سے اس پر عمل پیرا ہونے کا تقاضا کرتا۔اور اگر غفلت کا پردہ ہٹانے میں اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں اپنی پوری عمر اسی ایک آیت پر فکر وتدبر کرنے میں صرف کر دیتا؛ کیوں کہ جب جب میں ان میں غور وفکر کرتا مجھے نئے نئے علم ومعرفت کے جوہر اس سے نصیب ہوتے۔اور پھر قرآن' کتاب ہی ایسی ہے کہ جس کے عجائب و غرائب کبھی ختم نہیں ہونے والے۔(۳)

حضرت سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ جس کی آنکھوں میں آنسو آئیں گے اس کا چہرہ قیامت کے روز ذلت ورسوائی سے غبار آلودہ نہ ہوگا۔اور اگر وہ آنسو آنکھوں سے بہ پڑے تو آگ کے بہت سے سمندر سرد ہو جائیں گے۔اور اگر کوئی شخص کسی مجلس میں روئے گا تو اس مجلس کے تمام شرکا عذابِ آخرت سے محفوظ رہیں گے۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ اگر عقل مند انسان اپنی زندگی کے باقی دن اس اَفسوس میں رہ کر گزار دے کہ اس کا ماضی اِطاعت کے بغیر ضائع ہو گیا تو یہ اس کے شایانِ

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۴۶۷۔

(۲) احیاء علوم الدین:۳/۲۶۲۔

(۳) موسوعۃ الخطب والدروس:۲/۲۵۔

شان ہے۔یعنی اس کو ضرور ایسا کرنا چاہیے۔[1]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی باقی زندگی میں بھی نافرمانیوں کا کاروبار جاری رکھیں ان کا کیا حال ہوگا!۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عقل مند انسان کی ملکیت میں کوئی قیمتی جوہر آتا ہے اور وہ بلا وجہ ضائع ہو جاتا ہے تو وہ اس پر روتا ہے اور اگر جوہر کے ساتھ مالک بھی برباد ہو رہا ہو تو پھر اس کا گریہ وبکا دیدنی ہوتا ہے۔

چوں کہ آدمی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اس کی ہر ہر سانس ایک ایسا جوہر ہے جس کا کوئی بدل نہیں؛ اس لیے کہ اس کے اندر انسان کو اَبدی سعادت تک پہنچانے اور دائمی شقاوت سے نجات دلانے کی صلاحیت موجود ہے،تو پھر اس سے زیادہ قیمتی جوہر اور کیا ہوگا!،اب اگر انسان اپنی غفلت اور لاپروائی سے یہ جوہرِ ثمین ضائع کر دے تو یہ ایسا خسارہ ہوگا جس کی تلافی نہیں ہو سکتی اور پھر اسے معصیت میں ضائع کرنا تو انتہا درجے کی بربادی وہلاکت ہے۔

اگر ایک انسان اس عظیم مصیبت پر خون کے آنسو نہ روئے تو یہ اس کی پرلے درجے کی نادانی وجہالت ہے۔ جہالت بجائے خود ایک بڑی مصیبت ہے؛ لیکن جاہل کو اپنی مصیبت کا اِحساس نہیں ہوتا؛ کیوں کہ غفلت کی نیند اس کے اور مصیبت کی معرفت کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

افسوس! بیشتر لوگ اسی خوابِ غفلت میں مبتلا ہیں۔ جب موت ان کے دروازوں دستک دے گی، تب وہ بے دار ہوں گے،اس وقت ہر مفلس کو اپنے اِفلاس کا اور ہر مصیبت زدہ کو اپنی مصیبت کا اندازہ ہوگا؛ لیکن ہائے افسوس! اس وقت تدارک کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا اور جو نقصان ہو چکا ہے اس کی تلافی نہ ہو سکے گی!۔

(۱) احیاء علوم الدین:۳/۱۱۵۔

حضرت یزید بن ہارون

حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ (م ۲۰۶ھ) کا شمار وقت کے عظیم محدثین اور بڑے بڑے عابدانِ شب زندہ دار میں ہوتا تھا۔ حضرت ابوجعفر احمد بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون سے زیادہ عمدہ طریقے پر کبھی کسی عالم کو نماز اَدا کرتے نہیں دیکھا۔ جب وہ قیام کرتے تو ایسا لگتا جیسے کوئی ستون کھڑا ہے۔ آپ اور حضرت ہشیم دن ورات میں طویل رکعتیں ادا کرنے کے حوالے سے معروف ہیں۔

حضرت عاصم بن علی فرماتے ہیں کہ حضرت یزید بن ہارون کا معمول تھا کہ آپ نے قریبا چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی، اور پوری پوری رات قیام کی حالت میں گزار دیا۔(۱)

حضرت حسن بن عرفہ کہتے ہیں کہ اہل واسط میں یزید بن ہارون کی آنکھیں حسن و جمال میں اپنا جواب آپ تھیں۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی ایک آنکھ جاتی رہی، پھر ایسا ہوا کہ ان کی دونوں آنکھیں چلی گئیں۔

میں نے پوچھا: اے ابوخالد! آپ کی دونوں خوبصورت آنکھیں کہاں چلی گئیں؟ فرمایا: آہ سحر گاہی نے مجھ سے میری دونوں آنکھیں چھین لی۔(۲)

حضرت بشر حافی

حضرت بشر رحمہ اللہ (م ۲۲۷ھ) پر ہمیشہ حزن و ملال کی کیفیت طاری رہتی، ان سے جب اُس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا :

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۰۳۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۰۳......الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی:۸۲۔

لي مطلوب ، و كان لا ينام الليل .

یعنی میرا ایک مطلوب ہے جس پر راتوں میں بھی نیند کا خمار نہیں چڑھتا۔

(تو یہ بڑی ناانصافی ہوگی کہ مطلوب تو جاگتا رہے اور طالب ہی سوجائے!)

نیز فرماتے :

أخاف أن يأتيني أمره و أنا نائم . (۱)

یعنی مجھے ہر لحہ یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا حکم آجائے اور میں سویا پڑا ہوں۔

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت بشر حافی سے کہا: آپ رات کو ایک گھڑی بھی آرام نہیں کرتے؟۔

تو انھوں نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اِتنا قیام فرماتے کہ آپ کے قدمین شریفین متورّم ہوجاتے تھے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کردیا تھا، جب کہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک گناہ بھی معاف کیا ہے یا نہیں!۔

حضرت دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بشر حافی کا لوگوں کے ایک مجمع سے گزرنا ہوا، آپ کو دیکھ کر لوگ بولے: یہ وہ شخص ہے جو تین دن میں صرف ایک بار سوتا اور ایک مرتبہ اِفطار کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا: مجھے یاد نہیں کہ کبھی میں نے پوری رات شب بیداری کا اور کسی دن میں روزہ رکھنے کا حق ادا کیا ہو؛ تاہم اللہ جل مجدہ محض اپنے فضل وکرم سے کسی بندے کی عظمت لوگوں کے دلوں میں اس سے بڑھ کر ڈال دیتا ہے جس کا وہ حامل ہوتا ہے۔(۲)

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳/۱۔

(۲) فیض القدیر: ۲۵۶/۲......رسالہ قشیریہ: ۱۰/۱۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م۲۴۱ھ) قیام لیل کے عادی تھے۔حضرت ابراہیم بن شماس کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے بچپن ہی سے شب بیداری کی عادت ڈال لی تھی جو تاحیات قائم رہی۔(۱)

حضرت ابوبکر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ حضرت احمد بن حنبل کے ساتھ مقام عسکر میں چار ماہ کی مدت گزاری ہے؛ مگر اس بیچ میں کبھی بھی آپ کو قیام لیل ترک کرتے نہیں دیکھا، یوں ہی آپ دن میں قراءت قرآن کا بھی ہر روز اِہتمام فرماتے تھے۔(۲)

آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد شب و روز میں کل تین سو رکعتیں اَدا فرمایا کرتے تھے، پھر جب عمر کی کوئی اَسّی ویں بہار میں پہنچے تو بیمار ہوگئے اور رکعتوں کی تعداد گھٹا کر ایک سو پچاس کردی۔

آپ ہر روز قرآن کی ایک منزل پڑھا کرتے تھے جس سے ہر ہفتہ ختم قرآن کی سعادت آپ کو حاصل ہوجایا کرتی تھی۔آپ کا معمول تھا کہ نمازِ عشا پڑھنے کے بعد ذرا دیر کے لیے سو رہتے پھر جب بیدار ہوتے تو پوری رات مالک و مولا کو منانے اوراذکار و دعا میں جٹے رہتے حتیٰ کہ سپیدۂ سحر نمودار ہوجاتا۔(۳)

اپنے ذاتی معمول کے علاوہ آپ جب کسی طالب علم کو شب بیداری کرتے ہوئے نہ پاتے تو اس کو پڑھانا چھوڑ دیتے۔کہا جاتا ہے کہ ایک رات ابوعصمہ اُن کے یہاں

(۱) صفۃ الصفوۃ:۲۵۶/۱......موسوعۃ الخطب والدروس:۲۰/۳۔
(۲) صفۃ الصفوۃ:۲۵۵/۱۔
(۳) صِفۃ الصفوۃ:۲۵۷/۱۔

شب باش ہوا تو امام احمد نے رات کو وضو کے لیے اس کے پاس پانی رکھ دیا۔ پھر قبل از فجر اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ سویا ہوا ہے اور پانی اسی طرح پڑا ہے۔ آپ نے اسے جگایا اور اس سے دریافت کیا کہ اے ابوعصمہ! تو یہاں کیوں آیا ہے؟۔

اس نے جواب دیا، اے امام! آپ سے علم حدیث حاصل کرنے کے لیے۔

امام احمد نے فرمایا: تو علم حدیث کیا حاصل کرے گا جب کہ تو رات کو تہجد تک نہیں پڑھتا!۔ پس جدھر سے آیا ہے ادھر کا راستہ لے۔(۱)

حضرت ذوالنون مصری

حضرت ذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ملک شام گیا۔ کسی سرسبز وشاداب باغ سے میرا گزر ہوا، میں نے دیکھا کہ سیب کے درخت کے نیچے ایک جوان گریہ وزاری میں مصروف ہے اور نماز وعبادت میں محو ہے۔

میں نے اسے سلام کیا، وہ خاموش رہا، جواب تک نہیں دے سکا۔ نماز اور عبادت سے فارغ ہو کر انگلی سے دو شعر زمین پر لکھ دیے، جن کا مفہوم یہ تھا :

زبان بولنے سے روک دی گئی ہے کیوں کہ یہی زبان بڑی آزمائشوں کی غار ہے۔ سب آفتیں اور بلائیں اسی زبان سے جنم لیتی ہیں۔ میں نے اس کو روک رکھا ہے جب بولو صرف اللہ کا ذکر کرو اور اللہ کے ذکر کو کسی وقت نہ بھولو۔

حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں میں نے اس جوان کا شعر پڑھا اور زار وقطار دیر تک روتا رہا اور رونے کے بعد یہ دو شعر اس کے جواب میں لکھ دیے :

ہر لکھنے والا ایک دن قبر میں خاک ہو جائے گا مگر جو لکھ گیا وہ نوشتہ باقی رہ

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۵۵۔

جائے گا۔اس لیے لازم ہے کہ ہاتھ سے بھی وہ کچھ لکھو کہ جسے قیامت کے دن لکھا دیکھ کر خوشی نصیب ہو۔

حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ میں نے یہ پیغام لکھا،اس جوان نے نگاہ بھر کر پیغام کو پڑھا،ایک چیخ ماری،تڑپا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی کہ ملک شام کے کسی پہاڑ پر کچھ عاشق رہتے ہیں تو میں ان اللہ والوں کی تلاش میں نکل گیا۔وہاں پہنچ کر دیکھا تو ایک لڑکی خدا کے عشق میں مست و بے خود ٹاٹ کا لباس، پراگندہ حال اور خشیت مین رو رو کے ہلکان ہو رہی ہے۔

میں نے اسے سلام کیا،تو اس نے مجھے کہا: ذوالنون! حیران ہو کر کیا دیکھتے ہو۔میں نے کہا: بی بی! تم نے مجھے کیسے پہچانا؟۔

اس نے کہا: معرفت الٰہی کے چشمے سے پینے والے ہم تو روزِ ازل ہی سے ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں۔بتاؤ کیسے آئے ہو؟۔

قبل اس کے کہ میں اس کو کچھ کہتا اس خاتون نے مجھ سے کہا: ذوالنون مصری! ایک بات بتاؤ کہ سخاوت کسے کہتے ہیں؟۔

میں نے کہا: بی بی جو بندہ اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دے اور دل تنگ نہ ہو، دل پر بوجھ نہ آئے اور سب کچھ لٹا کر بھی خوش رہے اسے سخاوت کہتے ہیں۔

وہ کہنے لگی: یہ تو دنیا کی سخاوت ہے۔میں نے تو دین کی سخاوت پوچھی ہے؟۔

میں نے کہا: دین کی سخاوت یہ ہے کہ بندہ جب اللہ کی اطاعت کرتا ہے، راتوں کو جاگتا ہے، روتا ہے، تڑپتا ہے، اس کی فرقت کی وادیوں میں سرگرداں پھرتا ہے، اس کے عشق و محبت کی آگ میں جلتا ہے، اس کے صحن قربت میں اُتر کر راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے ، بالآخر رب ذوالجلال اس کے دل پر نگاہ کرتا ہے اور اپنے حسن سے پردہ اُٹھا کر اس پر تجلی

خاص فرماتا ہے، وہ وقت ہوتا ہے رب سے جو چاہے مانگ لے، اس کیفیت کو سخاوت کہتے ہیں۔

جب میں نے یہ بات کہی تو اس خاتون نے عجیب انداز سے قہقہہ لگایا اور کہا: سوچنا کہیں سخاوت یہ تو نہیں کہ بندہ' مالک اور محبوب کی عمر بھر نوکری کرے، راتوں کو جاگے، گریہ وزاری کرے، اطاعت کرے، ریاضت کرے، اطاعت وبندگی میں مداومت برتے اور سب کچھ کر کے اس سے اُجرت نہ مانگے، مزدوری نہ طلب کرے۔

اس نے کہا کہ میں بیس سال سے اس کیفیت میں ہوں کہ اس لمحے تک پہنچتی ہوں، تجلی میں مسرور ہو کر جب وقتِ عطا ہوتا ہے، پوچھا جاتا ہے کہ مزدور اپنی مزدوری اور محنت کی اُجرت مانگ لے، جب وہ وقت آتا ہے تو اس کو دیکھ کر شرما جاتی ہوں کہ کہیں وہ یہ نہ کہہ دے کہ مزدوری کر کے اپنی اُجرت مانگ لی۔ محنت کر کے اُجرت مانگتی ہے۔ مگر میں مانگتی نہیں ہوں۔ تو دراصل سخاوت یہ ہے؛ اسی لیے جنھوں نے مانگا انھیں اُجرت مل گئی اور جو نہیں مانگتے ان کے لیے اِرشاد یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے مزدوری ومحنت کی، لیکن اُجرت نہیں مانگی۔ بعضوں نے اجرت مانگی اور اپنی مزدوری کا تعین خود کیا مگر بعضوں نے اُجرت ومزدوری اُس پر چھوڑ دی مانگی نہیں، سو حکم ہوتا ہے کہ اس کی اُجرت میں نے اپنے پاس سنبھال لی ہے۔

سو اُجرت والوں کو تو اُجرت دے دی جائے گی۔ اور جنھوں نے اپنے مولا کی رضا، اس کی اطاعت، اس کی خشیت، اس کی قربت کی خواہش میں اور ریاضت میں زندگی گزار دی، ان قربت کے متلاشیوں کی کیفیت یہ ہوگی کہ جنت میں اللہ رب العزت سب کو اکٹھا کر کے پوچھے گا: کیا تم سے جو وعدے کیے تھے مل گئے؟۔

سب کہیں گے: باری تعالیٰ مل گئے۔ کچھ لوگ خاموش کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجے گا ان سے پوچھو کہ تم چپ چپ کھڑے ہو کیا کوئی وعدہ وفا

ہونے سے رہ گیا۔فرشتے جا کر پوچھیں گے وہ کہیں گے: باری تعالیٰ سے عرض کر دینا کہ ہم تیرے حور و قصور کے لیے تو نہیں آئے، ہم نے رو رو کر جو آنکھوں سے برسات کی تھی، بستر چھوڑے تھے، بے آرام ہوئے تھے، دکھ درد سہے تھے، تڑپے تھے، وہ تیرے ان باغات کے لیے تو نہ تھے بلکہ ایک وعدہ تیرے محبوب سے سنا تھا، وہ ابھی تک نہیں ملا ہم تو تیرے دیدار کے طالب ہیں۔

اللہ پاک فرمائے گا: سب جنتیوں کو اپنے اپنے محلات میں بھیج دو۔

سب کو بھیج دیا جائے گا۔اب تنہا وہ عاشق رہ جائیں گے جو اُجرت نہیں مانگا کرتے تھے۔انھیں قریب بلایا جائے گا اور انھیں قریب بلا کر پروردگار اپنے اور ان کے درمیان حائل پردوں کو گرا دے گا۔حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں :

ینظر الیھم و ینظرونه .

یعنی اللہ تعالیٰ انھیں دیکھتا رہے گا اور وہ اُسے دیکھتے رہیں گے۔

عاشق تو اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے ہی ؛ کیوں کہ پردہ اُٹھایا ہی اس لیے تھا کہ محبوب کا حسن لازوال بے نقاب ہو جائے ؛ لیکن خاص بات یہ ہے کہ اللہ پاک بھی ان کی طرف دیکھتا رہے گا۔

ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کوہِ لکام کے نشیب و فراز میں اس عارف کامل کو تلاش کر رہے تھے جس کے سوزِ نفس کا چرچا دور دور تک تھا، یک بیک ان کے کانوں سے نالہ و شیون، اور آہ و گریہ کے انداز میں ایک آواز ٹکرائی، کوئی دِل جلا یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔

یا ذا الذي أنس الفؤاد بذکره ☆ أنت الذي ما ان سواک أرید

تفنی اللیالي و الزمان بأسره ☆ وھواک غض في الفؤاد جدید

یعنی اے وہ جس کی یاد سے دل کو الفت ہو چکی ہے، تو ہی وہ ہے جس کے سوا

میرا کوئی مقصود نہیں۔ راتیں ختم ہو جائیں گی، سارا زمانہ فنا ہو جائے گا، مگر تیری
محبت دل میں تروتازہ رہے گی۔

یعنی تو نے دنیا اور اس کی آرائش وزیبائش سے میری آنکھیں اندھی کر دیں، تو
تیری ذات اور میری جان میں کبھی جدائی نہ ہوگی، جب تجھے یاد کرتا ہوں تو میری
آنکھوں میں بے خوابی آجاتی ہے جو اوّل شب سے طلوع تک قائم رہتی ہے، اور
نیند سے جب بھی آنکھیں بند ہوئیں تجھے میں نے پتلیوں اور پلکوں میں دیکھ لیا ہے
(اور آنکھیں بند ہوتے ہی تیرا دیدار نصیب ہوا)۔

اس کے بعد کہا: اے ذوالنون! آپ کو مجھ جیسے مجنون کی کیا حاجت، کیوں یہاں
آنے کی زحمت کی۔

ذوالنون: مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔

نوجوان: پوچھیے۔

ذوالنون: آخر وہ کون سی بات ہے جس نے تمہیں دنیا سے کنارہ کشی، اور گوشہ نشینی
پر آمادہ کیا۔

نوجوان: محبت نے مجھے ویرانوں، جنگلوں اور پہاڑیوں میں سرگرداں کیا، شوق
نے مجھے آمادہ کیا، اور عشق نے مجھے سب سے علاحدہ کر دیا۔

ذوالنون: کیا آپ کو دیوانوں کی باتیں بھلی لگتی ہیں؟۔

نوجوان: بخدا! مجھے تم جیسے لوگوں کی باتیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں، اور ان
باتوں سے مجھے رقت قلبی میسر آتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ اس کے بعد وہ نوجوان نگاہوں سے اوجھل ہو گیا
اور پھر اسے کہیں نہ پا سکا۔(۱)

(۱) روض الریاحین:۷۲ بحوالہ بزم اولیاء:۱۴۱ تا ۱۴۲۔

حضرت سری سقطی

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ (م۲۵۳ھ) رات کے پہلے حصہ میں اپنے اوپر آہ و بکا کی کیفیت طاری نہیں ہونے دیتے؛ لیکن جب لوگ نیند کی آغوش میں چلے جاتے (اور فضا میں موت کا سا سناٹا چھا جاتا) تو سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک آپ کی چشمانِ شوق گریہ و زاری کی حسرتیں مٹاتی رہتیں۔(۱)

آپ نے فرمایا: حسین ترین چیزیں پانچ ہیں: گناہوں پر گریہ وزاری کرنا۔ عیبوں کی اِصلاح کرنا۔ غیب جاننے والے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی اطاعت کرنا۔ دلوں کے زنگ دور کرنا۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا نہ ہونا۔(۲)

آپ نے مزید فرمایا :

وَدِدت أن حزنَ كل الناس أُلقي عليَّ . (۳)

یعنی میں چاہتا ہوں کہ تمام لوگوں کا غم مجھ پر ڈال دیا جائے۔

حضرت بایزید بسطامی

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ (م۲۶۱ھ) اپنے حفظ قرآن کے دوران ایک روز اپنے باپ سے پوچھتے ہیں: والدگرامی! آیت کریمہ: یٰـاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً ۝ میں خطاب کس سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کس کو رات میں قیام کرنے کا حکم دے رہا ہے؟۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳۱/۱۔
(۲) طبقات صوفیہ سلمی: ۵۴۔
(۳) رسالہ قشیریہ: ۱۳۹۔

کہا: پیارے بیٹے! یہ خطاب ہمارے پیارے نبی آقا و مولا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

بیٹے نے کہا: پیارے بابا! پھر آپ بھی وہ کام کیوں نہیں کرتے جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر گئے ہیں!۔

کہا: جانِ پدر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رات کا قیام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، اور یہ آپ پر فرض قرار دیا گیا تھا؛ جب کہ اُمت کو اِس معاملے میں رخصت ہے۔

یہ سن کر بیٹا خاموش ہو گیا۔ پھر جب اس نے اسی سورت کی اگلی آیت حفظ کی :

اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ o (سورۂ مزمل:۳۰/۷۳)

”بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی شب کے قریب اور (کبھی) نصف شب اور (کبھی) ایک تہائی شب (نماز میں) قیام کرتے ہیں، اور ان لوگوں کی ایک جماعت (بھی) جو آپ کے ساتھ ہیں (قیام میں شریک ہوتی ہے)“۔

تو بیٹے نے عرض کیا: بابا جان! اس آیت سے تو ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی ایسا گروہ بھی تھا جو راتوں کو قیام، اور اپنے رب سے دعا و مناجات کیا کرتا تھا، تو مجھے بتائیں کہ یہ کن لوگوں کی جماعت تھی؟۔

کہا: لختِ جگر! وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت تھی۔

یہ سن کر بیٹا کہنے لگا: پدر بزرگوار! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے مقدس صحابہ کے عمل و سنت کو چھوڑ کر آپ کس خیر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں، میں تو نہیں سمجھتا کہ نبی اور اصحابِ نبی کے راستے کو چھوڑ کر بھی کسی کو کوئی خیر نصیب ہو سکتی ہے!۔

باپ نے بیٹے کی یہ بصیرت افروز بات سنی تو آنکھیں بھر آئیں، اور اس کی پیشانی چوم لی۔ پھر اس کے بعد سے شب خیزی، اور اشک ریزی زندگی کا معمول بن گیا۔(۱)

حضرت محمد بن سحنون

علماے مغرب اور فقہاے مالکیہ میں محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ (م۲۶۵ھ) کا نام فقہ وحدیث، زہد وتقویٰ اور دیگر کئی حیثیتوں سے بڑا امتاز اور مشہور ہے۔ ان کی راتیں کبھی علم کی گتھی سلجھانے میں بیتتیں اور کبھی ذکر اللہ کا درد و ورد پوری رات انھیں بستر سے بے نیاز اور بے قرار رکھتا۔

خوف وخشیت اور رقت وبکا کا یہ عالم تھا کہ قصر شاہی کے ایک معتبر آدمی کا بیان ہے کہ وہ ایک شب نماز عشا کے کچھ دیر بعد محل سے باہر سیر کرنے کے لیے نکلا، اچانک اس کے کانوں میں کسی گھر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز ٹکرائی:

وَ قَاسَمَهُمَا اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ (سورۂ اعراف: ۲۲،۲۱/۷)

اور ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ پس وہ فریب کے ذریعہ دونوں کو (درخت کا پھل کھانے تک) اُتار لایا۔

اور وہ بار بار اسی ایک آیت کی تکرار کر رہا تھا۔ اسے اسی حال میں چھوڑ کر وہ محل میں واپس چلا گیا۔ پھر جب صبح نماز فجر کے لیے اسی راہ سے اس کا گزر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ ابھی تک اسی حالت میں ہے اور بدستور وہی آیت اس کے وردِ زبان ہے۔ اور پھر میں نے اپنے ان کانوں سے چھٹائی پر آنسوؤں کے ٹپکنے کی آواز بھی سنی۔

(۱) انباء نجباء الابناء، ابن ظفر صقلی، بحوالہ: نوادر الکتب غریبہا وطریفہا، محمد خیر یوسف: ۵۴۔

اب مجھے تشویش لاحق ہوئی اور شوق ورشک میں میں ایک گوشے میں جا کر اس کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے نماز فجر کے لیے نکلا۔ میں اس کا تعاقب کرتا رہا، منزل پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ پوری رات اشک ریزی اور شب خیزی کرنے والا کوئی اور نہیں، وقت کا امام وفقیہ محمد بن سحنون تھا۔(۱)

حضرت امام ترمذی

حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ(م ۲۷۹ھ) کے نام سے کون نہیں واقف! جس طرح وہ علم حدیث میں اپنی مثال آپ تھے یوں ہی آپ کا تقویٰ وورع بھی ضرب المثل تھا۔ شب بیداری اور خوفِ الٰہی سے اس قدر گریہ وزاری فرماتے کہ روتے روتے آپ کی آنکھوں میں پہلے پہل تو آشوبِ چشم ہوا پھر بینائی ہی جاتی رہی۔(۲)

حضرت جنید بغدادی

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ(م ۲۹۷ھ) نے فرمایا: دلوں کا' علام الغیوب (یعنی چھپے ہوئے رازوں کو جاننے والے) کے لیے جھک جانا خشوع ہے۔(۳)

آپ یومیہ چار سو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔تیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو وصال کے بعد عالم خواب میں دیکھا گیا اور عرض کیا گیا، اے ابوالقاسم! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اور آپ ہمیں اس جنس گراں مایہ

(۱) ترتیب المدارک وتقریب المسالک:۱/۲۸۱۔
(۲) بستان المحدثین، اکمال بحوالہ اولیاء رجال الحدیث:۸۰۔
(۳) مدارج السالکین ابن قیم جوزیہ:۱/۳۸۸۔

کے بارے میں آگاہ فرمائیں جس کی مانگ جہانِ برزخ میں زیادہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا: رکوع وسجود، قیام وقعود، کشف وکرامات اور مراقبہ ومجاہدہ سب معدوم ہو گئے اور مجھے کچھ فائدہ نہ دے سکے، بجز اُن چند رکعتوں کے جنہیں میں نے نیم شبی کی خلوتوں میں اَدا کیا تھا۔(۱)

آپ فرمایا کرتے تھے :

لو لا الليل ما أحببت البقاء في الدنيا . (۲)

یعنی اگر یہ راتیں (اور شب بیداریاں) نہ ہوتیں تو دنیا میں جینے کا کوئی مزہ ہی نہ ہوتا۔

حضرت عمرو بن عثمان مکی

حضرت عمرو بن عثمان مکی (م ۲۹۷ھ) نے فرمایا: جب بندے کی گریہ وزاری اپنے رب کی طرف ہو تو یہ نہ تو شکوہ ہے، نہ ہی گھبراہٹ اور نہ مایوسی۔(۳)

حضرت محمد بن علی مکی

حضرت محمد بن علی کے غلام جناب افلح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت محمد بن علی مکی (م ۳۸۶ھ) کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب وہ مسجد حرام میں پہنچے اور ان کی نگاہیں خانہ کعبہ سے چار ہوئیں تو بے ساختہ رو پڑے اور اتنا روئے کہ

---

(۱) تفسیر روح البیان: ۲۶۴/۵...... شعب الایمان بیہقی: ۲۵۷/۷ حدیث: ۳۱۰۹...... سیر اعلام النبلاء: ۱۴/ ۷۶...... وفیات الاعیان: ۳۷۴/۱...... آثار البلاد واخبار العباد: ۱۳۱/۱...... الاشارات فی علم العبارات: ۱/ ۲۷۰...... حلیۃ الاولیاء: ۳۷۴/۴...... مدخل ابن حاج: ۱۹۵/۳...... مدارج السالکین: ۱۲۱/۳۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳/۱۔

(۳) طبقات الصوفیہ سلمی: ۲۰۳۔

ان کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی چلی گئی۔ مجھ سے رہا نہ گیا میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! بڑا اچھا ہوتا اگر اپنے رونے کی آواز کچھ پست فرما لیتے، دیکھیں کہ آپ کا گریہ وبکا دیکھ کر لوگوں کی نگاہیں آپ پر گڑ گئی ہیں۔

فرمایا: اے افلح تیرا خانہ خراب!۔ تم کون ہوتے ہو مجھے گریہ وبکا سے باز رکھنے والے۔ میں تو صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ شاید میرے مالک ومولا کو میری حالت زار پر ترس آجائے اور اس کی رحمتیں مجھ پر مہربان ہوجائیں تو کل اس کے روبرو سرخرو ہوکر حاضر ہونا نصیب ہو۔

کہتے ہیں پھر وہ مطاف میں اُترے اور خانۂ کعبہ کا طواف کرنے میں مشغول ہوگئے۔ طوفِ حرم سے فارغ ہوکر مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرنے کے لیے آئے، تو جس وقت انھوں نے سجدے سے اپنے سر کو اُٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ان کی جاے سجدہ ان کے آنسوؤں سے تر بتر تھی۔(۱)

امام ابوالقاسم قشیری

امام قشیری رحمہ اللہ (م ۴۶۵ھ) بیان کرتے ہیں کہ ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ کسی کے غم کا کیسے پتہ چل سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اس کے کثرت سے آہ وزاری کرنے سے۔(۲)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ (م ۵۶۱ھ) کے معمولاتِ

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۲۸۱ حدیث: ۲۶۴...... صفۃ الصفوۃ: ۱/۱۹۹...... المجالسۃ وجواہر العلم: ۱/۴۶۰۔

(۲) رسالہ قشیریہ: ۱۳۹۔

شب کے متعلق محمد ابوالفتح ہروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت کی، اس عرصہ میں آپ عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے رہے۔ اگر کبھی وضو ٹوٹ جاتا تو اسی وقت وضو کرتے اور دو رکعت نماز اُدا کرتے۔

عشا کی نماز کے بعد خلوت خانہ میں چلے جاتے، کسی دوسرے کو وہاں جانے کی اجازت نہ ہوتی اور فجر سے پہلے باہر تشریف نہ لاتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ خلیفہ وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوا، لیکن فجر سے پہلے ملاقات نہ کرسکا۔

حضرت ابوالفتح بیان کرتے ہیں کہ مجھے چند راتیں آپ کے ساتھ گزارنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ رات کے ابتدائی حصہ میں نماز پڑھتے، پھر ذکر کرتے یہاں تک کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا پھر کھڑے ہوکر نوافل اُدا کرتے، یہاں تک کہ رات کا دوسرا تہائی حصہ گزر جاتا۔ آپ کے سجدے نہایت طویل ہوتے، پھر آپ طلوعِ فجر تک مراقبہ فرماتے۔(۱)

مولانا جلال الدین رومی

عارف ربانی حضرت مولانا جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ) نے مثنوی شریف میں نالہ وفغاں اور دردوسوز کی جو وارداتیں بیان کی ہیں، اور دل عاشق کی بیتابی ومہجوری کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے ان کے قلب وباطن کی خستگی وشکستگی کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

زآبِ دیدہ بندۂ بے دیدرا
سبزۂ بخش ونباتے زیں چرا

(۱) الفتح الربانی والفیض الرحمانی عبدالقادر جیلانی: ۴۳۔

مولائے روم بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اے خداوند قدوس! میری آنکھوں کے آنسوؤں سے مجھ کو رباطن کو نورِ بصیرت عطا کر دے اور ان آنسوؤں سے میرے قلب کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب کر دے۔

ور نماند آب آبم دہ زعین
ہم چو عینین نبی ھطالتین

اے پروردگار! اگر ہمارے اشک خشک ہو گئے تو ہماری آنکھوں کو رونے کے لیے مزید آنسو عطا فرما کیوں کہ تیری محبت و عشق اور خوف و ندامت میں نکلے ہوئے آنسو اتنے بیش قیمت ہیں کہ حضور سید کائنات علیہ السلام نے بشارت دی ہے کہ یہ آنسو قلب کو شفا دینے والے ہیں۔ اور خشیت الٰہی سے نکلے ہوئے آنسو کا ایک قطرہ خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو دوزخ کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، اور اپنی خطاؤں پر ندامت کے آنسو نجات کا باعث ہیں۔

حدیث قدسی میں آتا ہے :

لأنين المذنبين أحب إلي من زجل المسبحين . (۱)

یعنی اللہ کی بارگاہ میں گنہگاروں کا گریۂ ندامت تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ گراں مایہ اور قابل قدر ہے۔

اور دوسرا مصرع دراصل مشکوٰۃِ نبوت سے مستنیر ہے جس میں مولائے روم یہ خواہش کر رہے ہیں کہ اے پروردگار! اگر ہماری آنکھیں خشک ہو گئیں تو رونے کے لیے آنسو عطا فرما جس طرح سید الانبیا علیہ السلام نے تجھ سے موسلا دھار برسنے والی بارش کی مانند رونے والی آنکھیں مانگی تھیں، حدیث پاک میں ہے :

(۱) تفسیر رازی: ۱۳/۲...... تفسیر نیشاپوری: ۱۸۴/۱...... تفسیر روح البیان: ۱۵۹/۱۱...... روح المعانی آلوسی: ۶۵/۲۳۔

اللّٰھم ارزقني عينين هَطّالَتَين تَبكِيان بذُرُوفِ الدُّموع و تُشفِقَان من خشيتک قبل أن يكون الدموعُ دَما و الأضراسُ جَمْراً . (۱)

یعنی اے اللہ مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب وعتاب سے خوفزدہ ہوں، اس سے قبل کہ آنسو خون بن جائیں اور ڈاڑھیں اَنگارے۔

یعنی عذاب نار میں مبتلا ہونے سے قبل اس عذاب کا ڈر اور خوف دل میں پیدا ہوجائے تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ کو بجھالیں اور اس کو ملاحظہ کرنے سے پہلے ہی اس کے بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔

اس مفہوم کو مولائے روم نے ایک مقام پر اور واضح کردیا ہے :

اے دریغا اشک من دریا بُدے
تا نثار دلبر زیبا شدے

یعنی اے کاش! میرے آنسو دریا ہوجاتے تاکہ میں آنسوؤں کا یہ دریا محبوب حقیقی جل مجدہ کی بارگاہ میں پیش کرسکتا۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشم ما

یعنی اے لوگو! زمین پر جہاں کہیں خون پڑا ہوا دیکھنا تو یقین کرلینا کہ وہ میری ہی آنکھوں سے بہا ہوگا۔آہ! کیا تمنا ہے کہ روئے زمین کا ہر ذرّہ میرے آنسوؤں سے تر ہوجائے۔

(۱) الزہد ابن مبارک: ۱۶۵حدیث: ۴۸۰......الزہد احمد بن حنبل: ۱/۱۰......حلیۃ الاولیاء ابونعیم: ۲/۱۹۷...... التخویف من النار ابن رجب حنبلی: ۱/۱۴۸......الوفا باحوال المصطفیٰ: ۵۵۱۔

مذکورہ بالا حدیث میں ہطّالتین عینین کی صفت اولیٰ ہے یعنی اللہ والی آنکھوں کی پہلی صفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہطّالتین بیان فرمائی کہ وہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ آنسو برسانے والی ہوں۔

اس کے بعد تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھوں کی دوسری صفت **تشقیان القلب بذروف الدموع** یا **تسقیان القلب بذروف الدمع** مانگ رہے ہیں، یعنی وہ آنکھیں جو بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو شفا دینے والی ہوں یا بہتے ہوئے آنسوؤں سے دل کو سیراب کردیں۔صرف وہی آنسو دل کی سیرابی کا باعث بنتے ہیں جو اللہ کی محبت یا خشیت مولا میں گرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ہر رونے والی آنکھ دل کو سیراب نہیں کرتی، جو آنسو ماسوا اللہ کے لیے نکلتے ہیں وہ دل کو سیراب نہیں کرتے بلکہ دل کا ستیاناس کر کے رکھ دیتے ہیں۔

اسی کو مثنوی میں مولائے روم نے دوسری جگہ فرمایا کہ جو آنکھیں غیر اللہ کے لیے روتی ہیں اس قابل ہیں کہ ان کو نکال کر پھینک دیا جائے۔مراد یہ نہیں کہ واقعتاً انھیں نکال پھینکا ہی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی آنکھیں کسی کام کی نہیں۔

اس موقع پر کسی عربی شاعر نے کیا خوب بات کہی ہے کہ وہ آنکھیں جو تیرے لیے رت جگے نہیں کرتیں کسی اور کے لیے بیدار رہتی ہیں وہ اصلاً تضییع اوقات کررہی ہیں، یوں ہی جو آنسو تیری جدائی کے غم کی بجائے مرنے والوں کے لیے بہہ رہے ہیں وہ بیکار وعبث ہیں۔تو گویا عینین کی دوسری صفت **تسقیان القلب بذروف الدمع** فرما کر حضور تاجدارِ کائنات علیہ السلام نے اِخلاص کے آنسو مانگے ہیں کہ صرف وہی دل کی سیرابی وشادابی کا ذریعہ ہیں۔

اور عینین کی تیسری صفت آقا علیہ السلام یہ مانگ رہے ہیں: **قبل أن تكون الدموع دما و الأضراس جمرا** . یعنی اے اللہ رونے کی یہ توفیق اسی زندگی میں عطا

فرمادے قبل اس کے کہ دوزخ میں یہ آنسو اور ڈاڑھیں انگارے بن جائیں؛ کیوں کہ دوزخ میں دوزخی خون کے آنسو روئے گا؛ لیکن وہ آنسو کسی کام کے نہ ہوں گے کہ وہ تو عذاب کے آنسو ہوں گے؛ پس مبارک آنسو وہ آنسو ہیں جو اسی دنیا کی زندگی میں اللہ واسطے بہہ جائیں اور قربِ خداوندی کے حصول کے ساتھ ساتھ آتش جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست

اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

یعنی مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اس دنیا میں اللہ کے لیے رو رہی ہیں اور بندھائی کے مستحق ہیں وہ دل جو اللہ کی محبت میں جل رہے ہیں۔

حضرت تقی الدین ابن دقیق العید

حضرت تقی الدین ابن دقیق علیہ الرحمہ (م۷۰۲ھ) اپنے دور کے اہل علم پر اپنی وسعت علمی کی وجہ سے فوقیت وفضیلت رکھتے تھے، نیز تقویٰ وعبادت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔

عالم یہ تھا کہ ساری رات بیدار رہتے، اور بعض اوقات تو ایک ہی ایک آیت کو بار بار پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک رات نمازِ تہجد میں جب اس آیت پر پہنچے:

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّورِ فَلاَ اَنسَابَ بَیْنَهُمْ یَومَئِذٍ وَّ لاَ یَتَسَاءَلُونَo (۱)

تو صبح تک اسی کو تلاوت کرتے رہے۔

(۱) بستان المحدثین بحوالہ اولیاء رجال الحدیث:۸۱۔

حضرت اَبو عبیدہ الخواص

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ الخواص رضی اللہ عنہ چالیس سال تک مطلق نہ ہنسے، اور نہ مارے حیا کے اپنا سر آسمان کی جانب بلند کیا۔ آپ روتے ہوئے عرض کناں ہوتے :

مولا! اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں، جسم ناتواں ہوگیا، اور ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں لہٰذا میرے بڑھاپے کی لاج رکھتے ہوئے مجھے جہنم سے آزادی اور نجات عطا فرما۔(۱)

حضرت ایوب زیاد حنبلی

حضرت ایوب زیاد حنبلی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (حدیث قدسی میں) فرمایا :

و عزتي لا يبكي عبدي من خشيتي إلا أجرته من نقمتي و عزتي لا يبكي عبد من خشيتي إلا أبدلته ضحكا في نور قدسي . (۲)

یعنی مجھے اپنی عزت کی قسم! کوئی بندہ ایسا نہیں جو میری خوف وخشیت میں روئے اور میں اسے اپنی رحمت وبخشش کا حصہ عطا نہ کروں۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! کوئی بندہ ایسا نہیں جو میری خوف وخشیت میں اشکبار ہو اور میں اس کے رونے کو مسکرانے سے نہ بدل دوں۔ اور اس کی مسکراہٹ میں اپنا نورِ قدسی رکھ دیتا ہوں یعنی اس کے چہرے پر میرا نورِ قدسی چمکنے لگتا ہے۔

---

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۴، ۱۹، ۳۶۔
(۲) الترغیب والترہیب منذری: ۴/۲۳۴۔

حضرت ابوسنان

حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اب میری عمر کافی زیادہ ہو چکی ہے، ہڈیاں بھی کمزور ہو چکی ہیں، اور خصوصی حفاظت کے دستے مجھ پر اُتر چکے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ خوب روتے حتیٰ کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی۔(۱)

حضرت ازبر بن مغیث

حضرت ازبر بن مغیث علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک رات خواب میں ایک نہایت حسین وجمیل بہشتی حور دیکھی۔ میں نے دریافت کیا کہ تو کس کے لیے ہے؟. اس نے جواب دیا: اس شخص کے لیے جو جاڑوں کی راتوں میں قیام لیل اور شب بیداری کرے۔

حضرت حسان بن ابی سنان

حضرت حسان کی بیوی کا بیان ہے کہ حسان جب اپنی خواب گاہ میں آتے تو مجھے تھپکیاں اور بہلاوادے کر یوں ہی سلانا شروع کر دیتے جیسے عورتیں اپنے بچوں کو بہلا پھسلا کر سلاتی ہیں۔ پھر جب میں سو جاتی تو ان کی روح بے قرار ہو اُٹھتی اور وہ اپنی جبین نیاز کو لذت سجود سے آشنا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ (ان کے سجدوں کی طوالت دیکھ کر) مجھے کہنا پڑتا: اللہ کے بندے! اپنی جان پر کچھ تو رحم کھایئے۔ تو وہ مجھ سے فرماتے :

اسكتي ، ويحك ، فو اللّٰه لأرقدن رقدة لا أقوم منها زمنا طويلا . (۲)

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳۶/۱۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۳/۱......صفۃ الصفوۃ: ۳۸۶/۱۔

یعنی خاموش رہ! تیرا خانہ خراب۔قسم بخدا! اب میں ایسا سجدہ کروں گا کہ مدتوں بعد پھر اس سے اُٹھنا نصیب ہوگا۔

حضرت حسن بن صالح

حضرت حسن بن صالح علیہ الرحمہ کے پاس ایک لونڈی تھی انھوں نے اسے کسی کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔جب آدھی رات ہوئی تو وہ لونڈی اُٹھی اور اس نے کہا: گھر والو! اُٹھو اور نماز پڑھو۔انھوں نے پوچھا: صبح ہوگئی ہے جو نماز پڑھیں!۔

لونڈی نے کہا: تم فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھتے ؟۔

انھوں نے جواب دیا: نہیں۔

اس کے بعد وہ لونڈی حضرت حسن بن صالح کے پاس بھاگ آئی اور کہا: آپ نے مجھے ایسے لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے جو شب بیداری اور دولت تہجد سے عاری ہیں؛ لہٰذا مجھے واپس لے لیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور دام لوٹا دیے۔(۱)

حضرت حسن بن کہموس

حضرت حسن بن کہموس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوگیا جس کے غم میں میں رو رہا تھا۔تو مجھ سے پوچھا گیا کہ وہ کیا گناہ تھا؟ میں نے کہا: میرا ایک بھائی مچھلی کی خواہش لیے میرے پاس آیا، میں نے مچھلی اسے پیش کردی۔جب وہ کھا کر فارغ ہوگیا تو میں نے اپنے ہمسائے کی دیوار سے مٹی کا ایک ٹکڑا اُکھاڑا اور اسے ہاتھ دھونے کے لیے پیش کردیا، اس نے ہاتھ تو دھل لیا مگر میں اپنی اس غلطی پر چالیس سال تک اَشک ریزی کرتا رہا۔(۲)

---

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۲۲/۱۔

حضرت حسان بن ابوسفیان

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسان بن ابوسفیان شب بیداری کے عادی تھے۔ نہ تو چربی دار گوشت کھاتے اور نہ ٹھنڈا پانی پیتے۔ پس انتقال کسی نے انھیں خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللّٰہ بک؟ فقال: أنا محبوس عن الجنة بإبرة استعرتها فلم أردها لصاحبها . (۱)

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: میں جنت سے صرف اس جرم کی پاداش میں دور رکھا گیا ہوں کہ ایک بار میں نے کسی سے سوئی ادھار لی تھی مگر پھر اسے اس کے مالک کو لوٹانے کی توفیق نہ ہوئی۔

حضرت زید بن یزید

حضرت زید بن یزید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا آپ کی پلکوں سے ہمیشہ آنسوؤں کے دھارے کیوں چھلکتے رہتے ہیں اور وہ خشک ہونے کا نام کیوں نہیں لیتیں؟ تو جواباً فرمایا :

إن اللّٰہ توعدني إن أنا عصيته يسجنني في النار . (۲)

یعنی اللہ تعالیٰ سے میرا یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ اگر میں معصیت کاروں میں سے ہوا تو جہنم میں پا بجولاں حاضر کیا جاؤں۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۲۳۔
(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۴۔

حضرت زید بن ہارون

حضرت زید بن ہارون سے پوچھا گیا :

كم تصلي في الليل؟ فقال: أو أنام منه شيئا إذا لا أنام الله لي منه عينا أبدا . (۱)

یعنی آپ رات میں اُٹھ کر کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: اگر میں نے رات کے کسی لمحے کو سو کر گنوا دیا ہو تو پھر اللہ میری آنکھوں پر ہمیشہ کے لیے نیند کا غلاف چڑھا دے۔ (یعنی مجھ پر موت طاری فرما دے)

حضرت عبد العزیز بن ابو داؤد

حضرت عبد العزیز بن داؤد علیہ الرحمہ کے لیے بستر بچھایا جاتا تو وہ بستر کو ہاتھ لگا کر فرماتے: تو نہایت نرم ہے مگر جنت کے بستر تجھ سے بھی زیادہ نرم ہیں، پھر نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو صبح تک پڑھتے رہتے۔

حضرت عبد اللہ بن ابو ہذیل

حضرت عبد اللہ بن ابی ہذیل فرماتے ہیں کہ نیم شبی کی خلوتوں میں نماز ادا کرنا بروزِ محشر نور کا کام دے گا جس کی روشنی میں وہ قیامت میں چلے گا۔(۲)

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ شب کی نمازیں دن کی نمازوں پر ایسے ہی فضیلت رکھتی ہیں جیسے پوشیدہ کیا گیا صدقہ اعلانیہ کیے گئے صدقہ پر۔(۳)

(۱) الزہر الفائح:۱/۳۱۔ (۲) التہجد وقیام اللیل ابن ابی الدنیا:۱/۱۹/حدیث:۱۷۔
(۳) التہجد وقیام اللیل ابن ابی الدنیا:۱/۱۴/حدیث:۱۲۔

حضرت عبداللہ بن ابوسعید السراج

حضرت عبداللہ بن ابوسعید السراج روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت حسن بصری کی مجلس وعظ میں بیٹھے ہوئے تھے، دورانِ خطاب ایک شخص پر گریہ وبکا کا حال طاری ہوگیا اوراس کی چیخ نکل گئی۔ جب حضرت حسن بصری نے اس رونے والے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا :

أيها الباكي اشدد –أو قال– احدد فإنه بلغنا أن الباكي من خشية اللّٰه مرحوم يوم القيامة . (۱)

یعنی اے رونے والے! اچھی طرح رولے - یا فرمایا کہ - رونے کو تیز کردے اور جتنا روسکتا ہے رولے کیوں کہ ہم کو یہ فرمانِ پیغمبر پہنچا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف وخشیت میں روتا ہے قیامت کے دن اللہ کی رحمت اس کے سر پر سایہ فگن ہوگی اور وہ اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا (لہٰذا اگر رونا آہی گیا ہے تو جی بھر کے رولے تاکہ اللہ کی رحمت کا خزانہ تجھے کثرت کے ساتھ عطا ہو)۔

عتبہ غلام

حضرت ابوعمر خطابی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ عتبہ غلام اِتنا روتا تھا کہ اس کی ہتھیلیاں آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں، جنھیں وہ اپنے چہرے اور گردن پرمل لیتا تھا اور کہا کرتا: اے میرے مالک ومولا! مجھے عرصہ محشر کی رسوائیوں سے محفوظ رکھنا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کی یہ ندا سن کر میری آنکھیں بھی بھر آتیں۔(۲)

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۱۸ حدیث: ۱۶۔

(۲) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۳۰۶ حدیث: ۲۸۹۔

حضرت عطیہ العوفی

حضرت عطیہ عوفی مرسلاً روایت کرتے ہیں :

من بکی علی خطیئته محیت عنه ... و کتبت له حسنة . (۱)

یعنی جو شخص اپنے جرم وخطا کا سوچ کر روتا ہے تو اس کی خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اور اس کے نامہ اعمال میں محض رونے کی وجہ سے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

اس کی وضاحت حضرت مالک بن دینار نے بڑے عجیب انداز میں کی ہے جسے حضرت خالد بن یزید قرنی نے روایت کیا۔حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں :

البکاء علی الخطیئة یحط الذنوب کما تحط الریح الورق الیابس . (۲)

یعنی اللہ کے خوف وخشیت میں رونا گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے اور جھاڑ کر اس طرح گرا دیتا ہے جس طرح تیز ہوا چلے تو سوکھے ہوئے پتے جھڑ کر گر جاتے ہیں۔

حضرت علا بن زیاد

حضرت علاء بن زیاد علیہ الرحمہ تمام رات قیام فرماتے۔ایک مرتبہ ان کی بیوی نے کہا: آپ کچھ دیر آرام کیوں نہیں کر لیتے ؟۔انھوں نے اس کا کہنا مان لیا اور سو گئے؛ پس ان کو خواب میں ایک آدمی ملا وہ پیشانی کے بال پکڑ کر کہنے لگا: اُٹھ اور نماز پڑھ اور اپنے رب کی عبادت کے لطف وعنایت کو مت کھو۔ وہ فی الفور اُٹھے اور اپنے بال سیدھے کھڑے دیکھے۔ان کے یہ بال تا دم مرگ سیدھے کھڑے رہے۔

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۲۵/۱ حدیث:۲۳...... (۲) الرقۃ والبکاء:۲۶/۱ حدیث:۲۴۔

حضرت عمرو بن عتبہ

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ ہر رات قبرستان کی طرف نکل پڑتے اور کہتے :

یا أهل القبور طويت الصحف و رفعت الأقلام ، ثم يصف قدميه و يصلي إلى الصباح . (۱)

یعنی اے آسودگانِ قبر! تمہارے اعمال کا دفتر تو لپیٹا جا چکا اور قلم نے لکھنا بھی بند کردیا (مگر ہمارا کیا بنے گا یہ سوچ کر) اپنے قدم بچھاتے اور تادم سحر اپنی پیشانی کو لذتِ سجود سے آباد رکھتے۔

آپ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے۔ رات آئی تو اپنے قدم برابر کرکے کھڑے ہوگئے اور بھیگی پلکوں کے ساتھ دعا و مناجات کرتے رہے۔ اور جن لشکریوں کے ساتھ آپ جنگ کے لیے نکلے تھے انھیں کسی پہریدار کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی؛ کیوں کہ عمرو بن عتبہ کا ساری ساری رات کھڑے ہوکر نماز پڑھنا قافلے کی حفاظت کے لیے کافی تھا۔

ایک شب ایسا ہوا کہ حضرت عمرو بن عتبہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور سارا کاروان' نیند کی آغوش میں تھا؛ اچانک انھیں کسی خونخوار شیر ببر کی چنگھاڑ سنائی دی، اور سارا کارواں جان بچانے کے لیے آناً فاناً بھاگ نکلا؛ مگر حضرت عمرو بن عتبہ کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا اور وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہوکر نہایت اطمینان کے ساتھ نماز اَدا فرماتے رہے۔

جب شیر کے چلے جانے کا یقین ہوگیا تو قافلے والے پلٹ کر آئے اور حضرت عمرو سے عرض کیا: کیا حالت نماز میں آپ کو شیر سے کوئی ڈر نہیں محسوس ہوا؟۔

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱؍۴۱۔

فرمایا: جس دل میں اللہ کا خوف گھر کر جائے پھر وہ دل کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ مجھے ذاتِ باری کے علاوہ کسی اور سے شرم کرتے ہوئے حیا محسوس ہوئی۔(۱)

حضرت عمر جوینی

ساداتِ صالحین سے مروی ہے کہ ایک رات حضرت عمر جوینی رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ان کی ماں نے پوچھا:

ما يبكيك؟ أ لا تشكر صلاتك و صيامك؟ قال: دعيني يا أمي، فو اللّٰه ما أدري ما يختم لي به . (۲)

یعنی بیٹے! اس قدر کیوں رو رہے ہو؟ تمھیں تو اپنے صوم وصلوٰۃ کی کثرت کے باعث شکر گزار ہونا چاہیے؟۔ فرمایا: امی جان، کیا باتیں کر رہی ہیں! قسم بخدا مجھے تو محض اپنے خاتمے کی پڑی ہوئی ہے۔ نہیں معلوم میرے روزہ ونماز میرے لیے کہاں تک نفع رساں ہوں گے!۔

شیخ محمد بن عنان

میدانِ شب کے شہسوار بزرگ حضرت شیخ محمد بن عنان علیہ الرحمہ کا معمول یہ تھا کہ ہر شب پانچ سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، قیام اللیل کبھی نہ ترک فرماتے اور سردی کے موسم میں بھی (بغرضِ یکسوئی) تہجد کی نماز چھت پر اَدا فرماتے تھے۔

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس: ۲/ ۲۰۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/ ۲۳۔

حضرت مسمع بن عاصم

حضرت مسمع بن عاصم روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عبدالعزیز بن سلمان، کلاب بن جری اور سلمان اعرج کے ساتھ کسی ساحل سمندر پر عبادت وریاضت میں رات گزاری، پھر حضرت کلاب بن جری رو پڑے اور بلا کسی سبب اتنا روئے کہ مجھے خوف لاحق ہوگیا کہ کہیں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز نہ کر جائے۔

پھر عبدالعزیز بن سلمان رو پڑے- جو کہ بصرہ کے عظیم محدث ومفسر اور شب زندہ دار تھے- اس کے بعد حضرت سلمان اعرج بھی رو پڑے۔

راوی کہتے ہیں کہ ان سب کا حال دیکھ کر میں بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا؛ مگر مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اجل ائمہ اور کبار تابعین مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ کر اتنا زارو قطار کیوں رو رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے بعد میں نے ابو محمد عبدالعزیز بن سلمان سے دریافت کیا کہ رات آپ اتنا کیوں روئے، فرمایا:

إنی واللّٰه نظرت إلی إمواج البحر تموج و تخیل فذکرت أطباق النیران و زفراتها فذٰلک الذي أبکاني .

یعنی قسم بخدا! میں نے سمندر کی لہروں کو دیکھا طوفانی موجیں اُٹھ رہی تھیں، ان موجوں کو دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ ارے یہ تو سمندر کی موج ہے، جہنم کی آگ جب موجوں کی صورت اٹھے گی اس وقت ہمارا کیا حال ہوگا۔ تو جب دوزخ کی آتش سوزاں کا میں نے تصور کیا تو میں تڑپ کر رو پڑا۔

پھر میں نے دوسرے تابعی حضرت کلاب سے پوچھا (چوں کہ ہر کوئی چھپ کر الگ الگ رو رہا تھا) تو فراست باطنی کا عالم دیکھئے کہ انھوں نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو عبد

العزیز بن سلمان نے دیا تھا۔ پھر میں نے حضرت اعرج سے پوچھا تو ان کا جواب بھی بالکل یہی تھا......۔(۱)

حضرت مطرف

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ فرمایا کرتے :

لا يراني الله آكلا نهارا ، و لا نائما ليلا أبدا .(۲)

یعنی نگاہِ قدرت نے مجھے دن میں کھاتا اور رات میں سوتا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

حضرت مغیرہ بن محمد

حضرت ابراہیم بن صبح البراد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مغیرہ بن محمد کے پاس ہمارا جانا ہوا، اور ان کا معمول یہ تھا کہ جب وہ گفتگو کرتے تو جہاں خود روتے اوروں کو بھی رلاتے تھے۔ایک دن فرمایا: اے لوگو! روؤ اور رلاؤ، اور اِن آنکھوں اور دلوں کو جتنا روسکیں رونے دو؛ کیوں کہ آج کا غمگین کل خوش وخرم ہوگا۔ آج گریہ وبکا کرنے والا کل ہنس رہا ہوگا۔ آج ڈرڈر کے رہنے والا کل بے خوف اور پر امن ہوگا۔ دنیا میں لمبے لمبے فاقے کرنے والا آخرت میں پورے طور پر آسودہ حال ہوگا۔ آج یہاں جتنے پیاسے رہوگے کل اللہ کے حضور اتنی ہی سیری نصیب ہوگی۔

سو لوگو! تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنالو۔ دیکھنا دھوکے میں نہ آجانا ورنہ کل سوا پچتانے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اتنا کہہ کر آپ زاروقطار رونے لگے اور دوسرے لوگوں پر بھی گریہ وبکا طاری ہوگیا۔(۳)

(۱) الرقة والبكاء ابن ابي الدنيا:۵۸/۱ حديث:۵۵......حلية الاولياء:۷۳/۳۔
(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح:۳/۱۔
(۳) الرقة والبكاء ابن ابي الدنيا:۲۹۰/۱ حديث:۲۷۳۔

حضرت واجب بن منبہ یمانی

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت واجب بن منبہ یمانی علیہ الرحمہ نے تیس برس تک زمین پر پہلو نہیں لگایا، ان کے پاس چمڑے کا تکیہ تھا، جب ان پر نیند کا غلبہ ہوتا تو اس چمڑے پر سینہ رکھتے اور چند سانس لیتے، پھر گھبرا کر کھڑے ہو کر فرماتے: میں گھر میں شیطان دیکھنا تو پسند کرلوں گا مگر تکیہ رکھنا پسند نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ یہ تو نیند کو دعوت دیتا ہے۔(۱)

حضرت واصلہ بن ہشام

حضرت واصلہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے تعلق سے یہ حکایت ملتی ہے کہ آپ پوری پوری رات نمازوں میں بسر کردیتے اور جب وقت سحر آتا تو فرماتے :

إلٰهي! ليس مثلي يسألک الجنة ، و لکن أجرني من النار. (۲)

یعنی اے میرے پروردگار! مجھ سے زیادہ ٹوٹ کر شاید ہی کوئی تجھ سے جنت کا طلب گار ہو لیکن مجھے جہنم سے دور رکھنا۔

حضرت ہارون بن زئاب

حضرت ہارون بن زئاب کہتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے :

....لو وزن بالمثقال الواحد منه مثل جبال الدنيا –أو قال جبال الأرض– رجح البكاء و إن الدمعة لتنحدر فتطفئ البحور

(۱) قوت القلوب ابو طالب مکی: ۱/۸۰۔

(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۴۔

من النار، و ما بکی عبد للہ مخلصا في ملأ من الملأ إلا غفر لهم جميعا ببركة بكائه . (۱)

یعنی اللہ کی یاد میں گرنے والے آنسوؤں کے ایک رتی کو اگر دنیا یا روے زمین کے پہاڑوں کے ساتھ مقابلے میں تولا جائے تو خشیت مولا میں نکلا ہوا رتی بھر آنسو ساری روے زمین کے وزن سے اللہ کے یہاں بڑھ جائے گا۔اور اللہ کی یاد میں گرنے والے آنسوؤں کی یہ شان ہے کہ ان سے آگ کے سمندر کو بھی ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے۔ نیز فرمایا: اللہ کا کوئی بندہ جب اللہ کا مخلص ہوکر کسی بھرے مجمع اور مجلس میں اس کے خوف وخشیت میں روئے تو اللہ تعالیٰ سارے کے سارے اہل مجلس کو اس کی گریہ وبکا کی برکت سے بخش دیتا ہے۔

حضرت یزید بن ابان الرقاشی

حضرت یزید رقاشی تابعی رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری نے ان کی آنکھوں کی روشنی بھی چھین لی اور آنسوؤں کا سوتا بھی جلا ڈالا۔

حضرت سلمہ بن سعید کہتے ہیں کہ یزید بن رقاشی سے کہا گیا کہ آپ اس قدر گریہ وبکا کرتے ہیں، کیا آپ کا اس سے جی نہیں گھبراتا؟۔ یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا: قسم بخدا! میری خواہش یہ ہے کہ اگر روتے روتے آنکھوں سے خون رسنے لگے اور پھر پیپ بہنے لگے تب بھی میں رونے سے باز نہ آؤں گا۔

آپ اس قدر گریہ وبکا کرتے کہ کھڑے رہنے کا یارا نہ رہتا، گر گر پڑتے، پھر روتے حتی کہ غشی طاری ہوجاتی۔ آپ فرمایا کرتے :

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۲۹ حدیث:۲۷۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۷۳۔

لوگو! یوم بکا (روزِ قیامت) آنے سے پہلے جتنا ہو سکے رولو۔ یوں ہی غم و ماتم کا
دن آنے سے پہلے جتنا نالہ وشیون کرنا ہو کرلو۔ اور توبہ میں جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو
کہ تم یوں ہی خوابِ غفلت میں پڑے رہو اور اُدھر بابِ توبہ پر قفل چڑھا دیا جائے۔
حضرت نوح علیہ السلام کثرت گریہ ونوحہ کے باعث نوح کہے جاتے تھے۔ تو اے
جوانوں اور بوڑھوں اپنے اوپر رحم کھاؤ اور جتنا ہو سکے گریہ وزاری کرو۔

آپ یوں ہی فرماتے جاتے اور آنسوؤں کا آبشار آپ کی عارض وریش کے راستے
بہ رہا ہوتا۔(۱)

حضرت اسماعیل بن ذکوان بیان کرتے ہیں کہ حضرت یزید بن ابان الرقاشی ہمہ وقت
محوآہ وبکا رہتے۔ گھر میں داخل ہوتے تب بھی روتے، کسی جنازے میں شریک ہوتے پھر
بھی روتے۔ اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والا ہر شخص ان کا رونا دیکھ کر خود بھی رونے لگتا۔

ایک دن ان کے صاحبزادے نے ان سے دریافت کیا: والدگرامی! آپ اتنا کیوں
روتے ہیں؟۔ قسم بخدا! اگر آتش دوزخ صرف آپ ہی کے لیے بھڑکائی گئی ہوتی تو آپ
کے آنسوؤں کے سیلاب سے وہ بھی بجھ گئی ہوتی۔

فرمایا: تیری ماں تجھ پر نوحہ کناں ہو۔ یقیناً جہنم میرے لیے، میرے دوستوں کے
لیے اور ہمارے جن بھائیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ بیٹے! کیا تم نے ارشادِ باری تعالیٰ
نہیں پڑھا :

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ ○ (سورۂ رحمٰن:۵۵/۳۱)

کیا تیری نظر سے یہ آیت نہیں گزری :

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ○

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۲۴۸ حدیث: ۲۳۳۔

یوں ہی آپ آیتیں تلاوت کرتے رہے، جب اس آیت پر پہنچے :

یَطُوفُونَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ آنٍ o

تو راوی کہتے ہیں کہ حضرت رقاشی روتے تڑپتے اور چیختے ہوئے پورے گھر میں دیوانہ وار گھومنے لگے حتیٰ کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔

یہ منظر دیکھ کر ماں نے بیٹے سے پوچھا: تم نے اپنے باپ کا کتنا برا حال کردیا ہے؟۔ بیٹا سراپا نیاز بن کر عرض کرتا ہے: امی جان! قسم بخدا، میری نیت یہ تھی کہ میرا کہا سن کر وہ شاید رونا دھونا کچھ کم کردیں، نہ یہ کہ ان کا گریہ وبکا شباب پر آجائے اور وہ خود کو جان آفریں کے حوالے کردیں۔(۱)

حضرت سعید بن سائب طائفی

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن سائب کا یہ حال تھا کہ ان کی چشمانِ پرنم کبھی خشک نہیں ہوئیں، ساری زندگی ان کی آنکھوں سے اشک رواں رہے۔ نماز پڑھتے تب بھی روتے، طواف کرتے تب بھی رو رہے ہوتے، بیٹھ کر قرآن پڑھتے تب بھی ان کی آنکھیں برستی رہتیں اور اگر کبھی راہ چلتے کہیں مل جاتے تب بھی آنکھوں سے سیلاب اشک بہہ رہا ہوتا۔

ایک شخص سے ان کا اس قدر رونا برداشت نہ ہوا، اور اس نے انھیں سمجھانے کی کوشش شروع کردی، یہ سن کر آپ اور زار وقطار رونے لگے اور فرمایا: مجھے رونے پر عتاب نہ کرو بلکہ اگر کوسنا ہے تو میرے گناہوں اور زیادتیوں کو کوسو کیوں کہ میں انھیں کی وجہ سے مصروفِ آہ وبکا رہا کرتا ہوں۔ اس شخص نے جب یہ جواب سنا تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر خود خاموشی سے اپنی راہ لے لی۔(۲)

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا:۱/۲۶۲ حدیث:۲۴۶۔ (۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۴۱۔

حضرت سفیان ثوری ہی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کسی مجلس میں لوگوں کو خطاب کرر ہا تھا، سامعین میں سعید بن سائب بھی موجود تھے، جو میری باتوں پر زار وقطار رونے لگے۔ مجھے ان کے رونے پر بڑا ترس آیا۔

میں نے پوچھا: اے سعید! کیوں رو رہے ہیں؟، میں تو اہل خیر وسعادت کی باتیں کرر ہا ہوں، ان کا ذکر سن کر تو آپ کو خوش ہونا چاہیے۔

فرمایا: اے سفیان! میں کیوں نہ روؤں، یہی تو رونے کی بات ہے کہ آپ سعادت مندوں اور نیکیوں کی بات کرر ہے ہیں، اور میں نے کبھی خیر وسعادت میں اپنا حصہ ڈالا ہی نہیں۔ یہ سن کر حضرت سفیان نے فرمایا: جب آپ کے عجز وانکسار کا یہ عالم ہے تو آپ کو رونا ہی زیبا ہے۔(۱)

حضرت محمد بن یزید بن خنیس کہتے ہیں کہ میں نے کسی کی آنکھوں سے اتنی تیز آنسو بہتے نہیں دیکھے جتنی کہ سعید بن سائب کی آنکھیں بہاتی ہیں، ایسا لگتا ہے جیسے ان کی آنکھیں کوئی آبشار ہے جہاں سے ہر وقت پانی کے قطرے رستے اور ٹپکتے رہتے ہیں۔(۲)

حضرت خلیفہ عبدی

حضرت ہلال بن دارم کہتے ہیں کہ جس وقت ہم بحرین میں مقیم تھے خلیفہ عبدی ہمارے ہمسایہ ہوا کرتے تھے، جب رات آتی اور آنکھیں محوِ خواب ہو جاتیں تو آپ اُٹھتے اور دعا کرتے: اے اللہ! میں تیری عطا ونوال کا جویا ہوں۔ پھر آپ محراب میں کھڑے ہو جاتے اور سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک بے تاب پیشانی کو لذت سجدہ سے آباد رکھتے تھے۔

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۴۲۔
(۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۴۱۔

حضرت یحییٰ بن بسطام فرماتے ہیں کہ میں نے ضیغم بن مالک کو کہتے سنا کہ خلیفہ عبدی اتنا اتنا قیام فرماتے کہ آپ کے قدمین متورم ہو جاتے تھے۔(۱)

حضرت مسرور بن ابوعوانہ

ابو یعقوب حضرت اسماعیل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت سے عبادت گزار اور اہل مجاہدہ دیکھے؛ مگر مسرور بن ابوعوانہ سے بڑھ کر کسی کو رات دن نمازوں کی مداومت کرنے والا اور شب بیداری اور طویل قیام کرنے والا نہ دیکھا۔

ایک بار وہ ہمارے پاس آئے اور کہا: مجھے ساحل سمندر پر لے چلو تاکہ پانی کو دیکھ دیکھ کر اپنی نیند بھگا دوں۔

یوں ہی حضرت فضل بن عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ ابوعوانہ لوگوں میں سب سے زیادہ نیم شبی کی خلوتوں میں نماز ادا کرنے والے اور لمبے لمبے ریاضت و مجاہدے کرنے والے تھے۔(۲)

حضرت عبداللہ بجلی

حضرت عبداللہ بجلی بہت زیادہ رویا کرتے تھے، اور رات بھر رو رو کر یہ کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں وہ ہوں جس کی عمر جوں جوں بڑھتی جاتی ہے اس کے گناہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں، میں وہ ہوں کہ جب بھی کسی گناہ کے چھوڑنے کا قصد کرتا ہوں کوئی دوسری شہوت سامنے آجاتی ہے۔ افسوس تیرا ایک گناہ پرانا نہیں ہو پاتا کہ دوسرا گناہ سامنے آجاتا ہے۔ افسوس اگر تیرا ٹھکانہ جہنم میں ہوا تو تو کیا کرے گا! ۔شاید تیرے سر کے لیے

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۴۱۸۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۲۶۱۔

گرز بن رہے ہوں۔ ہوسکتا ہے قیامت کے دن تمام حاجت مندوں کی حاجتیں پوری ہو جائیں اور تیری حاجت باقی رہ جائے۔(۱)

حضرت حبیب فارسی

ابو محمد حضرت حبیب فارسی وقت کے عظیم عابد وزاہد ہوئے ہیں۔آپ کی خدا خوفی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ کا ایک پڑوسی بیان کرتا ہے کہ حضرت حبیب فارسی کی آہ وبکا سرِ شام سے شروع ہو کر صبح ہونے تک مسلسل جاری رہتی۔

ایک روز میں ان کے گھر گیا اور گھر والوں سے پوچھا کہ حبیب فارسی کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمہ وقت روتے رہتے ہیں: جواب ملا: قسم بخدا! جب وہ شام کرتے ہیں تو اس بات کا خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں صبح مردہ نہ پائے جائیں اور جب صبح کرتے ہیں تو یہ خطرہ ہوتا ہے تو نہ معلوم شام تک زندہ رہیں گے یا نہیں، اور روزانہ ان پر یہی کیفیت طاری رہتی ہے۔

حضرت ابو زکریا کہتے ہیں کہ حضرت حبیب فارسی کی اہلیہ نے مجھ سے بتایا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر میں آج مرجاؤں تو فلاں فلاں کو میرے غسل کے لیے بلانا اور ایسا ایسا کرنا۔ان کی اہلیہ سے کہا گیا: کیا انھوں نے مرنے کا خواب دیکھ لیا ہے؟ تو کہتیں: نہیں وہ ہر روز یہی وصیت کرتے ہیں۔(۲)

حضرت حسن بن خلیل مصری

حضرت حسن بن خلیل بن مرہ کا شمار مصر کے ان بزرگوں میں ہوتا ہے جن کے تقویٰ وطہارت اور زہد وورع کی قسمیں کھائی جاتی تھیں اور ان کے مستجاب الدعوات ہونے پر جمیع اہل مصر کا اجماع تھا۔

(۱) احیاء علوم الدین:۴/۴۲۲۔ (۲) صفۃ الصفوۃ:۱/۳۸۱۔

حضرت محمد بن رمح کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حسن بن خلیل کے پاس سماع حدیث کے لیے حاضر ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ سورۂ ق کی آیتیں پڑھ کر زار وقطار روئے جارہے ہیں حتیٰ کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ چنانچہ میں نے انھیں اسی حالت میں چھوڑ کر اپنی راہ لی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ خشیت مولا میں اس قدر روتے کہ رو رو کر آپ کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔(۱)

حضرت موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں کہ ایک سال دورانِ حج میں نے حسن بن خلیل کو عرفات میں دیکھا اور ان سے کچھ باتیں بھی کیں، پھر جب خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو ایک بار پھر ان سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی، اور میں نے ان سے درخواست کی کہ دعا فرمائیں کہ اللہ میرا حج قبول فرمالے۔

یہ سن کر وہ رو پڑے اور میرے حق میں قبولیت حج کی دعا فرمادی۔ پھر جب میں لوٹ کر مصر پہنچا اور لوگوں سے کہا کہ حسن بن خلیل نے ہمارے ساتھ حج ادا کیا اور مکہ میں میری ان سے ملاقات بھی ہوئی تو لوگوں کو بڑا تعجب ہوا؛ کیوں کہ وہ اس سال حج کے لیے گئے ہی نہیں تھے۔

لوگ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ وہ اپنے روحانی تصرفات سے ہر رات مکہ میں گزارتے ہیں مگر مجھے یقین نہیں آتا تھا لیکن اس واقعہ نے اس کی تصدیق کردی۔(۲)

حضرت یزید بن ابی سمیہ اَبلی

حضرت ابوصخر یزید بن ابوسمیہ اَبلی اپنی بے حساب عبادتوں کی وجہ سے مشہور خلائق تھے۔ آپ کا عالم یہ تھا کہ پوری پوری رات نمازیں ادا فرماتے اور زار وقطار روتے جاتے۔

(۱) صفۃ الصفوۃ: ۱/۴۹۸۔

(۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۴۹۸۔

آپ کے گھر میں ایک یہودی عورت بھی رہتی تھی، جو آپ کے رونے کو دیکھ کر خود بھی رونے لگتی اور آپ پر ترس کھاتی۔ تو ایک رات آپ نے اپنی دعا میں رب کی بارگاہ میں یوں مناجات کی کہ اے اللہ! اگر اس یہودیہ کو میرے رونے پر رحم آجاتا ہے حالاں کہ اس کا دین میرے دین سے جدا ہے تو پھر تو مجھ پر رحم وکرم کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔(۱)

شیخ مظہر سعدی

شیخ مظہر سعدی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ساٹھ سال تک گریہ وزاری فرماتے رہے۔ ایک شب انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک نہر کے کنارے پر ہیں، نہر میں مشک خالص بہہ رہا ہے، کنارے پر جواہرات کے درخت ہیں، جن کی شاخیں سونے کی ہیں، شاخیں لہرا رہی ہیں، اتنے میں چند حسین وجمیل آراستہ پیراستہ لڑکیاں وہاں آئیں جو مل کر یوں نغمہ سنجی کرنے لگیں :

سبحان المسبح بكل لسان سبحانه سبحان الموجود بكل مكان سبحانه سبحان الدائم في كل الأزمان سبحانه .

یعنی پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی ہر زبان بیان کرتی ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا وجود ہر جگہ محیط ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا دوام ہر زمانے پر چھایا ہوا ہے، پاک ہے وہ ذات....

انھوں نے پوچھا تم کون ہو، اور کیا کرتی ہو؟ انھوں نے دو شعروں میں جواب دیا، جس کا مفہوم یہ ہے :

ہمیں اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے واسطے پیدا کیا ہے جو شب کو قیام

(۱) صفۃ الصفوۃ:۲/۳۔

کرتے ہیں، مناجات کرتے ہیں اور اس کی محبت میں رات گزار دیتے ہیں جب کہ لوگ خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔

حضرت منصور بن معتمد

حضرت منصور بن معتمد علیہ الرحمہ بہت متقی و پرہیز گار شخص تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ کوئی چالیس سال انھوں نے صرف اس حال میں گزارے کہ مسلسل روزہ رکھتے اور ساری ساری رات قیام (وشب بیداری کر کے نمازیں اَدا) فرماتے۔ ان کی ساری رات رونے دھونے میں بیت جاتی اور بڑے پُر درد انداز میں اپنے پاک پروردگار کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے ہوئے مناجات فرماتے۔

جب روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ جاتیں تو ان کی والدہ فرماتیں: بیٹے! کیا تو اپنے آپ کو اتنی مشقت میں ڈال کر ہلاک کرنا چاہتا ہے؟ تو وہ عاجزی کرتے ہوئے فرماتے: پیاری ماں! میں اپنے نفس کے کارناموں سے خوب آگاہ ہوں، میں اپنی حالت خوب جانتا ہوں کہ نفس مجھے کس طرح گناہوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔(۲)

حضرت محمد بن زیاد

حضرت محمد زیاد بہت متقی و پرہیز گار بزرگ ہوئے ہیں، ان پر بھی ہر وقت خوفِ خدا کا غلبہ رہتا، اور روتے ہی رہتے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ بہت زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی بینائی ختم ہوچکی تھی۔(۳)

(۱) روض الریاحین: ۴۸ بحوالہ بزم اولیاء: ۱۰۷۔
(۲) عیون الحکایات ابن الجوزی مترجم: ۱/۳۷۲۔
(۳) عیون الحکایات ابن الجوزی مترجم: ۱/۳۸۸۔

حضرت فضالہ بن صیفی

حضرت فضالہ بن صیفی علیہ الرحمہ بھی بہت زیادہ گریہ وزاری کرتے تھے، اوران پر ہمہ وقت رونے کی کیفیت طاری رہتی۔ ایک شخص ان کی بارگاہ میں کسی ضرورت سے حاضر ہوا تو انھیں زاروقطار روتا ہوا پایا۔

کچھ دیر تک تو وہ یوں ہی یہ منظر دیکھتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہ تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے؛ توان کی بیوی سے ان کی اس کیفیت کے بابت پوچھا۔ بیوی کہنے لگی: ان کا یہی روزانہ کا معمول ہے۔ یہ کہا کرتے ہیں کہ میرا سفر کتنا طویل ہے؛ مگر ہائے اُفسوس! میرے پاس نہ کچھ توشہ ہے اور نہ توشہ دان!۔(۱)

شیخ جلال الدین مانک پوری

حضرت جلال الدین علیہ الرحمہ مشہور بزرگ شیخ حسام الدین مانک پوری کے جد بزرگوار ہیں، بہت ہی جید عالم دین، مرد بزرگ، نہایت ہی صابر اور انتہائی متقی وعابد تھے۔ ان کا معمول تھا کہ عشا کی نماز کے بعد جب تک لوگ بیدار رہتے، یہ سو جاتے تھے اور جب لوگ سو جاتے تھے تو یہ اٹھ جاتے اور صبح تک بیتاب پیشانی کو سجدوں کی حلاوت سے آباد رکھتے۔ ہر روز اکتالیس مرتبہ سورہ یس شریف پڑھا کرتے تھے۔

بتایا جاتا ہے کہ قرآن کریم لکھ کر اس کی اُجرت سے گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کبھی بلا وضو قلم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے اور جب ملک میں لوٹ مار ہوا کرتی تھی تو گوشت کھانا چھوڑ دیتے تھے کہ شاید گوشت لوٹ کے جانوروں کا ہو۔(۲)

(۱) الدہش: ۱/۲۰۴......البکاء من خشیۃ اللہ عتیمی: ۱۳۰۔

(۲) اخبارالاخیار: ۱۸۴۔

صالح شہزادہ

شہر بصرہ کے نواحی ویرانوں میں ایک نہایت حسین وجمیل ،شکیل ورعنا سولہ سالہ نوجوان جس کے خدوخال سے شرافت ونجابت کا نور ٹپک رہا تھا،موت وحیات کی کشمکش میں پڑا ہوا ہے۔نہ کوئی دوست ہے نہ شناسا، رفیق ہے نہ دم ساز، بستر ہے نہ تکیہ، گھر ہے نہ چوکھٹ،صرف ننگی زمین کا فرش ہے اور اینٹ کا تکیہ۔

بصرہ کا ایک باشندہ ابو عامر ویرانے میں موت کی ہچکیاں لیتے ہوئے اس روشن پیشانی والے نوجوان کے قریب پہنچا تو احساسِ درد سے اس کے بھی آنسو نکل گئے،نوجوان بالکل بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ابو عامر کے سلام کی آواز سن کر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں،ابو عامر نے نوجوان کا سر اپنی آغوش میں رکھ لینا چاہا مگر نوجوان نے اشارے سے روکا اور ہلکی آواز میں چند اشعار پڑھے ؎

یا صاحبي لا تغتتر بتنعم

فالعمر ينفد و النعيم يزول

و إذا حملت إلى القبور جنازة

فاعلم بأنک بعدها محمول

یعنی اے میرے دوست! دنیا کی فانی لذتوں اور نعمتوں پر نہ اِترا، دنیا تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے؛ کیوں کہ عمر کا چراغ بہت جلد گل ہوجائے گا اور نعمتوں کا یہ لہلہاتا چمن ویران ہوجائے گا۔

اور جب تم کسی کا جنازہ لے کر قبرستان کو چلو تو یہ سمجھو کہ اب اس کے بعد اٹھنے والا جنازہ خود تمہارا ہوگا۔

نوجوان نے مزید کہا: اے ابو عامر! اب میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے، میں تجھے

چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ میرا اِنتقال ہو جائے تو مجھے میرے انھیں کپڑوں میں دفنا دینا۔

ابو عامر: ایسا کیوں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نیا کفن بھی نہیں دے سکتا۔

نوجوان: نئے کپڑوں کی ضرورت مردوں کے بلحاظ زندوں کو زیادہ ہوتی ہے۔ مجھے بس میرے انہی کپڑوں میں لپیٹ کر سپردِ خاک کر دینا۔ جب پوری زندگی انہی کپڑوں میں گزار دی تو اب نئے کپڑوں کی حاجت بھی کیا!۔

اے ابو عامر! اگر تو نے مجھے نئے کپڑوں کا کفن دے بھی دیا تو آخران کپڑوں کو بھی خاک ہی ہونا ہے، ہاں باقی رہنے والی چیز صرف عمل صالح ہے، اور یہ لو میری زنبیل اور تہبند گورکن کو دے دینا، اور یہ مصحف شریف اور انگشتری میں تمہارے حوالے کرتا ہوں، یہ امیر المومنین ہارون الرشید کی خدمت میں پہنچا دینا، اور اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ امانتیں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے پہنچانی ہیں۔

امیر المومنین کی خدمت میں یہ امانتیں پہنچانے کے بعد مجھ مسکین و عاجز کی جانب سے عرض کر دینا کہ امیر المومنین! کہیں اسی عالم غفلت میں وقت اخیر نہ آن پہنچے۔

یہی سب باتیں کرتے کرتے نوجوان نے آنکھیں موند لیں اور کچھ دیر کے بعد نہایت سکون وطمانیت سے جانِ شیریں' جان آفریں کے سپرد کر دی۔

نوجوان کی وصیت کے مطابق ابو عامر نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ روشن و تابناک پیشانی والے اس شکیل و صالح نوجوان کو سپرد لحد کرتے وقت ابو عامر کو اس نوجوان کی چند ملاقاتیں یاد آ رہی تھیں، جن کو بار بار سوچ کر ابو عامر کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں۔

وہ تو بصرہ کے بازار میں اپنے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مرمت کرانے کے لیے مستری اور مزدور کی تلاش کرنے گیا تھا۔ مزدوروں میں اسے یہ جوان ملا تھا، ابو عامر کا دل خود بخود اس کی جانب کھنچتا چلا گیا، اور اس نے پوچھا: کیا تم کام کرو گے؟ نوجوان

نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا: کام ہی کرنے کے لیے تو پیدا ہوا ہوں لیکن تم کیا کام لینا چاہتے ہو؟۔

ابو عامر: مکان کی تعمیر کا کام۔

نوجوان: کام تو میں کروں گا مگر ایک شرط ہے۔ شرط یہ کہ مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا، اور نماز کے وقت کام نہیں کروں گا، نماز ادا کروں گا۔ ابو عامر راضی ہوگیا اور چلنے کو کہا۔

نوجوان نے اپنی زنبیل اُٹھائی، مصحف گلے سے لگایا اور چل پڑا۔ ابو عامر نے گھر آکر نوجوان کو کام کی نوعیت سمجھائی، اینٹ گارے اور سامان دکھا دیے اور خود اپنی ضرورت سے کہیں چلا گیا۔

مغرب کے وقت لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس اکیلے لڑکے نے دس آدمیوں کا کام کر ڈالا ہے۔ ابو عامر خوش ہوگیا اور اس نے اسے دو درہم مزدوری پیش کی، مگر اس نے قبول نہیں کی اور کہا میں نے ایک درہم اور ایک دانگ پر بات طے کی تھی اس سے زیادہ نہیں لوں گا اور بالآخر اتنا ہی لے کر چلا گیا۔

ابو عامر دوسرے روز پھر اس کی تلاش میں بازار پہنچا مگر اسے وہ نوجوان نہیں ملا دوسرے مزدوروں سے اس کی تفتیش کرنے پر پتا چلا کہ وہ لڑکا صرف شنبہ کے دن کام کرتا ہے۔ ابو عامر نے نہ جانے کیا سوچ کر اپنا کام بند کر دیا اور شنبہ کے دن کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے شنبہ کو بازار پہنچا تو نوجوان کو اسی جگہ پایا، اور وہ اسی روز کی طرح شرط کر کے پھر کام پر آیا۔

ابو عامر حیران تھا کہ اس نے گزشتہ ہفتہ ایک ہی دن میں اتنا زیادہ کام اکیلے کیسے کر لیا تھا، چنانچہ لڑکے کو کام پر لگا کر ابو عامر ایک خفیہ جگہ بیٹھ کر معاینہ کرنے لگا۔

ابو عامر نے دیکھا کہ نوجوان نے گارا اُٹھا کر بچھایا، پھر اس کے بعد اینٹ پتھر خود

بخود اُٹھ کر ایک دوسرے سے لگتے چلے جارہے تھے۔

ابو عامر سمجھ گیا کہ یہ کوئی خدارسیدہ نوجوان ہے اور اس کے سر پر تائید غیبی کا سایہ ہے۔ شام ہوئی تو ابو عامر نے تین درہم مزدوری دینی چاہی مگر پھر نوجوان نے ایک درہم اور ایک دانگ قبول کیے اور چلا گیا۔

اور آج جب کہ ابو عامر تیسرے ہفتہ نوجوان کی تلاش میں بازار گیا تو مزدوروں نے نوجوان کی سخت علالت اور ویرانہ میں اس کی موجودگی کا حال بتایا جسے سن کر ابو عامر وہاں پہنچا جس کے بعد اب اس کے مرقد کی بالین پر کھڑا تاسف کے آنسو بہار ہا ہے۔ ابو عامر کو نوجوان کا چہرہ، اس کے عادات واطوار بار بار یاد آرہے تھے۔

عروس البلاد بغداد کی شاہراہوں پر 'قصر الرشید' کے سامنے لشکرِ اسلامی کے ایک ہزار سواروں کا رسالہ گزر رہا ہے۔ عام لوگوں نے دورویہ کھڑے ہو کر رسالہ کو گزرنے کا راستہ دے رکھا ہے، اس کے پیچھے بھی ایسے ہی فوج کا دوسرا دستہ آرہا ہے، اس میں بھی ہزار سوار ہیں۔ اسی طرح نو فوجی رسالوں کے بعد فوج کا دسواں دستہ رونما ہوا۔

لوگ جوش وخروش سے نعرے لگا رہے ہیں، سلام وتحیت پیش کر رہے ہیں۔ دسویں رسالہ کے جلو میں امیر المومنین ہارون الرشید کی سواری نظر آئی، دیکھنے والوں میں جوش و خروش اور بڑھ گیا، اور لوگ سلام نیاز گزارنے لگے۔

زائرین وناظرین کی اسی بھیڑ میں بصرہ کا باشندہ ابو عامر بھی تھا جو امیر المومنین کے پاس اس نوجوان کی امانت پہنچانے آیا ہوا تھا۔ بھیڑ اور ازدحام اتنا کہ ابو عامر کا امیر المومنین تک پہنچنا مشکل نظر آرہا تھا، کھوے سے کھوا چل رہا تھا۔

ابو عامر سخت اضطراب میں تھا کہ میں کسی طرح امیر المومنین تک رسائی حاصل کروں۔ انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں ابو عامر گویا ایک تنکے کی مانند بہ رہا تھا۔ بغداد کی شاہراہوں پر امیر المومنین کا جلوس دیکھنے کے لیے لوگ امنڈے چلے آئے تھے۔

امیر المومنین کی سواری جب ابو عامر کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے پوری قوت سے چیخنا شروع کیا اے امیر المومنین! آپ کو قرابت رسول کا واسطہ ذرا توقف تو فرمائیں۔امیر المومنین ہارون الرشید کے کانوں تک ابو عامر کی چیخ پکار پہنچی تو انھوں نے سواری روک لی اور ابو عامر کو قریب آنے کا موقع دیا۔

ابو عامر نے امیر المومنین کو مصحف اور انگشتری سپرد کی اور کچھ کہنا چاہا؛ مگر امیر المومنین نے ابو عامر کو اپنے دربان کی نگرانی میں دیتے ہوئے خاموش رہنے کا اِشارہ کیا۔اس وقت امیر المومنین کی آنکھیں نمناک ہوگئی تھیں۔

جلوس سے واپسی کے بعد دربان نے ابو عامر کو خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ ہارون الرشید ابو عامر کو لے کر خلوت میں گئے،دروازے بند کرادیے،دربان نے ابو عامر کو سمجھا دیا تھا کہ امیر المومنین غمگین اور اُداس ہیں؛ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو کم باتیں کرنا۔

امیر المومنین: ابو عامر! آؤ میرے قریب بیٹھو، بتاؤ کیا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے؟۔

ابو عامر: حضور! وہ آپ کے شہزادے تھے، یہ کسی کو کیا معلوم؟۔

امیر المومنین: بتاؤ وہ کیا کام کرتا تھا؟۔

ابو عامر: گارے مٹی کا۔

امیر المومنین: کیا تم نے بھی اس سے محنت مزدوری کروائی؟۔

ابو عامر: جی حضور۔

امیر المومنین: اے ابو عامر! میرے جگر گوشہ سے تمہیں ایسا کام اور ایسی خدمت لیتے ہوئے شرم نہیں آئی؟ کم از کم تم نے قرابت رسول کا تو کچھ پاس ولحاظ کیا ہوتا!۔

ابو عامر: امیر المومنین! مجھے معاف فرمائیں، میں بالکل واقف نہیں تھا۔البتہ وقت وصال مجھے اس بات کا پتا چلا کہ وہ آپ کے نورِ چشم اور پارۂ جگر ہیں۔

امیر المومنین: کیا تم نے میرے لال کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا؟۔

ابو عامر: جی ہاں! میں نے اپنے انہی ہاتھوں سے آپ کے نور نظر کو غسل و کفن دے کر سپردِ لحد کیا تھا۔

امیر المومنین: لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دو، (یہ کہہ کر ہارون الرشید نے ابو عامر کے ہاتھوں کو تھام لیا، اور اپنے سینہ پر رکھ کر زاروقطار رونے لگے اور کہا: تم نے میرے اس فرزند دل بند کو کس طرح مٹی کے اندر دبایا، اس پر کس دل سے خاک ڈالی۔ اپنے فرزند صالح کے غم میں امیر المومنین نے رو رو کر اپنے دامن عبا کو تر کرلیا)۔

حضرت شیخ یافعی یمنی فرماتے ہیں کہ اُمورِ خلافت میں مشغولیت سے پہلے ہارون الرشید کے گھر اس فرزند کی ولادت ہوئی تھی۔ اسے زاہدوں، اور درویشوں کی صحبت بہت پسند آتی تھی۔ قرآن مجید، اور دیگر ضروری علوم کی تعلیم کے بعد اس کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہی۔ ماں کا نہایت خدمت گزار تھا، اس پر ہمہ وقت آخرت کا خوف طاری رہتا، نیم شبی کی خلوتوں میں اُٹھ کر سجدوں کے نذرانے لٹاتا، اور عشق الٰہی میں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا۔

اس کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چلا جاتا، اور مردوں سے مخاطب ہوتا اور کہتا: تم ہم سے پہلے موجود تھے اور دنیا کے مالک تھے اور اب تم قبروں میں محصور ہو۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگوں سے کیا کہا کرتے تھے اور لوگ تمہیں کیا جواب دیا کرتے تھے اور حسرت و یاس کی باتیں کہہ کہہ کر پھوٹ کر رویا کرتا تھا۔

امیر المومنین ہارون الرشید جب مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی، دنیا کے مال و متاع میں سے کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لیا۔ ہارون الرشید نے ایک انگوٹھی اس کی ماں کے توسط سے اسے دی، جسے محض ماں کی محبت و اطاعت میں اس نے اپنے پاس رکھ لیا، اس کا یاقوت بڑا ہی قیمتی تھا مگر اسے فروخت کر کے اپنے مصرف

میں نہیں لگایا اور دمِ نزع ہارون کو دینے کے لیے ابو عامر کے حوالہ کیا۔

ایک دن کی بات ہے، ہارون الرشید اپنے دربار میں امراء و مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہ شہزادہ جسم پر پرانا کمبل اوڑھے ہوئے دربار میں آیا۔ حاضرین دربار نے دیکھا تو ان میں سے بعض کہنے لگے اس سے تو خلیفہ کی رسوائی ہوتی ہے۔ خلیفہ کو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہیے تاکہ اپنی یہ حالت بدل دے اور خلیفہ کی رسوائی کا سبب نہ بنے۔ امیر المومنین نے مصاحبین کی ناگواری محسوس کر کے بیٹے سے کہا :

بیٹا: تو نے مجھے رسوا کر ڈالا۔

شہزادے نے خلیفہ کی طرف دیکھا اور جواب میں ایک لفظ نہیں کہا، البتہ دربار کے عین سامنے قصر کے کنگورے پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا، اس کو اِشارہ کر کے کہا: اے پرندے! تجھے تیرے خالق و مالک کی قسم! آ اور میرے ہاتھ پر بیٹھ، وہ پرندہ یہ سن کر محل سے اُتر کر شہزادے کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد شہزادے نے اسے اپنی جگہ چلے جانے کا حکم دیا تو وہ اُڑ کر چلا گیا اور کہا: تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم! امیر المومنین کے ہاتھ پر نہ آنا۔

اس کے بعد شہزادہ ہارون الرشید سے مخاطب ہوا، ابا جان! اب میں جا رہا ہوں، آپ کو رسوا کرنے نہیں آؤں گا۔

امیر المومنین: ابو عامر کے ہمراہ بصرہ کے اس ویرانے میں آئے جہاں ان کا سولہ سالہ نوجوان شہزادہ آسودۂ خاک تھا۔ قبر کو دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے اور ہوش میں آئے تو حسرت و غم کے اشعار زبان پر جاری تھے۔

اسی شب کی بات ہے ابو عامر اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر سوئے تو انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک نور کا قبہ ہے جس کے اوپر نورانی ابر چھایا ہوا ہے، ناگاہ وہ چادرِ ابر شق ہوئی اور اس میں سے وہی شہزادہ یہ کہتا ہوا برآمد ہوا :

اے ابو عامر! رب تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، تم نے واقعی میری وصیتوں کو نہایت خوبی سے پورا کیا۔

ابو عامر نے پوچھا: شہزادے! آپ پر کیا بیتی، اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ اور آپ کا مقام کہاں ہے؟۔ جواب دیا: اپنے رحیم وکریم پروردگار کے قرب میں ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے، کچھ بھی ناراض نہیں اور اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی وہم وگمان میں آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بقسم فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے تیری طرح نکل آئے گا تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسے تجھے دی ہیں۔(۱)

جسے لذتِ مناجات مل گئی ہو

حضرت ضحاک بن مزاحم علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد کی طرف چلا۔ جب مسجد کے قریب پہنچا تو ایک نوجوان کو سجدے میں گرا ہوا پایا۔ وہ ساری دنیا سے کٹ کر یادِ مولا میں زاروقطار رو رہا تھا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر فوراً میں سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ کوئی اللہ والا معلوم ہو رہا ہے۔

میں اس نوجوان کے قریب گیا تا کہ سن سکوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؛ چنانچہ میں نے اسے یہ اشعار گنگناتے ہوئے پایا:

علیک یاذاالجلال معتمدي ۞ طوبیٰ لمن کنت أنت مولاہ

طوبیٰ لمن بات خائفا وجلا ۞ یشکوالی ذی الجلال بلواہ

و بہ علۃ و لا سقم ۞ اکثر من حبہ لمولاہ

إذاخلا فی ظلام اللیل مبتھلا ۞ أجابہ اللّٰہ ثم نباہ

(۱) التوابین:۱/۱۷۱تا۱۷۳......روض الریاحین:۶۰تا۶۳بحوالہ:بزم اولیا:۱۲۳تا۱۲۹۔

ومن ينل ذا من الإلٰه فقط ۞ فـاز بقـرب تقر عيناه

اے رب ذوالجلال! میرا اعتماد وبھروسہ تجھ ہی پر ہے۔ بڑا خوش بخت ہے وہ شخص جس کا تو مددگار رہے۔

خوش خبری ہے اس کے لیے جو خوفِ خدا میں رات گزارتا ہے۔ اور اپنی آفات وبلیات کی فریاد اسی بارگاہِ ذوالجلال میں پیش کرتا ہے۔

اسے کوئی بیماری یا تکلیف اپنے مولا عزوجل کی محبت سے بڑھ کر نہیں ہے۔

جب رات کے اندھیرے میں تنہا عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی (دعا ومناجات) سنتا اور قبول فرماتا ہے۔

اور جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ سعادت ارزانی ہوگئی، تو سمجھو وہ ایسا قرب پالینے میں کامیاب ہوگیا جس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔

حضرت ضحاک بن مزاحم فرماتے ہیں کہ وہ مسلسل ان اشعار کی تکرار کر کے روئے جارہا تھا۔ اس کی گریہ وزاری پر ترس کھا کر میری آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ اسی اثنا میں میرے سامنے نظریں اُچک لینے والی کڑک دار بجلی جیسی روشنی چمکی تو میں نے فوراً اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیے۔ پھر میں نے اپنے سر پر ایک منادی کو یہ ندا دیتے ہوئے سنا جو انسانوں کے کلام کے مشابہ نہ تھی۔

لبيک عبدي وأنت في كنفي ۞ وكل ما قـلت قـد قبلناه

صوتک تشتاقه ملائكتي ۞ وحسبک الصوت قد سمعناه

إن هبت الريح من جوانبه ۞ خــر صريعا لما تغشاه

ذاک عبدي يجول إلى حجبي ۞ و ذنبک اليوم قد غفرناه

یعنی اے میرے بندے! میں موجود ہوں اور تو میرے حفظ واَمان میں ہے۔

اور تو نے جو بھی دعا کی ہے ہم نے اسے قبول کرلیا ہے۔

میرے فرشتے تیری آواز سننے کا اِشتیاق رکھتے ہیں، اور تجھے یہ صدا (اور اعزاز) کافی ہے کہ ہم نے اسے سن لیا ہے۔

اگر اس صدا کے گرد اگرد ہوا چل پڑے تو اس میں پچھاڑنے والے کی طرح آواز پیدا ہو جائے؛ کیوں کہ تو نے (اس صدا میں ایسی ہی کیفیت چھپا رکھی ہے۔

اور سنو! میرا یہ بندہ میرے قرب کے پردوں میں رہتا ہے، اور آج ہم نے تیرا گناہ معاف کر دیا ہے۔

حضرت ضحاک بن مزاحم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ تو حبیب کی اپنے حبیب سے مناجات ہے۔

پھر میں اس کی ہیبت سے غش کھا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ جب اِفاقہ ہوا تو میں فضا میں فرشتوں کے اُترنے کی آواز سن رہا تھا اور مجھے زمین و آسمان کے درمیان ان کے پَروں کی پھڑ پھڑاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سمجھا کہ شاید آج آسمان' زمین کے قریب ہو گیا ہے اور اس وقت میں نے ایسا نور دیکھا جو چاند پر غالب آ چکا تھا؛ حالاں کہ وہ تیز روشنی والی ایک چاندنی رات تھی۔

پھر میں اس نوجوان کے قریب ہوا، اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ تو میں نے اس سے پوچھا: اللہ آپ کی سعادتوں میں اِضافہ فرمائے اور تم پر اپنی رحمت و برکت اُتارے، یہ بتاؤ کہ تم ہو کون؟ اس نے جواب دیا: میں راشد بن سلیمان ہوں۔

تو پھر میں نے اسے پہچان لیا؛ کیوں کہ اس کے بارے میں میں پہلے بہت کچھ سن چکا تھا۔ میں نے کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے، کیا تم مجھے اپنی صحبت میں رہنے کی اِجازت دیتے ہو تا کہ میں تم سے کچھ اُنس حاصل کر سکوں؟۔

یہ سن کر اس نے کہا: افسوس! ہائے افسوس! جو اپنے رب ذوالجلال کی مناجات کی لذت پا چکا ہے، وہ مخلوق سے کیا اُنس حاصل کرے گا۔ پھر وہ مجھے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔(۱)

(۱) بحر الدموع ابن الجوزی، مترجم: ۱۶۔

عالم پیری اور ریاضیت

ایک مردِ صالح کے ہمسایوں میں ایک ضعیفہ خاتون بھی تھی جو کبیر السن ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدہ وریاضت میں بیحد سعی کرتی تھی، اور اس کی راتیں آباد تھیں۔ ناتوانی اور ضعف کا اس کے جسم پر غلبہ تھا۔ اس مردِ صالح کو اس کی حالت پر ترس آیا۔ اس نے ایک روز کہا: آپ کو اس قدر محنت ومشقت نہیں کرنی چاہیے، کچھ اپنے جسم اور اعضا کو بھی آرام دیجیے، اس باخدا ضعیفہ نے جواب دیا :

اگر میں اپنی جان کو آرام دینے لگوں تو مالک حقیقی کے دروازے سے علاحدہ اور دور ہو جاؤں گی اور جو دنیوی مشاغل کے باعث اس سے دور ہوا، اس نے خود کو عظیم آزمائش میں ڈالا اور سعی وکوشش کے ساتھ عمل کروں تو بھی میرے عمل کی حیثیت کتنی؟، اگر اس میں کوتاہی بھی کروں تو باقی کیا بچے گا۔

حسرت وغم ان کو جو آگے بڑھیں، فراق انھیں جو محبوب سے دور رہیں۔ آگے بڑھنے والوں کی حسرت یہ کہ محشر میں جب مردے قبروں سے اُٹھیں۔ صالحین نور کے براق پر سوار جنت کو جائیں اور انھیں دوستوں کے رتبے ملیں، حور وغلمان ان کی خدمت کو دست بستہ ایستادہ ہوں اور پیچھے والے کف افسوس ملتے رہ جائیں۔ اس وقت حسرت وغم سے ان کے دل پارہ پارہ ہو کر بہہ جائیں گے۔

لوگ جب میدانِ قیامت میں الگ الگ ٹولیوں میں تقسیم کیے جائیں گے تو رب ذو الجلال سب کو یکجا فرمائے گا، ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا :

گنہ گارو! آج تم الگ ہو جائے۔ اور اللہ کے پرہیز گار بندے بامراد ہوئے۔ اس روز شوہر اپنی بیوی سے، بیٹا ماں باپ سے، اور دوست دوست سے الگ ہو جائیں گا۔ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ کسی کو عزت وتکریم سے بہشت بریں میں لے

جایا جائے گا، اور کوئی پا بجولاں گھسیٹ کر آتش جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ جدا جدا راستے اور منزلیں ہوں گی۔ آنکھوں سے اشکوں کے سمندر رواں ہوں گے۔ جدائی و فراق کے عالم میں ایک دوسرے کو حسرت سے تکیں گے۔ ذرا ان مناظر کو سوچو تو سہی تمہاری نیندیں نہ اُڑ جائیں گے تو کہنا اور جبینیں مولا کے لیے نہ جھک جائیں تو کہنا...۔(۱)

اور رو رو کر آنکھیں بہادیں

حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن علاء علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عامر واعظ بصری (م ۲۰۵ھ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ایک مرتبہ میں مسجد نبوی کی نور بار فضاؤں میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک سیاہ فام غلام آیا جس کے پاس ایک خط تھا، اس نے وہ خط مجھے دیا اور پڑھنے کو کہا: میں نے خط کھولا تو اس میں یہ مضمون تحریر تھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اے ابو عامر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُمورِ آخرت میں غور و خوض کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ آپ کو لوگوں سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق بخشی اور خلوت نشینی کی عظیم دولت سے سرفراز فرمایا۔ اے ابو عامر! بے شک میں بھی آپ کے ان بھائیوں میں سے ہوں جو سفر آخرت کے مسافر ہیں۔

مجھے خبر ملی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں آئے ہوئے ہیں، مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی اور میں آپ کی زیارت کا متمنی ہوں اور مجھے آپ کی صحبت اختیار کرنے اور آپ کی گفتگو سننے کا اتنا شوق ہے کہ میرا رواں رواں آپ کے دیدار کی طلب میں تڑپ رہا ہے۔ آپ کو اس کریم ذات کا واسطہ جس نے آپ کو محبت کے جام پلائے مجھے اپنی قدم بوسی اور زیارت سے محروم نہ کیجیے گا۔ –والسلام–

حضرت ابو عامر کہتے ہیں: میں اسی وقت اس خط لانے والے غلام کے ساتھ اس کے

(۱) روض الریاحین: ۱۰۵۔

آقا کے گھر کی طرف چل نکلا۔ہم چلتے ہوئے ایک ویران جگہ پر پہنچے جہاں ایک خستہ حال ٹوٹا پھوٹا مکان تھا۔غلام نے مجھے دروازے کے پاس کھڑا کیا اور کہا: آپ تھوڑی دیر یہاں انتظار فرمائیں، میں آپ کے لیے اجازت طلب کرتا ہوں؛ چنانچہ میں وہاں انتظار کرنے لگا۔کچھ دیر کے بعد غلام نے آ کر کہا: اندر تشریف لے چلیں۔

جب میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ کمرہ نہایت بوسیدہ اور خالی ہے، اس کا دروازہ کھجور کے تنے سے بنا ہوا ہے،اور ایک نہایت کمزور ونحیف شخص قبلہ رو بیٹھا ہوا ہے۔ چہرے پر خوف وکرب کے آثار نمایاں ہیں، اور اسے دیکھ کر مجھے اِحساس ہوا کہ یہ شدید کلفت وغم میں مبتلا ہے۔کثرتِ گریہ وبکا کی وجہ سے اس کی آنکھیں بھی ضائع ہو چکی تھیں۔

میں نے اسے سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اندھا اور اپاہج بھی ہے، نیز اسے مرضِ جذام بھی لاحق ہے۔اس نے مجھ سے کہا: اے ابو عامر! اللہ آپ کے دل کو گناہوں کی بیماری سے حفاظت میں رکھے۔ میں ہمیشہ اس بات کا خواہش مند رہا ہوں کہ آپ کی صحبت اختیار کروں اور آپ سے نصیحت آموز گفتگو سنوں۔

اے ابو عامر! مجھے ایک ایسا زخمِ دل لاحق ہے کہ تمام واعظین وناصحین بھی اس کا علاج نہ کر سکے اور اطبا بھی اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کی تجویز کردہ دوا اور مرہم زخموں کے لیے بیحد سودمند ہوتا ہے۔تو برائے کرم میرے زخمی دل کا علاج فرمائیں، اگرچہ دوا کتنی ہی تلخ وناگوار کیوں نہ ہو، میں شفا کی اُمید لگائے دوا کی تلخی وناگواری برداشت کر لوں گا۔

حضرت ابو عامر فرماتے ہیں: اس شخص کی یہ بات سن کر مجھ پر رعب طاری ہو گیا اس کی باتوں میں مجھے بڑی حقیقت نظر آئی۔ میں کافی دیر خاموش رہا اور غور وفکر کرتا رہا۔پھر میں نے اس سے کہا: اگر تم اپنی بیماری کا علاج چاہتے ہو تو اپنی نظر کو عالم ملکوت کی طرف

پھیرو، اپنے کانوں کو اسی عالم کی طرف مشغول رکھو اور اپنے ایمان کی حقیقت کو جنت الماویٰ کی طرف منتقل کرلو۔ اگر ایسا کرو گے تو رب کائنات نے اپنے مقرب بندوں کے لیے جو نعمتیں اور آسائشیں اس میں رکھی ہیں وہ تم پر منکشف ہوجائیں گی۔

اسی طرح پھر اپنی تمام تر توجہات جہنم کی طرف کرو اور اس میں غور وفکر کرو اور حقیقی نظر سے اس کو دیکھو تو تمہیں وہ تمام عذاب ومصائب نظر آجائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور نافرمانوں کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔ اگر اس طرح کرو گے تو تمہیں دونوں چیزوں میں فرق معلوم ہوجائے گا اور یہ بات بالکل واضح ہوجائے گی کہ نیکوں اور بدوں کی موت برابر نہیں ہوتی!۔

حضرت ابو عامر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میری یہ بات سن کر وہ رونے لگے، اور سرد آہیں بھرنے لگے، اور ایک چیخ مار کر کہنے لگے: اے ابو عامر! اللہ کی قسم! تمہاری دوا نے فوراً میرے زخمی دل پر اثر کیا۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ تمہارے پاس مجھے ضرور شفا نصیب ہوگی۔ رحیم وکریم پروردگار آپ کو خوش رکھے۔ مجھے کچھ اور نصیحت فرمایئے۔

چنانچہ میں نے ان سے کہا: اے مردِ صالح! اللہ رب العزت تجھے اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تو تنہائی میں ہوتا ہے اور جب تو خلوت میں ہوتا ہے تب بھی وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

یہ سن کر اس نے پہلے کی طرح پھر چیخ ماری اور کہا: وہ کون سی ہستی ہے جو میرے گناہوں کو معاف کرے، جو میرے غم وحزن کو دور کرے اور میری خطاؤں کو آبِ عفو سے دھل دے؟۔ اے میرے رحیم وکریم پروردگار! تیری ہی ذات ایسی ہے جو میری مددگار ہے، اور میں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد وہ زمین پر گر پڑے اور ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔

حضرت ابو عامر بصری فرماتے ہیں کہ کچھ دیر بعد ایک لڑکی وہاں آئی جس نے اُون کا

کرتہ پہن رکھا تھا اور اُون ہی کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ اس کے ماتھے پر سجدوں کی کثرت کی وجہ سے نورانی نشانات بن چکے تھے، روزوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا، اور طویل قیام کی وجہ سے پاؤں سوجے ہوئے تھے۔

اس نے مجھ سے کہا: اے عارفین کے دلوں کو تقویت دینے والے، اور غمزدوں کی مصیبتیں حل کرنے والے! آپ نے جو کیا بہت اچھا کیا۔ اِن شاء اللہ آپ کا یہ عمل رائیگاں نہیں جائے گا۔ اے ابو عامر! یہ بزرگ میرے والد تھے، اور تقریباً بیس سال سے برص کی بیماری انھیں لاحق تھی۔ یہ ہر وقت نماز ہی میں مشغول رہتے؛ یہاں تک کہ یہ اپاہج ہو گئے، رونے کی کثرت کی وجہ سے ان کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ اور یہ اللہ رب العزت سے امید رکھتے تھے کہ ایک نہ ایک روز آپ سے ضرور ملاقات ہو گی۔

ساتھ ہی وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: میں ایک مرتبہ حضرت ابو عامر واعظ کی محفل میں حاضر ہوا تھا۔ ان کی پر اَثر باتوں نے میرے مردہ دل کو زندہ کر دیا اور مجھے خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا، اگر دوبارہ کبھی میں ان کی محفل میں چلا گیا یا ان کی باتیں سن لیں تو میں ان کی باتیں سن کر ہلاک ہو جاؤں گا۔

پھر وہ لڑکی کہنے لگی: اے ابو عامر! اللہ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے میرے والد کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو سکون و آرام مہیا کر دیا۔

پھر وہ لڑکی اپنے باپ کے پاس آئی اور ان کی آنکھوں کو بوسہ دینے لگی اور روتے ہوئے کہنے لگی: اے وہ عظیم باپ! جس نے اللہ کے خوف سے رو رو کر اپنی آنکھیں گنوا دیں۔ اے میرے کریم باپ! آپ کو آپ کے رب کے عذاب کی وعیدوں نے ہلاک کر دیا۔ آپ ہمیشہ اپنے رب کے خوف سے گریہ وزاری کرتے رہے اور دعا واستغفار میں مشغول رہے۔

میں نے اس سے پوچھا: اے نیک بندی! تو اتنا کیوں رو رہی ہے؟ اور اتنی غمزدہ کیوں ہو رہی ہے، تمہارے والد گرامی تو اب دار الجزا میں جا چکے ہیں، اور وہ اپنے ہر عمل کا بدلہ دیکھ چکے ہوں گے۔ ان کے اعمال ان کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے، اگر ان کے اعمال اچھے تھے تو ان کے لیے خوشخبری ہے اور اگر اعمال نامقبول تھے تو یہ افسوسناک بات ہے۔

یہ سن کر اس لڑکی نے بھی اپنے باپ کی طرح چیخ مارا اور تڑپنے لگی اور اسی حالت میں اس کی روح بھی عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ پھر میں عصر کی نماز کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوا، اور میں نے نماز کے بعد ان دونوں باپ بیٹی کے لیے خوب رو رو کر دعا کی، پھر وہ غلام آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ان دونوں کی تکفین ہو چکی ہے، آپ نمازِ جنازہ کے لیے تشریف لے چلیں۔ پھر ہم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور انھیں دفنا دیا گیا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا: یہ باپ بیٹی کون تھے؟۔ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت سیدنا حسن بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہیں۔

حضرت ابو عامر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مجھے کافی دنوں تک ان کی موت کا افسوس رہا، اور ہمیشہ میرے حاشیہ خیال پر ان کی یادوں کا جھونکا آتا رہا۔ پھر ایک رات میں نے ان دونوں باپ بیٹی کو خواب کے اندر اس حال میں دیکھا کہ انھوں نے سبز جنتی حلے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا: مرحبا! تمہیں مبارک ہو، میں تو تم لوگوں کی وجہ سے بہت غمگین تھا، یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ اللہ کا کیا معاملہ رہا؟۔ انھوں نے کہا: ہمیں بخش دیا گیا اور ہمیں اللہ جل مجدہ کی بہت سی نعمتیں ملیں، اور ان میں آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں۔(۱)

(۱) عیون الحکایات ابن الجوزی مترجم: ۱/۱۱۶ تا ۱۱۹......تفسیر روح البیان: ۲/۲۷۹۔

نورالدین زنگی

مجاہد اسلام نورالدین زنگی کی سوانح حیات میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جس وقت 'قدس' فرنگیوں کے قبضے میں تھا اس وقت عابدوں کا ایک گروہ بیت المقدس کے شہروں کی زیارت کی نیت سے نکلا، اور یہ وہ لوگ تھے جو صحیح معنوں میں عابد وزاہد تھے اور ان کی باتیں پایۂ اعتبار کو پہنچی ہوتی تھیں، ان عابدوں نے ان فرنگیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قسیم بن قسیم یعنی نورالدین زنگی کا اللہ کے ساتھ کوئی خاص تعلق ورابطہ ہے؛ کیوں کہ اس نے اپنے بڑے لشکر اور فوجیوں کی کثرت کی وجہ سے ہم پر فتح ونصرت نہیں پائی تھی بلکہ اس کی کامیابی کا راز کچھ اور تھا، اس نے محض اپنی دعاؤں اور شب کی نمازوں کی طفیل ہم پر اپنا قبضہ بحال کیا تھا؛ کیوں کہ وہ رات کی تنہائیوں میں اُٹھتا اور اپنے مالک ومولا کے حضور جھک جاتا اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر دعائیں کیا کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی مناجات قبول کرتا اور اسے اس کے مقاصد میں کامیاب فرماتا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اسلام کے اس عظیم مجاہد کے حوالے سے یہ کافروں کی شہادت ہے۔(۱)

خواتین کی شب خیزیاں اور اشک ریزیاں

پاکانِ اُمت کی طرح خواتین ملت اِسلامیہ بھی شب خیزیوں اور اشک ریزیوں میں پیچھے نہ رہیں؛ بلکہ وہ بھی اس عمل خیر میں مردوں کے شانہ بشانہ نظر آتی ہیں۔ ان کی داستانِ گریہ وبکا یہاں اجمالاً پیش کی جاتی ہے :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ) پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور روتے ہوئے فرمایا :

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس:۳۔

وددت أني شجرة أعضد وددت أني لم أخلق . (۱)

یعنی کاش! میں کوئی درخت ہوتی جسے کاٹ دیا گیا ہوتا۔ اور کاش! میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔

یوں ہی ایک دوسری روایت حضرات ابراہیم نخعی سے یوں آئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی درخت سے گزریں اور آپ پر حالت گریہ طاری ہوگئی، روتے ہوئے فرمایا:

یا لیتني کنت ورقة من ورق هٰذهٖ الشجرة . (۲)

یعنی اے کاش! (میں انسان نہ ہوتی کہ جس سے حساب کتاب لیا جائے گا بلکہ) اس درخت کے پتوں میں سے ایک پتا ہوتی (جو گر کے اُڑ گیا ہوتا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا اُمت محمدیہ میں کوئی ایسا بھی ہوگا جسے بلا حساب وکتاب جنت میں داخل کیا جائے گا؟۔ فرمایا: ہاں! وہ شخص جسے اپنا گناہ یاد آجائے تو اس کی آنکھیں بھیگ جائیں۔(۳)

حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ زندگی بھر میرا یہ معمول رہا کہ صبح اُٹھ کر میں سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور انھیں سلام کرتا اس کے بعد اپنے کاموں میں مشغول ہوتا تھا۔

ایک روز حسب معمول میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں اور یہ آیت پڑھ پڑھ کر رو رہی تھیں:

---

(۱) الزہد احمد بن حنبل: ۲/۴۵۲ حدیث: ۹۲۲۔

(۲) الزہد احمد بن حنبل: ۲/۴۵۷ حدیث: ۹۲۷۔

(۳) احیاء علوم الدین: ۳/۲۶۳۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ٥ (سورۂ طور:۵۲/۲۷)

سوخدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور عذابِ دوزخ سے بچالیا۔

میں دیر تک کھڑے رہنے کے باعث تھکن محسوس کرنے لگا؛ لیکن وہ اسی طرح آیت کی تلاوت کرتی رہیں اور روتی رہیں۔

میں نے سوچا پہلے بازار ہو آؤں؛ چنانچہ میں بازار گیا اور اپنی ضرورت سے فارغ ہوکر واپس آ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ابھی تک آپ اسی طرح آیت کی تلاوت کررہی ہیں، اور گریہ وزاری میں مشغول ہیں۔(۱)

حضرت رابعہ عدویہ

حضرت رابعہ عدویہ علیہا الرحمہ (م ۱۸۰ھ) کا معمول تھا کہ دن میں روزہ رکھتیں اور پوری رات عبادت میں صرف کردیتیں۔ ابتداءً ایک شب جب آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا۔ اس نے ایک گوشہ میں آپ کو سر بہ سجود پایا اور ایک معلق نور آپ کے سر پر فروزاں دیکھا، اس وقت آپ اپنے رب سے یہ عرض کررہی تھیں کہ مولا! مجھے معاف کرنا، اگر میرے بس میں ہوتا تو سارا وقت تیری عبادت، اور تیری مناجات ہی میں گزار دیتی لیکن چوں کہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنادیا ہے اس لیے میں تیری بارگاہ میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں، کاش! زندگی کا ہر لمحہ تیری نذر کرسکتی۔

یہ سن کر آپ کا مالک تڑپ اُٹھا اور بہت ہی نادم و پریشان ہوا۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ مجھے تو اپنی خدمت لینے کے بجائے اُلٹا ان کی خدمت کرنا چاہیے تھی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی اس نے آپ کو آزاد کرکے استدعا کی کہ آپ یہیں قیام فرمائیں تو میرے لیے باعث سعادت ہے، ویسے آپ اگر کہیں اور جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے، یہ سن کر آپ

(۱) الکشف والبیان ثعلبی: ۱۲/۳۴۰...... احیاء علوم الدین: ۴/۴۱۲۔

باہر نکل گئیں اور ذکر وشکر میں مشغول ہو گئیں۔

آپ شب وروز میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتی تھیں۔

یکے از صالحین کا قول ہے کہ حضرت رابعہ عدویہ شب زندہ داروں میں سے تھیں۔ دم سحر ذرا سا آرام کرتیں پھر اُٹھتے ہی نفس کو (ملامت وسرزنش کرتے ہوئے) کہنا شروع کر دیتیں: اے نفس! تو کتنا سوئے گا، (یہ سوچ کر نہیں ڈرتا کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ سو سو کر تو عرصہ محشر میں کھڑا ہونے کے قابل ہی نہ رہے۔(۱)

جب آپ سے نکاح نہ کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ تین چیزیں میرے لیے وجہِ غم بنی ہوئی ہیں، اگر تم یہ غم دور کر دو تو میں یقیناً نکاح کر لوں گی۔

اوّل یہ کہ کیا خبر میری موت اسلام پر ہوگی یا نہیں۔

دوم روزِ محشر میرا نامہ اعمال نہ جانے سیدھے ہاتھ میں ہوگا یا اُلٹے ہاتھ میں۔

سوم روزِ محشر جب جنت میں ایک جماعت کو دائیں طرف سے اور دوسری کو بائیں طرف سے داخل کیا جائے گا تو نہ جانے میرا شمار کس جماعت میں ہوگا۔

لوگوں نے عرض کیا کہ ان تینوں سوالوں کا جواب ہمارے پاس نہیں۔

آپ نے فرمایا: پھر جس کو اِتنے غم لاحق ہوں اس کو نکاح کی کیا تمنا ہو سکتی ہے!۔

آپ ہمہ وقت گریہ وزاری کرتی رہتی تھیں۔ جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں اس کے فراق میں خوفزدہ ہوں جس کو محفوظ تصور کرتی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ دم نزع یہ ندا آجائے کہ تو لائق بارگاہ نہیں ہے۔

حضرت رابعہ عدویہ راتوں میں اُٹھ اُٹھ کر دعائیں کرتیں اے اللہ! تمام آنکھیں سو گئیں ہیں اور سارے ستارے نیچے چلے گئے ہیں اور دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند

(۱) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۴۔

کر لیے ہیں لیکن ایک تیرا دروازہ ہے جو بند نہیں ہوتا پس تو مجھے بخش دے، پھر وہ نماز کے لیے قدم درست کرتیں اور دعا کرتیں: ''مولا! تیری عزت وجلال کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں تیرے سامنے ہر شب یوں ہی کھڑی رہوں گی''۔

آپ ہر صبح یہ دعا کیا کرتیں کہ اللہ مجھے اس طرح اپنی جانب متوجہ فرما لے کہ اہل جہاں مجھے تیرے سوا کسی کام میں مشغول نہ دیکھ سکیں۔ اور کبھی یہ دعا کرتیں کہ دنیا میں میرے لیے جو حصہ متعین کیا گیا ہے وہ اپنے معاندین کو دے دے اور جو حصہ عقبیٰ میں مخصوص ہے وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے، میرے لیے صرف تیری ذات ہی کافی ہے۔ اگر میں جہنم کی ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے۔ اگر خواہش ِ فردوس وجہِ عبادت ہو تو فردوس میرے لیے حرام فرما دے اور اگر میری عبادت صرف تمنائے دیدار کے لیے ہو تو پھر اپنے جمال دلنواز سے مشرف فرما دے۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم اَدہم جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر گام پر دو رکعت نماز اَدا کرتے ہوئے چلے اور مکمل چودہ سال میں مکہ معظّمہ میں پہنچے۔ دورانِ سفر یہ بھی کہتے گئے کہ دوسرے لوگ تو قدموں سے چل کر پہنچے ہیں لیکن میں آنکھوں کے بل پہنچوں گا اور جب مکہ میں داخل ہوئے اور طوافِ خانہ کعبہ کے لیے مطاف میں اُترے تو وہاں خانہ کعبہ دکھائی نہ دیا۔ چنانچہ اس تصور سے آپ آب دیدہ ہو گئے کہ شاید میری بصیرت زائل ہو چکی ہے لیکن غیب سے آواز آئی کہ بصیرت زائل نہیں ہوئی بلکہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کے لیے گیا ہوا ہے۔

یہ سن کر آپ کو اِحساسِ ندامت ہوا کہ اور گریہ کناں ہوتے ہوئے عرض گزار ہوئے: یا اللہ! وہ کون سی ہستی ہے کہ جس کے استقبال کے لیے خود کعبہ گیا ہوا ہے؟۔

ندا آئی کہ وہ بہت ہی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ چنانچہ آپ کی نظر اُٹھی تو دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصریہ لاٹھی کے سہارے چلی آ رہی ہیں اور کعبہ اپنی جگہ موجود ہے۔

آپ نے رابعہ بصریہ سے سوال کیا کہ تم نے نظام کو کیوں درہم برہم کر رکھا ہے؟

جواب ملا: میں نے تو نہیں کیا البتہ تم نے ایک ہنگامہ ضرور کھڑا کر رکھا ہے جو چودہ برس میں کعبہ تک پہنچے ہو۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ میں ہر گام پر دو رکعت نفل پڑھتا ہوا آیا ہوں جس کی وجہ سے اتنی تاخیر سے پہنچا۔

رابعہ نے فرمایا کہ تم نے تو نماز کے ساتھ فاصلہ طے کیا ہے اور میں عجز وانکسار کے ساتھ یہاں تک پہنچی ہوں۔

پھر ادائیگی حج کے بعد حضرت رابعہ نے اللہ تعالیٰ سے روکر عرض کی کہ مولا! تو نے حج پر بھی اُجر کا وعدہ فرمایا ہے اور مصیبت پر صبر کرنے کا بھی؛ لہٰذا اگر تو میرا حج قبول نہیں فرماتا تو پھر مصیبت پر صبر کرنے کا ہی اُجر عطا کردے۔ کیوں کہ حج قبول نہ ہونے سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہو سکتی ہے....!۔

حضرت نفیسہ بنت حسن

حضرت نفیسہ بنت حسن (م ۲۰۸ھ) خاندانِ نبوت کی جلیل القدر خاتون تھیں۔ زہدو عبادت، تقویٰ وورع اور نیکی وصالحیت کے اونچے مرتبے پر فائز تھیں۔ آپ حافظہ قرآن ہونے کے ساتھ میدانِ تفسیر میں اپنے دور میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں۔ علم وفضل کی وسعتوں کا عالم یہ تھا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ مصر گئے تو آپ کی خدمت میں جا کر بعض احادیث کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی شب خیزی اور اشک ریزی کے اَحوال رجال وتاریخ کی کتب میں مسطور ہیں۔

خوفِ الٰہی میں ان کی آنکھیں بھیگی رہتیں۔ ہمیشہ دن میں روزے رکھتیں اور رات میں قیام کرتیں اور سسکیاں بھرتیں۔ صومِ وصال کی عادت نے آپ کو قلیل خوراک بنادیا تھا۔ خوبی یہ تھی کہ مولا کو راضی کرنے کے ساتھ مالک عارضی (شوہر) کو بھی راضی رکھنے کی

ہر ممکن کوشش کرتیں۔شوہر کی غیر موجودگی میں کھانے کے دستر خوان پر نہ بیٹھتیں۔

شب کے خاموش لمحے ذکر وفکر الٰہی کے لیے خاص تھے۔حضرت زینب بنت یحییٰ کہتے ہیں کہ مجھے متواتر چالیس برس اپنی پھوپھی نفیسہ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔اس دوران میں نے کبھی انھیں شب کو سوتے اور دن کو بغیر روزے کے نہیں دیکھا۔

ایک روز میں نے ان سے عرض کی: کیا آپ اپنے آپ پر ترس نہیں کھاتیں؟ فرمایا: کیسے ترس کروں جب کہ میرے آگے دور تک ایسی خوف ناک وادیاں پھیلی ہوئیں ہیں جنھیں کوئی آرام طلب طے نہیں کرسکتا!۔

یہ سچ ہے کہ خوفِ الٰہی انسان کو ہر خوف سے بے خوف کردیتا ہے۔ایک مرتبہ لوگ آپ کے پاس حاکم مصر کی ستم رانیوں کی شکایت لے کر آئے اور فریاد کناں ہوئے کہ آپ اس کے ہاتھ کو ظلم سے روکیں۔فرمایا: وہ کب باہر نکلے گا؟۔لوگوں نے کہا: کل۔چنانچہ آپ نے اسی وقت قلم پکڑا اور ایک رقعہ لکھ کر اس کے راستے میں پھینک دیا،اور اسے آواز دی۔جب اس نے حضرت نفیسہ کو دیکھا تو آداب بجالایا اور گھوڑے سے اُتر کر رقعہ ہاتھ میں لیا اور پڑھنے لگا،جس میں مرقوم تھا :

> تم بادشاہ بن گئے ہو،لوگوں کو قید کرڈالا ہے،ان پر تسلط جمالیا ہے،ظلم وقہر پر اُتر آئے ہو،خودسری کو پیشہ بنالیا ہے،سرکشی سے لوگوں کو دبانا شروع کردیا ہے، لوگوں کی روزی پر قابض ہوکر اسے ضائع کرنے کو اپنا وطیرہ بنالیا ہے۔تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ سحری کے وقت لوگوں کی زبانوں سے جو آہوں کے تیر نکلتے ہیں وہ کبھی خطا نہیں جاتے،وہ ٹھیک نشانے پر لگتے ہیں بالخصوص وہ تیر تو قطعاً خطا نہیں جاتے جو ان دلوں سے نکلے ہوں جن کو تم نے ظلم کی بے پناہیوں سے مجروح کرڈالا ہو،جن کے سینوں کو تم نے چھلنی کردیا ہے،بھوک کی شدت سے جن کے معدے سکڑ گئے ہیں اور جن کے جسم تمہاری حد سے بڑھی ہوئی

المنا کیوں سے عریاں ہوگئے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ مظلوم مرجائے اور ظلم آب وتاب کے ساتھ دنیا میں باقی رہے۔ تم جو جی چاہے کرو، ہم بہرحال صبر وضبط سے کام لیں گے، اور تم ظلم ڈھاؤ ہم اس کی فریاد اللہ سے کریں گے۔ قرآن کا یہ پیغام کبھی نہ بھولنا: وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ o

اس خط نے حاکم کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا اور وہ اپنی حرکتوں سے باز آ گیا۔

جن دنوں آپ پر بیماری کا حملہ ہوا اور تکلیف نے ہر طرف سے گھیر لیا تو ان دنوں اپنے مکان ہی میں اپنے ہاتھ سے اپنی قبر کھودی۔ روزانہ اس قبر میں اُترتیں اور قرآن پڑھتیں۔ اس قبر میں انھوں نے ایک سو نوے (۱۹۰) قرآن ختم فرمایا۔ مصر میں آپ کی تدفین ہوئی اور آپ کی قبر پر آج بھی عورتوں، مردوں، تندرستوں، مریضوں اور اندھوں کا ہجوم رہتا ہے؛ کیوں کہ آپ کی قبر قبولیت دعا اور قضاے حوائج کے لیے مشہور ہے۔

حضرت اَمۃ الجلیل بنت عمر وعدوی

حضرت امۃ الجلیل بصرہ بڑی عبادت گزار اور شب زندہ دار خاتون تھیں۔ پورے قبیلے میں پرہیزگاری میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ دن بھر قرآن کی تلاوت اور لوگوں کی خدمت میں گزارتیں، اور پھر شب کو اللہ کے حضور میں کھڑی ہوجاتیں، تہجد ونوافل کی سوغات پیش کرتیں اور فرمایا کرتیں کہ 'بہترین لوگ وہ ہیں جو شب کی تنہائیوں میں اُٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے اور اس کے سامنے سر بہ سجود ہوتے ہیں'۔

مزید فرماتی ہیں کہ 'جب سحری کا وقت آتا ہے تو میرے قلب میں ایک نئی روح کروٹ لینے لگتی ہے اور میرا دل کچھ اور ہی کیفیتوں سے معمور ہوجاتا ہے'۔

آپ کے شاگردوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ بصرہ میں آپ کا مکان مرجع علم وعلما تھا۔ شب خیزی واشک ریزی کی اُٹھتی ہوئی قدروں کا آپ کو بہت ملال تھا اس لیے آپ فرمایا

کرتیں کہ 'کتابی علم کا سلسلہ تو بہت وسیع ہے اور بے شمار حضرات یہ خدمات انجام دے رہے ہیں؛ لیکن للّٰہیت، خشیت الٰہی اور عرفانِ مولا حاصل کرنے کی تعلیم کا سلسلہ رو بہ زوال ہے؛ لہٰذا اسے دوبارہ اسی نہج پر جاری کرنا چاہیے جس نہج پر تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جاری تھا'۔

حضرت جوہر براثیہ

حضرت جوہر براثیہ (م ۲۹۷ھ) بغداد کی ایک عابد وزاہد خاتون ہو گزری ہیں۔ علم وفضل میں بڑا مقام رکھتی تھیں اور خوف وخشیت الٰہی سے ہمہ وقت سرشار رہتیں۔ نوبت بایں جا رسید کہ دنیا کے نشیب وفراز سے بے زار ہو کر بالکل گوشہ نشین ہو گئیں۔ اور خود کو ذکر وفکر الٰہی کے لیے وقف کر دیا۔

قصر شاہی سے تحفے تحائف اور بیس بیس ہزار دینا آپ کے پاس آتے مگر اسے رد کر دیتیں کہ میرا ان سے کیا کام ہے۔ شب بیداری اور اشک ریزی بھی اخیر زندگی میں آپ کا معمول بن گیا تھا۔ خود بھی رات گئے اُٹھتیں اور شوہر کو بھی اُٹھانے کی کوشش کرتیں، اگر کبھی وہ کچھ غفلت دکھاتے تو ہنگامِ سحر یوں گویا ہوتیں :

> ابوعبداللہ! قافلہ شب چل پڑا ہے، مسافت بہت دور کی ہے اور تم محو استراحت ہو۔ سفر طویل ہے اور سامانِ سفر نہ ہونے کے برابر۔ تم نے انجام سے نظر ہٹالی ہے اور فوائد عاجلہ کو اپنا مطمحِ نظر ٹھہرالیا ہے۔ غفلت کی نیند سے بے دار ہو جاؤ، آرام وراحت کو تیاگ دو اور امورِ خیر میں جٹ جاؤ۔ تعجب ہے! تم نے جرسِ کارواں نہیں سنا۔ اگر ذہن وفکر اور غور وتعمق کی نعمت سے عاری نہیں ہو گئے ہو تو آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لو اور بصیرت وبصارت دونوں سے کام لو۔ حال کے جھروکوں سے ماضی کی طرف دیکھو۔ اس دنیا کی طرف

دھیان کرو، اس میں کتنی قومیں آئیں، آباد ہوئیں اور چلی گئیں۔ بے شمار لوگ
اس میں اپنے آثار چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے رختِ سفر باندھ گئے۔ یہ کارگاہِ حیات
آہستہ آہستہ وسعت پذیر آثارِ قدیمہ کی صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ اُٹھو
اپنے اعمال کا محاسبہ کرو، سونے والے سوتے ہی رہ جائیں گے اور جاگنے
والے اپنی منزل پوری کرلیں گے۔

() شہیریات التونسیات، حسن حسنی عبدالوہاب۔

حضرت ماوردیہ بصریہ

حضرت ماوردیہ (م ۴۶۶ھ) جس خاندان سے تعلق رکھتی تھیں وہ علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کے اعتبار سے بڑا ممتاز تھا اور پورے عراق میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ زہد وورع آپ کی زندگی کا زیور تھا۔ اور بہت بلند ذوقِ عبادت پایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ جب چند برس کی عمر کو پہنچیں تو خیالات کا دھارا بدل گیا اور سطحِ ذہن عظیم انقلاب سے دوچار ہوئی۔ دنیا سے قلب کا رشتہ بالکل منقطع ہوگیا اور کھانے پینے کا کوئی شوق باقی نہ رہا۔ کوئی پچاس برس آپ روزے سے رہیں اور قیام اللیل بھی جاری رکھا۔ رات کے لمحے آپ کی عبادتوں کا کیف بڑھا دیتے اور یادِ الٰہی میں محو ہوکر آپ کی آنکھیں چھما چھم برستی رہتی تھیں۔

پر تکلف اور غذائیت سے بھرپور کھانوں سے احتراز کرتی تھیں اور فرماتیں: اگر کوئی پر تکلف غذا استعمال کرکے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے الفت ومحبت کا رابطہ پیدا کرسکتا ہے تو وہ نہایت خوش قسمت ہے؛ مگر افسوس ہے بعض لوگ ایسا نہیں کرسکتے۔ مرغن غذائیں اور پر تکلف کھانے عام طور پر انسان کی حسِ عبادت پر برا اثر ڈالتے ہیں۔

ظاہر ہے عمدہ کھانا بہرحال زیادہ ہی کھایا جائے گا اور اس میں لازماً بیداری میں کمی

واقع ہوگی، اور نیند کا غلبہ ہوگا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عبادت کے سلسلے میں ذوق وشوق کی لہریں کما حقہ نہیں ابھر سکیں گی۔ میں جو کم کھاتی اور سادہ غذا پر اکتفا کرتی ہوں تو اس میں یہی راز مضمر ہے کہ کم غذائیں مجھے ذوقِ عبادت کی غذا فراہم کرتی ہیں۔ اور میں ٹوٹ کر اپنے مالک ومولا کے حضور جھکتی ہوں۔

حضرت جروہ بنت مرہ تمیمی

حضرت جروہ بڑی بلند حوصلہ، جرأت منداور بے خوف خاتون تھیں۔ حضرت امیر معاویہ کے عہد میں پیدا ہوئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب خلافت'ملوکیت کے قالب میں ڈھل چکی تھی اور مسلمانوں پر ظاہری طمطراق اور ٹاٹھ باٹھ نے قبضہ جمالیا تھا۔لیکن جروہ نے خود کو اسلام کے پرانے رنگ میں ڈھالے رکھا اور جدیدیت کی گرد اپنے قریب نہ آنے دی۔ یادِ خدا کو اپنا شعار بنایا اور ذکر الٰہی میں خود کو مست وغرق کرلیا۔

شب بیداری اور اشک ریزی طبیعت کا حصہ بن چکی تھی، خشیت الٰہی کا اس درجہ غلبہ تھا کہ ایک مرتبہ نماز میں اچانک رونے لگیں اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ نماز سے فارغ ہوئیں تو کسی نے رونے کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگیں: مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جنت اور دوزخ میرے سامنے آگئی ہیں اور میں سخت پریشانی کے عالم میں گھر گئی ہوں۔ یہ بات کر ہی رہی تھیں کہ پھر بے ہوش ہوگئیں اور پھر بڑی مشکل سے ہوش میں لا گیا گیا۔

آپ فرمایا کرتیں کہ جس دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہے وہ انسان کا دل نہیں ہوسکتا۔ انسانیت اور خوفِ خدا دونوں لازم وملزوم ہیں۔ مصیبت سے بچنے کی صورت صرف اللہ کا ڈر ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا: آؤ اللہ سے خشیت کا عہد کریں اور یہ فیصلہ کریں کہ کسی کو زبان اور ہاتھ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ جو لوگ اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں ان

کا مقاطعہ کریں گے اور خود کو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر دیں گے۔

() بلاغات النساء، طیفور۔

حضرت خنساء بنت خدام

عرب کی ایک حسین وجمیل عورت خنسا بنت خدام جس کی لالہ رخی اور ماہ جبینی اپنی مثال آپ تھی، لیکن جب ان پر عشق الٰہی کا پرتو پڑا تو پھر ان کے رت جگوں اور عبادتوں کا یہ عالم ہو گیا کہ انھوں نے مسلسل چالیس سال تک روزے رکھے، جس کے باعث ان کی جلد ہڈیوں سے چپک گئی۔ خشیت مولا میں اتنا اشک ریز ہوئیں کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اور اپنے پروردگار کو منانے کے لیے انھوں نے اِتنا قیام کیا کہ ان کے قدم کھڑے ہونے کے لائق نہ رہے۔

جب رات کی سیاہی چھا جاتی، دنیا نیند کی آغوش میں محوخواب ہو جاتی، اور لوگوں کی حرکات وسکنات بند ہو جاتیں، تو وہ اپنی حزن آگیں آوازوں میں چیخ کر کہتیں: اے اہل اطاعت کے محبوب! طاعت گزاروں کے چہرے کب تک خاک کے ذروں پر الٹتے پلٹتے رہیں گے، اپنا وعدہ پورا فرما اور انھیں اس مقصد و مراد سے آشنا فرما جس کے لیے انھوں نے خود کو تھکا دیا ہے۔ پھر بے اختیار ہو کر زار و قطار اس قدر روتیں کہ ان کے پڑوس کے در و دیوار تک رونے کی آواز پہنچ جاتی۔

حضرت طاؤس یمانی اور وہب بن منبہ کی نگاہوں میں ان کی شب خیزیوں اور اشک ریزیوں کی بڑی قدر تھی۔(۱)

حضرت شعوانہ

بصرہ میں ایک انتہائی حسین وجمیل عورت رہا کرتی تھی۔ لوگ اسے شعوانہ کے نام

سے جانتے تھے ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ آواز بھی اس نے بلا کی پائی تھی۔ اپنی خوبصورت آواز کی وجہ سے وہ گائیکی اور نوحہ گری میں مشہور تھی۔ بصرہ شہر میں خوشی وغمی کی کوئی مجلس اس کے بغیر اَدھوری تصور کی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے پاس بہت سا مال ودولت جمع ہو گیا تھا۔ بصرہ شہر میں فسق وفجور کے حوالے سے اس کی مثال دی جاتی تھی۔ اس کا رہن سہن اَمیرانہ تھا۔ وہ بیش قیمت لباس زیب تن کیا کرتی اور گراں بہا زیورات سے بنی سنوری رہتی تھی۔

ایک دن وہ اپنی رومی اور ترکی کنیزوں کے ساتھ کہیں جارہی تھی۔ راستے میں اس کا گزر حضرت صالح مری علیہ الرحمہ کے گھر کے قریب سے ہوا جو باعمل عالم، عابدوزاہداور اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ آپ اپنے گھر میں لوگوں کو وعظ اِرشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے وعظ کی تاثیر سے لوگوں پر رقت طاری ہوجاتی اور وہ بڑی زورزور سے آہ وبکا شروع کردیتے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خوف سے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔

---

(۱) صفۃ الصفوۃ:۱/۲۴۶۔

جب شعوانہ نامی وہ عورت وہاں سے گزرنے لگی تو اس نے گھر سے آہ وفغاں کی آوازیں سنیں۔ آوازیں سن کر اسے بہت غصہ آیا۔ اور اپنی کنیزوں سے کہنے لگی: تعجب کی بات ہے کہ یہاں نوحہ کیا جارہا ہے اور مجھے اس کی خبر تک نہیں دی گئی۔

پھر اس نے ایک خادمہ کو گھر کے حالات معلوم کرنے کے لیے اندر بھیج دیا۔ وہ لونڈی اندر گئی اور اندر کے حالات دیکھ کر اس پر بھی خوفِ خدا طاری ہو گیا اور وہ وہیں بیٹھ گئی۔ جب وہ واپس نہ آئی تو شعوانہ نے کافی انتظار کے بعد دوسری اور پھر تیسری لونڈی کو اندر بھیجا؛ مگر وہ بھی واپس نہ لوٹیں۔ پھر اس نے چوتھی کنیز کو اندر بھیجا جو تھوڑی دیر بعد واپس لوٹ آئی اور اس نے بتایا کہ گھر میں کسی کے مرنے پر ماتم نہیں ہورہا بلکہ اپنے

گناہوں پر آہ وبکا کی جارہی ہے۔لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہے ہیں۔

شعوانہ نے یہ سنا تو ہنس پڑی اوران کا مذاق اُڑانے کی نیت سے گھر کے اندر داخل ہوئی؛ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو پھیر دیا۔

جب اس کی نگاہ حضرت صالح المری پر پڑی تو دل ہی دل میں کہنے لگی: افسوس! میری تو ساری عمر ضائع ہوگئی۔ میں نے انمول زندگی گناہوں میں اَکارت کردی، وہ میرے گناہوں کو کیوں کر معاف کرے گا؟۔

انہی خیالات سے پریشان ہوکر اس نے حضرت صالح المری سے پوچھا: اے امام المسلمین! کیا اللہ تعالیٰ نافرمانوں اور سرکشوں کے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے؟۔

آپ نے فرمایا: ہاں!، یہ وعظ ونصیحت اور وعدہ وعیدیں سب انہی کے لیے تو ہیں تاکہ وہ سیدھے راستے پر آجائیں۔اس پر بھی اس کو تسلی نہ ہوئی تو وہ کہنے لگی: میرے گناہ تو آسمان کے ستاروں اور سمندر کی جھاگوں سے بھی زیادہ ہیں۔

آپ نے فرمایا: کوئی بات نہیں! اگر تیرے گناہ شعوانہ سے بھی زیادہ ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

یہ سن کر وہ چیخ پڑی اور زار وقطار رونا شروع کردیا، اور اتنا روئی کہ اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔تھوڑی دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو کہنے لگی: حضرت! میں ہی وہ شعوانہ ہوں جس کے گناہوں کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

پھر اس نے اپنا قیمتی لباس اور گراں قدر زیور اُتار کر پرانا سا لباس پہن لیا اور گناہوں سے کمایا ہوا سارا مال غربا میں تقسیم کردیا اور اپنے تمام غلام اور خادمائیں بھی آزاد کردیں۔اور خود اپنے گھر میں مقید ہوکر بیٹھ گئیں۔اس کے بعد وہ شب وروز اللہ کی

عبادت میں مصروف رہتیں اور اپنے گناہوں پر روتی اور معافی مانگتی رہتی تھیں۔ اسی حالت میں انھوں نے چالیس سال گزار دیے، اور اسی حال میں اپنے رب سے جا ملیں۔(۱)

حضرت معاذ بن فضل فرماتے ہیں کہ شعوانہ اس قدر رویا کرتی تھیں کہ ہمیں ان کے اندھے ہوجانے کا خوف لاحق ہوگیا۔ ہم نے جب اس سلسلہ میں ان سے عرض کیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی عزت کی قسم! اللہ کی خشیت میں رو رو کر دنیا کے اندر اندھا ہوجانا اس سے بہتر ہے کہ آخرت میں جہنم کی آگ مجھے اندھا کرے۔(۲)

حضرت یحییٰ بن بسطام کہتے ہیں کہ میں شعوانہ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا اور دیکھتا تھا کہ وہ کس قدر روتی ہیں اور کس شدت سے گریہ وزاری کرتی ہیں۔ ایک دن میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ کسی دن تنہائی میں ملاقات کرکے ہم ان سے کہیں گے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ تھوڑی نرمی کا معاملہ کریں۔

ساتھی نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا؛ چنانچہ ایک موقع تلاش کرکے ہم لوگ ان

(۱) حکایات الصالحین:۴/۷۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۴۱۳۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا اچھا ہوا گر آپ نفس کے ساتھ کچھ نرمی برتیں اور اس کثرتِ گریہ وبکا میں کچھ کمی کریں، جو آپ چاہتی ہیں اس نرمی سے اس پر بڑی مدد لے گی۔

یہ بات سن کر وہ رونے لگیں بخدا میں اس قدر رونا چاہتی ہوں کہ میرے آنسو خشک ہوجائیں۔ پھر خون کے آنسو روؤں؛ یہاں تک کہ میرے جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ آنسو بن کر آنکھ سے بہہ جائے لیکن میں کہاں روتی ہوں، مجھے رونا کب نصیب ہوتا ہے؟ یہ جملے انھوں نے کئی مرتبہ کہے اور بے ہوش ہوگئیں۔(۱)

حضرت مالک بن ضیغم فرماتے ہیں کہ اہل اَبلہ کا ایک شخص اکثر میرے والد کے پاس

آیا کرتا، اور شعوانہ کی گریہ وبکا کی داستان بیان کیا کرتا تھا، تو ایک دن میرے والد نے اس سے فرمایا: آج ذرا مجھ سے اس کے رونے کی کیفیت بیان کرو۔

کہا: قسم بخدا! وہ صبح وشام روتی ہی رہتی ہے، رونے دھونے کے علاوہ اس کا کوئی کام ہی نہیں۔ والد نے کہا: میری مراد یہ نہیں میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس کے رونے کی ابتدا کیوں کر ہوتی ہے؟۔

کہا: اے مالک! جیسے ہی وہ ذکر مولا سنتی ہے زار وقطار رونے لگتی ہے، اس کی آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں، اور اس کی پلکوں سے آنسو کے قطرے خشیت مولا کے موتی بن کر ٹپکنے لگتے ہیں.....

یہ سن کر میرے والد بھی رونے لگے اور فرمایا: یقیناً خوف کی چنگاری نے اس کے دل کے چاروں کونے جلاڈالے ہیں۔

مزید فرمایا: آنسوؤں کی کمی بیشی دل کی جلن پر موقوف ہوتی ہے، جتنا دل جلتا ہے اُتنا آنسو بہتا ہے، حتیٰ کہ جب پورا دل سلگ اُٹھتا ہے تو اس سے حزن واُداسی جنم لیتی ہے

(۱) احیاء علوم الدین: ۴/۴۱۴۔

اور یہ حزن اسے سدا رونے پر انگیخت کرتا رہتا ہے، اور جب کسی کا یہ حال ہوجائے تو ایک ذرا سا ذکر بھی اسے پرغم بنا کر آمادۂ گریہ وبکا کردیتا ہے۔(۱)

شعوانہ اپنی دعا میں یوں کہا کرتی تھیں: اے اللہ! مجھے تیری ملاقات کا کتنا شوق ہے اور تیری جزا پانے کی کس قدر اُمید ہے۔ تیری ذات کریم سے امید کرنے والوں کی اُمیدیں مایوسی سے نہیں بدلتیں اور نہ مشتاقین کا شوق ضائع جاتا ہے۔

اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آچکا ہے اور میرے کسی عمل نے مجھے تجھ سے قریب نہ کیا ہو تو میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتی ہوں۔ اگر تو مجھے معاف کردے گا تو اس سلسلہ میں تجھ سے بہتر کون ہے۔ اور اگر مجھے عذاب دے گا تو تجھ سے زیادہ عادل کون ہے۔

اے اللہ! میں نے اپنے نفس کے لیے نظر کی جسارت کی، اب تیرے حسن نظر کی اُمید ہے۔ اگر تو نے اس پر نظر کرم نہیں فرمائی تو یہ تباہ و برباد ہو جائے گی۔

اے اللہ! تو نے تمام زندگی مجھ پر احسانات فرمائے ہیں، مرنے کے بعد بھی مجھ سے اپنے احسانات کا سلسلہ منقطع نہ کرنا۔ جس ذات نے زندگی میں مجھے اپنے کرم واحسان کا مستحق سمجھا ہے اسی ذات سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ موت کے بعد بھی مجھ پر بخشش کا دروازہ کھولے رکھے گی۔

اے اللہ! جب تو زندگی میں میرا ذمہ دار رہا تو مرنے کے بعد میں تیری نظر کرم سے کیسے مایوس ہوں!۔

اے اللہ! ایک طرف مجھے میرے گناہ ڈراتے ہیں دوسری طرف جو محبت تجھ سے ہے اس سے دل مطمئن ہوتا ہے۔ میرے معاملے میں اپنی شان کے مطابق نظر کر اور اس شخص کو بھی اپنے فضل واحسان سے محروم نہ کر جو جہالت کے نشے میں مدہوش ہے۔

---

(۱) صفۃ الصفوۃ:۳۱۴۔

اے اللہ! اگر تو میری رسوائی چاہتا تو مجھے ہدایت کیوں دیتا!، اور میری ذلت چاہتا تو میرے گناہوں کی پردہ پوشی کیوں فرماتا؟۔

اے اللہ! جس سبب سے تو نے مجھے ہدایت دی ہے اسے قائم رکھ اور جس سبب سے تو میری پردہ پوشی کرتا ہے اسے دائم رکھ۔

اے اللہ! میں نہیں سمجھتی کہ جس مقصد کے لیے میں نے عمر لگائی ہے اسے تو نامنظور کر دے گا۔

اگر میں نے گناہ نہ کیے ہوئے تو مجھے تیرے عذاب کا خوف نہ ہوتا اور اگر مجھے تیرے کرم کا علم نہ ہوتا تو میں تیرے اجر و ثواب کی امیدوار نہ ہوتی۔(۱)

ریحانۂ مجنونہ

حضرت ابوالربیع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں، محمد بن منکدر اور ثابت بنانی ایک شب ریحانہ مجنونہ کے پاس رہے، تو ہم نے دیکھا کہ ابتدائے شب میں کھڑی ہوئیں اور مسرت وشادمانی کے انداز میں یہ شعر پڑھا۔

قام المحب إلى المؤمل قومةً

كاد الفؤاد من السرور يطير

یعنی محبّ اپنے مرجع امید کے آگے اس طرح کھڑا ہے کہ اس کا دل خوشی سے اُڑتا جارہا ہے۔

آدھی رات ہوئی تو ان کی زبان پر یہ اشعار تھے :

لا تأنسن بمن توحشک نظرتُه

فتمنعن من التذكار في الظلم

(۱) احیاء علوم الدین:۴/۴۱۵۔

واجهد و كدَّ و كن في الليل ذا شجن

ليسقيک كأس وداد العز و الكرم

یعنی اس سے اُلفت نہ رکھ جس کے نظر اُٹھانے سے تجھے وحشت ہوجائے کیوں کہ یہ شے اندھیروں میں تجھے ذکر سے روک دے گی، اور راہِ حق میں محنت ومشقت کر، اور رات کو غمزدہ رہ، اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے اپنی دوستی اور بخشش کے جام سے نوازے گا۔

اور جب صبح کا وقت قریب ہوتو حسرت ویاس سے آہ بھرنے لگیں اور نالہ کرنے

لگیں، میں نے سبب پوچھا تو فرمایا :

ذھب الظلام بأنسه و بالفه ۞ لیت الظلام بأنسه یتجدد

یعنی رات اپنی تاریکی کے ہمراہ اپنے انس اور محبت کو بھی لے گئی۔ کاش! یہ تاریکی اسی انس کے ساتھ بار بار آتی۔(۱)

حضرت منیفہ بنت ابو طارق

حضرت منیفہ کا شمار حبرین کی مشہور عابدات میں ہوتا تھا، جب رات کی تاریکی چھاتی تو آپ اپنے نفس کو مبارک باد پیش کرتی ہوئی کہتیں کہ اے نفس! رات آ گئی جس میں مومن کی آنکھوں کی ڈھنڈک اور دل کا سرور رکھا گیا ہے، پھر آپ عبادت وریاضت میں مشغول ہو جاتیں......۔ آپ فرماتیں کہ قسم بخدا! جب تک میں اس دنیا میں زندہ ہوں کبھی بھی رات کی تاریکیوں میں نہیں سوؤں گی، بلکہ پوری رات اپنے مولا کے ذکر سے روشن رکھوں گی۔

(۱) روض الریاحین:۷۱ بحوالہ بزم اولیاء:۱۳۸ تا ۱۳۹۔

حضرت عامر بن ملیک بحرانی ایک کنیز سے حکایۃً نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک رات منیفہ بنت ابو طارق کے یہاں شب باش ہوئی، تو اس نے دیکھا کہ قیام لیل میں انھوں نے مندرجہ ذیل آیت کی تکرار کرتے کرتے صبح کر دی :

وَ كَيفَ تَكفُرُونَ وَ أنتُم تُتلٰى عَلَيكُمُ آيَاتِ اللّٰهِ وَ فِيُكُمُ رَسُولُهُ ، وَمَنْ يَّعْتَصِمُ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ o (سورۂ آل عمران:۳/۱۰۱)

اور تم (اب) کس طرح کفر کرو گے حالاں کہ تم وہ (خوش نصیب) ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں (خود) اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) موجود ہیں، اور جو شخص اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیتا ہے تو اسے ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جاتی ہے۔(۱)

حبیبہ عدویہ

حضرت حبیبہ عدویہ اپنے وقت کی عظیم عابدہ ومجاہدہ ہوئی ہیں۔ان کے حوالے سے آتا ہے کہ جب وہ عشا کی نماز پڑھ لیتی تھیں تو اپنے مکان کی چھت پر چڑھ جایا کرتی تھیں اور اپنے جسم کے اِردگرد کرتا اور دوپٹہ کس کر کہتی تھیں: اے اللہ! ستارے نکل آئے ہیں، آنکھیں نیند سے بوجھل ہوگئی ہیں، بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کرلیے ہیں، عاشق اپنے معشوق کے ساتھ خلوت میں چلے گئے،اور میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوگئی ہوں۔

پھر وہ اپنی نماز میں مشغول ہوجاتیں، جب فجر کا وقت ہوجاتا تو کہتیں: اے اللہ! یہ رات رخصت ہوگئی ہے اور دن نکل آیا ہے، مجھے نہیں معلوم کہ میری یہ رات تو نے قبول کی ہے یا نہیں؟ اگر قبول کرلی ہے تو میں اپنے آپ کو مبارک باد پیش کروں ورنہ اس کی تعزیت کروں۔

(۱) صفۃ الصفوۃ:۴۱۸۔

تیری عزت کی قسم! یہ میرا معمول رہے گا جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا۔اگر تو نے مجھے اپنے در سے جھڑک دیا تب بھی میں بھی تیرا در نہ چھوڑوں گی؛ اس لیے کہ میرا دل تیرے جود وکرم کے اَنوار سے روشن ہے۔(۱)

حضرت معاذہ عدویہ

شب خیزی اور اشک ریزی کی دنیا کا ایک معروف نام ہے معاذۃ عدویہ۔ یہ دراصل معروف تابعی حضرت صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ (م ۷۵ھ) کی اہلیہ ہیں، اور اپنے

شوہر ہی کی مانند عبادت و ریاضت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حصولِ فیض کیا تھا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی تلمیذات میں سے تھیں۔

آپ کی عادت یہ تھی کہ جب رات اپنے پَر پھیلا دیتی تو وہ کاروبارِ حیات سے اپنا تعلق کاٹ کر مالک الملک کے حضور خود کو پیش کر دیتیں اور عبادت میں انہاک ولگن کی کیفیت پیدا کرنے کی غرض سے خود کو مخاطب کر کے کہتیں کہ اے معاذۃ! شاید یہ تیری زندگی کی آخری رات ہو۔

پھر ان پر وہ کیفیت طاری ہوتی کہ شب بھر مصروفِ عبادت رہتیں، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ یوں ہی جب دن طلوع ہوتا تو کہتیں: شاید یہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو تو پورا دن ذکر و فکر میں گزار دیتیں۔ موسم سرما کو باریک کپڑے استعمال کرتیں تا کہ سردی لگنے سے نیند نہ آئے اور عبادت کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔

آپ پوری پوری رات تلاوتِ قرآن میں گزار دیتیں۔ جب نیند کا غلبہ ہونے لگتا تو گھر کے صحن میں یہ کہتے ہوئے چکر لگانے لگتیں: اے میری جان! تیرے سامنے لمبی نیند ہے۔ کل اپنی قبر میں عرصہ دراز کے لیے تو نے سونا ہے یا تجھے حسرت کی نیند سونا ہوگا یا خوشی کی نیند۔ پھر اپنے آپ سے خطاب کرتے ہوئے کہتیں: اے معاذۃ! آج تو دنیا میں اپنے لیے وہ چیز پسند کر جو تجھے کل آخرت میں پسند ہے۔(۱)

حضرت عمرۃ

حضرت حبیب عجمی کی زوجہ محترمہ حضرت عمرہ بھی اپنے وقت کی بڑی عابدہ زاہدہ ہوئی ہیں۔ ایک رات وہ نمازوں میں مشغول تھیں اور ان کے شوہر ابھی تک سو رہے تھے۔ وقتِ سحر قریب آ گیا اور وہ یوں ہی سوئے رہے۔ تو حضرت عمرہ نے انھیں بیدار کر کے کہا:

شوہر نامدار! اب تو اُٹھیے، دیکھیے کاروانِ شب کوچ کر چکا ہے، سپیدۂ سحر نمودار ہونے کو ہے، آپ کے سامنے ایک لمبا سفر ہے، اور زادِ راہ کچھ بھی نہیں۔ صالحین کے قافلے ہمارے سامنے رخصت ہوگئے اور ہم یہیں کے یہیں پڑے رہ گئے۔(۲)

حضرت عجردہ عمیہ

آپ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ رات بھر عبادت کرتی تھیں حالاں کہ آنکھوں سے معذور تھیں؛ مگر جب سحر کا وقت ہوتا تو اونچی اور غمگین آواز میں کہتیں: عابدوں نے تجھ تک پہنچنے ہی کے لیے رات کی مسافت طے کی ہے۔ وہ تیری رحمت اور فضل ومغفرت کی طرف سبقت کرتے ہیں۔

اے اللہ! میں تجھی سے مانگتی ہوں، تیرے غیر سے نہیں مانگتی کہ مجھے سبقت کرنے والوں میں سرفہرست کر اور مجھے علیین میں مقربین کا درجہ عطا کر اور مجھے اپنے نیک

(۱) صفۃ الصفوۃ:۲۲/۴۔

(۲) احیاء علوم الدین:۴۱۴/۴......صفۃ الصفوۃ:۴۰۶/۱۔

(۳) فتاویٰ الاسلام سوال وجواب:۳۷۴۰/۱۔

بندوں میں شامل کر، تو انتہائی رحم اور کرم والا ہے، تو تمام بڑوں سے بڑا اور تمام بلندیوں سے بلند ہے۔

یہ دعا مانگ کر وہ سجدے میں گر جاتیں؛ یہاں تک کہ ان کے سجدے میں گرنے کی آواز آس پاس میں سنی جاتی، پھر وہ سجدے ہی میں صبح کی نماز تک دعائیں مانگتی رہتیں اور روتی رہتیں۔(۱)

حضرت بریرۃ

حضرت ابن العلاء السعدی کہتے ہیں کہ میری چچازاد بہن ''بریرہ'' بڑی عبادت گزار اور نہایت پرہیزگار خاتون تھیں۔ وہ کثرت سے تلاوت کلام اللہ کیا کرتی تھیں اور تلاوت کے دوران مسلسل روتی رہتیں۔ زیادہ رونے کے باعث ان کی آنکھیں ضائع ہوگئی تھیں۔

ایک مرتبہ ہم سب چچازاد بھائیوں نے پروگرام بنایا کہ بریرہ کے پاس جائیں گے اور اس قدر رونے پر انھیں ملامت کریں گے؛ چنانچہ ہم سب اس کے یہاں پہنچے اور اس کی خیر و عافیت دریافت کی۔

اس نے کہا: ہم اجنبی مہمان زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کوئی ہمیں بلائے اور ہم جائیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ اس طرح کب تک روتی رہیں گی، اب تو آنکھیں بھی چلی گئیں۔ انھوں نے کہا: اگر اللہ کے یہاں میری آنکھوں کے لیے کچھ بہتری ہے تو مجھے ان کے ضائع ہوجانے پر کوئی ملال نہیں ہے اور اگر اللہ کے یہاں ان کی کچھ برائی ہے تو پھر انھیں اور رونا چاہیے۔

(۱) مختصر قیام اللیل محمد بن نصر مروزی: ۱/۱۱۱ حدیث: ۹۰...... التجد وقیام اللیل: ۱/۴۶ حدیث: ۴۳...... صفۃ الصفوۃ: ۴/۳۱...... احیاء علوم الدین: ۴/۴۱۴۔

ان کی یہ عارفانہ بات سن کر ہم میں سے کسی شخص نے کہا کہ یہاں سے چلو، ان کا حال دوسرا ہے، ان کا حال ہمارے جیسا نہیں ہے۔(۱)

زوجۂ ہیثم بن حجاز

ہیثم بن حجاز کی بیوی بڑی اللہ والی تھی، شب خیزی اور اشک ریزی نہ صرف اس کا معمول تھا بلکہ اپنے شوہر کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوشش کرتی تھی۔ ہیثم کہتے ہیں کہ وہ تو ساری ساری رات جاگ کر ذکر اللہ کیا کرتی اور میرے اندر ساری رات

جاگنے کی سکت نہ تھی، کچھ دیر اس کا ساتھ دیتا اور پھر اونگھ آنے لگتی مگر وہ مجھے سونے نہ دیتی بلکہ پانی کے چھینٹے مار کر مجھ کو بیدار کردیتی اور کہتی: کیا آپ کو اللہ سے حیا نہیں آتی؟ غفلت و اِعراض کا یہ حال کب تک رہے گا اور اس کی بارگاہ میں رجوعِ کامل آپ کو کب نصیب ہوگا؟۔

کہتے ہیں کہ پھر اللہ کا کچھ ایسا کرم ہوا کہ اس کے بار بار یاددہانی کرانے سے شب خیزی اور اشک ریزی کی وہ دولت مجھے بھی نصیب ہوگئی۔(۲)

حضرت رحلہ

حضرت خواص فرماتے ہیں کہ ہم مشہور عابدہ ''رحلہ'' کے یہاں گئے۔انھوں نے اتنے روزے رکھے تھے کہ سیاہ پڑگئی تھیں، اس قدر آنسو بہائے تھے کہ آنکھوں سے محروم ہوگئی تھیں اور اس قدر نمازیں پڑھی تھیں کہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئی تھیں۔جس وقت ہم لوگ ان کے پاس پہنچے وہ بیٹھی ہوئی نمازیں پڑھ رہی تھیں۔

(۱) احیاء علوم الدین:۴/۴۱۵۔

(۲) موسوعۃ الخطب والدروس:۲۔

ہم نے انھیں سلام کیا اور اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم اور فضل و اِحسان پر کچھ گفتگو کی تاکہ وہ اپنے نفس پر قدرے نرمی کریں۔ہماری بات سن کر انھوں نے ایک چیخ ماری اور کہنے لگیں کہ میں اپنے نفس سے زیادہ واقف ہوں؛ اس لیے میرا دل زخمی ہے اور کلیجہ چھلنی ہے۔سوچتی ہوں کاش! اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا اور میں کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتی۔یہ کہہ کر وہ پھر نماز میں مشغول ہوگئیں۔(۱)

نیک بخت خاتون

منقول ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے زمانے میں ایک عورت کی عبادت وریاضت اور اس کی گریہ وزاری کا بڑا چرچا تھا۔ حضرت بایزید ایک مرتبہ اس کی ملاقات کے لیے گئے اور اس سے کمالِ شفقت سے فرمایا کہ اے نیک بخت! بہت نہ رویا کر کیوں کہ زیادہ رونا بینائی کو ضرر پہنچاتا ہے۔

یہ سن کر اس نیک خاتون نے بے ساختہ جواب دیا: اے شیخ! جن آنکھوں کو قیامت کے دن دیدارِ الٰہی کی دولت نصیب ہونے والی ہے انھیں دنیا میں اندھی ہوجانے کا کوئی غم نہیں اور جو آنکھیں اس نعمت سے محروم رہیں وہ یقیناً اس قابل ہیں کہ اندھی ہی ہوجائیں۔(۲)

حضرت عبداللہ بن الحسن کہتے ہیں کہ میری ایک رومی باندی تھی اور میں اسے بہت چاہتا تھا۔ ایک شب وہ میرے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی، میری آنکھ لگ گئی، رات کے کسی پہر آنکھ کھلی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ بستر پر نہیں ہے۔ میں اسے تلاش کرنے کے لیے بستر سے اُٹھا، میں نے دیکھا کہ وہ سجدے میں پڑی زاروقطار رورہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! اس محبت کی وجہ سے جو تجھے میرے ساتھ ہے میری مغفرت فرما۔

(۱) احیاء علوم الدین: ۴/۴۱۵۔ (۲) مقاصد الصالحین: ۲۷۔

میں نے کہا: یوں مت کہہ کہ جو محبت تجھے میرے ساتھ ہے بلکہ یوں کہہ کہ جو محبت مجھے تیرے ساتھ ہے۔ وہ کہنے لگی اے میرے آقا! اسی محبت کی وجہ سے اس نے مجھے شرک سے نکال کر اسلام تک پہنچایا اور اسی محبت کی وجہ سے اس نے میری آنکھ کو جاگنے کی قوت بخشی جب کہ اس کی مخلوق خوابِ راحت میں مست ہوتی ہے۔(۱)

دوشب زندہ دار بہنیں

حضرت محمد بن قدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبشر کو کہتے سنا کہ حضرت منصور بن معتمر

کی ایک ہمسایہ تھی، جس کے پاس دو نیک بچیاں تھیں، جو صرف رات گئے اس وقت چھت پر چڑھتیں جب لوگ سوچکے ہوتے۔ ان میں سے ایک نے ایک دن اپنی ماں سے پوچھا: امی جان! فلاں چھت کے اوپر جو ستون کھڑا رہتا تھا، وہ اب کہاں چلا گیا، کئی دنوں سے نظر نہیں آیا۔

ماں نے کہا: بیٹی! وہ کوئی ستون نہیں تھا بلکہ وہ وقت کے عظیم بزرگ حضرت منصور بن معتمر تھے جو پوری رات شب بیداری فرماتے اور ابھی ایک رکعت بھی نہ پوری کر پاتے کہ شب کا سفر ختم ہو جاتا۔

بیٹی نے کہا: امی جان! کیا وہ عبادت و بندگی کی اس منزل پر فائز تھے، یقیناً محض ایسی جی توڑ عبادتیں ہی آتش جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ خیر! تو ان کا کیا بنا جو کئی دنوں سے نظر نہیں آئے؟۔ فرمایا: وہ انتقال کر گئے۔.....

چنانچہ میں نے اس کے لیے بالوں کا ایک گھروندا بنا دیا، اس کی دوسری بہن بھی اس میں اتر گئی، اور دونوں نے بیس سال تک مسلسل اللہ کی عبادت و بندگی میں گزار دی، حال یہ تھا کہ دونوں رات بھر جاگتیں اور دن میں روزے رکھتیں۔(۲)

(۱) احیاء علوم الدین: ۴/۴۱۴۔ (۲) صفۃ الصفوۃ: ۱/۳۴۷۔

باطن کے درندے

عیسیٰ بن مالک خولانی -جن کا شمار عابدین میں ہوتا ہے- ایک راہب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑے ہوئے دیکھا، وہ انتہائی مضطرب، بے چین اور غمگین نظر آتا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے ابھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں گے۔

میں نے اس سے کہا: اے راہب! اگر تم کچھ وصیت کرنا چاہتے ہو تو ضرور کرو، میں

یاد رکھوں گا۔اس نے کہا: اے عزیز! میں تجھے کیا نصیحت کروں، اگر تجھ سے ممکن ہو تو اس شخص کی طرح رہنا جسے چاروں طرف سے درندے اور حشرات الارض گھیرے ہوئے ہوں، وہ شخص ہر وقت خوف زدہ رہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر میں ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہو گیا تو یہ درندے اور حشرات الارض میری جان لے لیں گے۔ایسے شخص کی رات بھی خوف میں گزرتی ہے گو غافل سکون کی نیند سوئیں۔اور دن بھی اضطراب میں کٹتا ہے اگرچہ ناکارہ لوگ عیش میں بسر کریں۔پھر وہ راہب مجھے میرے حال پر چھوڑ کر چلنے لگا۔ میں نے اس سے کہا: اگر تم کچھ اور بھی کہتے تو مجھے کچھ زیادہ ہی نفع ہوتا۔وہ کہنے لگا: پیاسے کو جس قدر بھی پانی مل جائے غنیمت ہوتا ہے۔

یہ بات اس راہب نے بالکل صحیح کہی ہے؛اس لیے کہ صاف قلوب پر معمولی خوف بھی بہت زیادہ اَثر انداز ہوتا ہے،اور غافلوں کو خواہ کتنا ہی ڈراؤ وہ اپنے حال پر رہتے ہیں اور ذرا نہیں بدلتے۔

راہب نے جو مثال بیان کی ہے وہ فرضی نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یہی صورت ہے۔اگر آدمی غور سے دیکھے اور اپنے باطن کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ مختلف قسم کے درندوں اور زہریلے جانوروں سے لبریز ہے۔مثلاً غضب،شہوت،حقد،حسد،کبر، عجب،اور ریا وغیرہ۔

یہ تمام اوصاف درندے ہی تو ہیں جو ہر وقت اسے چیرتے پھاڑتے رہتے ہیں؛ بشرطیکہ وہ غافل ہو،تاہم انسان کو ان باطنی درندوں کی درندگی اور موذی جانوروں کی اذیت کا اِحساس نہیں ہو پاتا، جب پردہ اُٹھایا جائے گا اور بے جان جسم کے ساتھ قبر میں لٹایا جائے گا جب دیکھے گا کہ ان درندوں نے تجھے کس قدر نقصان پہنچایا ہے اور ان کیڑے مکوڑوں نے تیری روح کو کس قدر زہریلی بنا دیا ہے اس وقت یہ سب اوصاف اَجسام بن کر قبر میں آئیں گے اور سانپ بچھو بن کر اس کے جسم کو گھیر لیں گے،اس وقت معلوم ہوگا کہ

باطن کے درندوں سے بچنے کی تاکید کیوں کی جاتی تھی۔

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ ان درندوں پر قابو پالے یا ان موذی جانوروں کو ہلاک کردے تو تجھے موت سے پہلے ان پر قابو پانا ہوگا، اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ان کے قتل کا سامان کرنا ہوگا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھ یہ درندے اور کیڑے تجھے نوچ نوچ کر کھا ڈالیں گے۔(۱)

اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرنے والے

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی دوست پر وحی نازل فرمائی کہ میرے بعض بندے ایسے ہیں جو مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں اور میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ میرا اشتیاق رکھتے ہیں، میں ان کا اشتیاق رکھتا ہوں۔ وہ میرا ذکر کرتے ہیں، میں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ میری طرف دیکھتے ہیں، میں ان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اگر تو ان کی راہ چلا تو میں تجھ سے محبت کروں گا اور اگر ان کی راہ سے ہٹا تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گا۔

(۱) احیاء علوم الدین: ۱۸۹/۴۔

اس شخص نے عرض کیا: اے مالک ومولا! ان کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: وہ دن کے سائے کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی شفیق چرواہا اپنی بکریوں کو دیکھتا ہے، اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق رہتے ہیں جیسے پرندہ شام کے وقت اپنے آشیانے کا مشتاق ہوتا ہے۔ جب رات اپنے بازو پھیلا دیتی ہے، اور ہر طرف تاریکی چھا جاتی ہے، بستر بچھ جاتے ہیں، راز آشکار ہو جاتے ہیں، حبیب اپنے محبوب کے پہلو میں پہنچ جاتا ہے تب یہ لوگ میرے لیے قدم اُٹھاتے ہیں، اپنا سر ٹیکتے ہیں، پھر میرے کلام کے ذریعہ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں، اور میرے انعام کے حوالے سے میری خوشامد کرتے ہیں۔ ان میں سے

بعض چیخ چیخ کر آہ وزاری کرتے ہیں، بعض گھٹ گھٹ کر روتے ہیں۔کوئی واویلا کرتا ہے، کوئی شکوہ بہ لب کھڑا رہتا ہے، کوئی قیام میں ہوتا ہے، اور کوئی سجدہ ورکوع میں۔

ان کے تمام شکوے، مشقتیں اور مجاہدے اپنی جگہ، سب سے پہلے میں انھیں تین چیزیں دوں گا۔ایک تو یہ کہ میں اپنا نور ان کے دل میں ڈال دوں گا کہ وہ میرے بارے میں خبر دیں جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں، دوسری یہ کہ آسمان زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے اگر ان کے مقابلے میں آئے تو ان کی خاطر ان چیزوں کو حقیر سمجھوں گا۔ تیسری یہ کہ میں اپنا روے اقدس ان کی طرف کروں گا اور تو جانتا ہے کہ میں جس کی طرف اپنا چہرہ کرتا ہوں وہ سمجھتا ہے کہ میں اسے کیا دینا چاہتا ہوں۔(۱)

(۱) احیاء علوم الدین مترجم: ۴۸۶۔

حورالعین کا مہر

حضرت ازہر رحمہ اللہ- جن کا شمار شب بیداروں میں ہوتا ہے- کے تعلق سے آتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: ایک شب میں نے ایک بلا کی حسین پری صفت عورت خواب میں دیکھی جس کی صورت وشباہت دنیا کی عورتوں سے بالکل جدا تھی۔ میں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟۔

کہنے لگی: میں حورِعین ہوں۔

میں نے کہا: مجھے اپنا جوڑا بنالو۔

بولی: ٹھیک ہے، لیکن پہلے میرے مولا کی بارگاہ میں مہر دین تو اَدا کردو۔

میں نے کہا: کیا مہر ہے تمہارا؟۔

بولی: شب بیداری اور تہجد کی طویل رکعتیں!۔

(۱) موسوعۃ الاخلاق والزہد والرقائق: ۱۰۳۔

فتح موصلی کے خون کے آنسو

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت فتح موصلی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے رو رہے ہیں اور آنسو ان کے ہاتھوں پر گر رہے ہیں۔ میں قریب جا کر دیکھا تو ان کے آنسو سرخی مائل تھے۔

میں نے کہا: اے فتح! خدا کی قسم، کیا آپ خون کے آنسو بہا رہے ہیں؟۔ انھوں نے کہا: اگر تم مجھے خدا کی قسم نہ دیتے تو میں ہرگز نہ بتلاتا کہ ہاں واقعی میں خون کے آنسو روتا ہوں۔

میں نے پوچھا: تم کیوں روتے ہو؟۔ فرمایا اس بات پر کہ میں اللہ تعالیٰ کے واجبات اَدا نہیں کر پاتا اور خون اس لیے رو رہا ہوں کہ کہیں آنسو بے موقع نہ نکلے ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں پس انتقال ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی ہے۔

میں نے پوچھا: اور تمہارے خونیں آنسوؤں کا کیا بنا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا اور فرمایا کہ اے فتح! تم نے آنسو کیوں بہائے؟۔

میں نے عرض کیا: مولا! تیرا حق صحیح طور پر ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے۔ فرمایا: اور خون کیوں بہایا؟۔

میں نے عرض کیا: اس خوف سے کہ کہیں آنسو بے موقع نہ نکلے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے فتح! تو اس سے کیا چاہتا تھا، میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں، تیرے دونوں نگہبان فرشتے چالیس برس تک تیرے اعمال نامے لائے اور ان میں کوئی خطا نہیں تھی۔(۱)

منصور بن معتمر کی شب بیداری

حضرت منصور بن معتمر کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص انھیں دیکھتا تو کہتا کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑی ہے، آنکھیں نیچی، آواز پست۔ آپ کی آنکھیں ہر وقت نم رہتیں۔ ذرا سی حرکت کرتے آنسو بہنے لگتے۔

(۱) احیاء علوم الدین: ۴۱۰/۴۔

آپ راتوں میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ ان کے گھر والوں کو ان پر رحم آنے لگتا تھا اور شب بیداری وگریہ وزاری کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں سرخی وآشوبِ چشم کی سی کیفیت رہنے لگی تھی؛ مگر آپ اپنی شب بیداری کو چھپانے کے لیے صبح کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور چہرے پر تیل کی مالش کر کے اپنی درسگاہِ حدیث میں اس شان سے بیٹھتے کہ گویا ساری رات نیند بھر سو چکے ہیں۔

ان کی والدہ کہا کرتی تھیں: بیٹا! تو یہ کیا کرتا ہے، تمام رات روتا ہے، کسی بھی وقت چپ نہیں رہتا، شاید تو نے کسی کو قتل کر دیا ہے، یا کسی پر کوئی بڑا ظلم کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہاں! امی جان میں نے اپنے نفس کو قتل کیا ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔(۱)

عامر بن عبداللہ کا مجاہدہ

کسی شخص نے حضرت عامر بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ آپ دوپہر کی پیاس اور رات کے جاگنے پر کیسے صبر کر لیتے ہیں؟۔ کہنے لگے اس طرح کہ دن کے کھانے کو رات پر ملتوی کر دیتا ہوں اور رات کے کھانے کو دن پر۔ اور اس میں کوئی زیادہ مشکل بھی نہیں پیش آتی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے طلب گار

میٹھی نیند سوتے ہوں اور نہ دوزخ جیسی کوئی چیز دیکھی جس سے بھاگنے والے خوابِ خرگوش کے مزے لوٹتے ہوں۔

جب رات آتی تو فرماتے کہ آگ کی حرارت نے رات کی نیند ضائع کر دی، پھر صبح تک جاگتے رہتے۔ صبح ہوتی تو فرماتے کہ آگ کی حرارت نے دن کی نیند خراب کر دی ہے۔ پھر دن بھر جاگتے رہتے یہاں تک کہ رات آ جاتی۔ رات کے آنے پر فرماتے کہ جو شخص ڈرتا ہو اسے رات ہی کو چل دینا چاہیے، صبح کے وقت رات کا چلنا اچھا لگتا ہے۔(۲)

(۱) احیاء علوم الدین: ۴/۴۱۱۔ (۲) حلیۃ الاولیاء: ۱/۲۵۸......التخویف من النار: ۱/۴۴۔

جب عمامہ آنسوؤں سے تر ہو گیا

حضرت عامر بن عبد قیس کا معمول تھا کہ تہجد گزاری کرنے کے بعد جب سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے قریب آتا تو وہ یوں دعا کرتے: اے اللہ! اب لوگ بازاروں میں جانے کے راہ دیکھ رہے ہیں، اور ہر کوئی اپنی اپنی ضرورت کی طرف چل کھڑا ہوا ہے اور میری تو تجھ سے بس ہی حاجت ہے کہ 'مجھے بخش دے'۔ آپ پوری پوری رات بیدار رہتے اور اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے آپ کے عمامے تک تربتر ہو جاتے۔()

() موسوعۃ الاخلاق والزہد والرقائق: ۱۰۶۔

قاسم بن راشد کی نماز

حضرت قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہیں کہ حضرت زمعہ 'مقام حصیب میں ہمارے گھر مہمان تھے، ان کے ساتھ ان کی بیوی اور لڑکیاں بھی تھیں۔ ان کا دستور تھا کہ وہ رات میں دیر تک نماز پڑھا کرتے تھے، پھر جب صبح ہوتی تو بآواز بلند کہتے: اے آرام کرنے والو! کیا تم رات اسی طرح سوتے رہو گے، اٹھو کیا چلنے کا اِرادہ نہیں ہے۔

ان کی آواز سن کر تمام لوگ بیدار ہو جاتے، کوئی رونے لگتا، کوئی قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دیتا، اور کوئی وضو کرنے بیٹھ جاتا۔ جب فجر کا وقت ہوتا تو بلند آواز سے کہتے کہ صبح کے وقت رات کا چلنا پسند کیا جاتا ہے۔(۱)

رونے سے بہتر کوئی عمل نہیں

مشہور عابد حضرت ابو یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے عبادان کے اندر ایک عابد شب زندہ دار کو دیکھا جو رات دن روتا رہتا تھا، رونے کے علاوہ اس کا کوئی کام ہی نہ تھا، میں نے اس سے پوچھا: میرے بھائی! آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟۔

یہ سن کر اس کی گریہ وزاری اور بڑھ گئی اور روتے روتے کہنے لگا: اگر میں نہ روؤں تو کیا کروں کیا رونے سے بہتر بھی کوئی عمل ہے، یہ کہتے کہتے بے ہوش ہو گیا۔(۲)

حضرت ابو یحییٰ جو خود یکے از شب زندہ داران تھے کہتے ہیں کہ میں نے عبادان کے اندر ایک عبادت گزار کو دیکھا جس کی صبح و شام گریہ و بکا میں بیتتی تھی۔ اس کی اس کثرت

(۱) احیاء علوم الدین:۴/۴۱۲......التہجد وقیام اللیل:۱/۱۷حدیث:۶۶......صفۃ الصلوٰۃ:۱/۲۲۹......مواعظ ابن جوزی:۱/۶......الیاقوتۃ:۱/۶۹......لطائف المعارف:۱/۴۳......المنتظم:۳/۷۳۔

(۲) صفۃ الصفوۃ:۴۱۶۔

گریہ کو دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا، ایک دن میں نے اس سے پوچھا: میرے دوست! یہ بتاؤ کہ تم اتنا روتے کیوں ہو؟۔

کہتے ہیں کہ میرے اس سوال نے اس کی آہ وزاری کو اور بڑھا دیا اور روتے ہوئے گویا ہوا: میرے بھائی! یہ بتائیں کہ اگر میں نہ روؤں تو اور کیا کروں، کیا رونے سے بہتر بھی کوئی عمل ہے، اتنا کہنے پایا تھا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔(۱)

قتل کی نحوست

حضرت ابن عجلان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بڑے مشہور عالم کی دم نزع میں پہنچے، میں نے اس سے زیادہ خشیت خداوندی رکھنے والا شخص آج تک نہ دیکھا تھا۔ ہم نے انھیں کلمہ شہادت کی تلقین کی، وہ زبان سے ادا تو کرنا چاہ رہے تھے مگر کہنے پر قدرت نہیں تھی۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا :

حبلي بيني و بينها، و ذلک باني قتلت نفسا في شبابي، فنعوذ بالله من مكره . (۲)

یعنی اس وقت میرے اور اس کے درمیان ایک رسی حائل ہو چکی ہے۔ اور ایسا اس وجہ سے ہوا ہے کہ میں نے اپنی جوانی کے دنوں میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ پس ایسی ہولنا کی سے اللہ کی پناہ۔

شب بیداری اور ذکر کی اہمیت

یکے از صالحین کا قول ہے :

(۱) الرقۃ والبکاء ابن ابی الدنیا: ۱/۱۷۵ حدیث: ۲۵۹۔
(۲) الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح: ۱/۲۴۔

لي أربعون سنة ما غمني إلا طلوع الفجر . (۱)

یعنی میری زندگی کے چالیس برسوں میں رات اس طرح دبے پاؤں گزر گئی کہ طلوعِ فجر کے سبب مجھے اس کا جانا معلوم ہوا۔

یکے از ساداتِ کرام کا قول ہے :

من كان الذكر في الخلوة جليسه، كان المذكور في الوحدة

أنیسه . (۲)

یعنی خلوت کی گھڑیوں میں ذکر الٰہی جس کا رفیق و راز دار بن جائے، تو تنہائی میں یاد کیا جانے والا (اللہ رب العزت) اس کا مونس و غمخوار بن جاتا ہے۔

ایک مردِ صالح کی گریہ وزاری

کسی مردِ صالح کے بارے میں آتا ہے کہ جب اسے معلوم ہوا کہ گریہ و بکا کی کثرت تکبر کا قلعہ قمع کردیتی ہے تو وہ اتنا رویا کہ اس کی بینائی ہی جاتی رہی۔(۳)

ایک شخص کا معمول تھا کہ وہ رات دن صرف رویا کرتا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا:

أخاف أن یکون اللّٰه تعالیٰ رآني علی معصیة، فیقول: مر عني فإني غضبان علیک . (۴)

یعنی مجھے اس بات کا خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی گناہ کرتے وقت دیکھ لیا ہو۔ (اور جب میری اس کے روبرو پیشی ہو تو) وہ کہہ دے: اس کو میرے سامنے سے ہٹاؤ، میں اس سے خفا ہوں۔

(۱) الزہر الفائح:۳/۱۔ (۲) الزہر الفائح:۲۷/۱۔
(۳) الزہر الفائح:۳۲/۱۔ (۴) الزہر الفائح:۳۰/۱۔

عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے والے

کئی بزرگان دین کے بارے میں یہ بات مشہور ہے اور صحت کے ساتھ مروی ہے کہ وہ تیس تیس سال اور چالیس چالیس برس تک رات بھر اللہ کی عبادت و ریاضت میں بیدار رہے۔ یوں ہی بعض اَسلافِ کرام رات دن گریہ وزاری کرتے رہے۔ جب ان سے

اس کی وجہ پوچھی جاتی تو روتے ہوئے کہتے: ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے روبرو پیشی کے وقت کہیں وہ یہ نہ کہہ دے: انھیں میری آنکھوں سے دور کردو، میں ان سے خفا ہوں۔

حضرت ابوطالب مکی علیہ الرحمہ تمام رات عبادت کرنے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ چالیس کے قریب ایسے تابعی ہیں جو تیس سے لے کر چالیس سال تک رات بھر عبادت کے لیے جاگتے رہے اور نمازِ عشا کے وضو کے ساتھ نماز فجر ادا کرتے رہے، ان میں سے بعض کے اسماے گرامی حسب ذیل ہیں :

حضرت سعید بن مسیّب...... حضرت صفوان بن سلیم مدنی...... حضرت فضیل بن عیاض...... حضرت ابوسلیمان درانی...... حضرت علی بن بکار شامی...... حضرت وہیب بن ورد مکی...... حضرت طاؤس...... حضرت وہب بن منبہ...... حضرت یمانی...... حضرت ربیع بن خشیم...... حضرت حکم بن حسینہ کوفی...... حضرت ابوعبداللہ حواض...... حضرت ابو عاصم عبادی...... حضرت حبیب ابومحمد...... حضرت ابو جابر سلمان فارسی...... حضرت مالک بن دینار...... حضرت سلیمان تیمی...... حضرت یزید رقاشی...... حضرت حبیب بن ابی ثابت بصری...... حضرت یحییٰ البکاء بصری علیہم الرحمۃ والرضوان۔ موخرالذکر ایک ماہ میں نوے (۹۰) بار قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے، اور اگر کوئی آیت سمجھ میں نہ آتی تو اسے دوبارہ پڑھتے۔ اہل مدینہ میں سے اکثر ایسے لوگ ملتے ہیں جن میں ابوحاتم اور محمد بن منکدر جیسے مدنی تابعین مشہور ہیں۔(۱)

(۱) قوت القلوب ابوطالب مکی: ۱/۸۱۔

شب خیزی سے محرومی کیوں؟

شب خیزی کی توفیق اللہ رب العزت کی طرف سے عطا ہوتی ہے لیکن اگر توفیق ملنے کے بعد اس کو برقرار رکھنے میں غفلت برتی جائے تو قیامِ شب سے محرومی ہمیشہ کا مقدر بن

جاتی ہے۔اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ گناہوں سے کلیتًا اجتناب کیا جائے۔حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ نے اس محرومی کے حوالے سے صوفیہ کرام کے درج ذیل اقوال نقل فرمائے ہیں :

حضرت حسن بصری سے کسی نے دریافت کیا: اے ابوسعید! میں تندرستی کی حالت میں رات بسر کرتا ہوں، عبادت کے لیے رات کو اُٹھنا چاہتا ہوں، اپنا سامانِ طہارت او روضو بھی تیار رکھتا ہوں پھر کیا بات ہے کہ میں نہیں اُٹھ پاتا؟۔

انھوں نے فرمایا: تمہارے گناہوں نے تمہیں مقید کرلیا ہے، اس لیے دن کے وقت گناہوں سے بچنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ وہ رات کے وقت کو مقید کرلیں۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے شب بیداری اور دن کے روزے سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ نوری علیہ الرحمہ خود اَپنا حال بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کسی گناہ کا ارتکاب کرلیا، نتیجے میں سات مہینے تک شب بیداری کی توفیق سے محروم رہا۔ان سے پوچھا گیا وہ کون سا گناہ تھا؟۔

انھوں نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو روتے دیکھا اور دل میں خیال کیا کہ یہ ریاکاری کا رونا رو رہا ہے۔

ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں کرز بن وسرہ علیہ الرحمہ کے پاس گیا، وہ رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا: کیا بات ہے، کیا کسی قریبی دوست کی وفات ہوگئی ہے؟۔

انھوں نے فرمایا: اس سے بھی سخت بات ہے۔

میں نے پوچھا: کوئی تکلیف اور درد ہے؟۔

فرمایا: اس سے بھی سخت بات ہے۔

میں نے پوچھا: پھر آخر بات کیا ہے؟۔

فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہے، پردہ لٹک رہا ہے اور گزشتہ رات کو میں اپنا وِرد نہیں کرسکا، اور یہ صرف ایک گناہ کے باعث ہوا۔

اسی طرح اگر ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، صلحا واولیا اور دیگر برگزیدہ لوگوں کی زندگیوں میں خوفِ الٰہی کی کیفیات کا بغور مطالعہ کریں، ان کی اشک ریزیوں پر نظر کریں اور اُن کے واقعات کو چشم تصور میں لائیں تو شرم وندامت سے پانی پانی ہو جائیں کہ اس قدر عظیم ہستیاں جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ یادِ الٰہی اور ذکر الٰہی میں صرف ہوا مگر پھر بھی وہ کس طرح مخلوق کے سامنے مجرم وخطا کار کی طرح رہا کرتی تھیں۔

اگلے لوگ کتنے اچھے لوگ تھے، اچھے زمانے تھے، اچھی سنگتیں تھیں، جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ خشیت کے ساتھ اُچھا تھا، جنھوں نے اپنے من سے تکبر کے لات وہبل پاش پاش کردیے تھے، جن کے اندر ''میں'' اور ''اَنا'' نام کی کوئی شے نہ بچی تھی، جو بندگی کے راز سے آشنا ہو گئے تھے، جو سراپا عبدیت تھے، سراپا عجز ونیاز تھے، اللہ ہمیں بھی اُن اچھوں کے صدقے اچھا کردے۔

لمحہ فکریہ

عزیزانِ گرامی! ذرا چشم تصور سے دیکھیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ذرا اپنی فکر کو آنچ دے کر پوچھیں کہ ہم تاہنوز کن کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ غور سے سنیں بابُ العلم فاتح خیبر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دل جب تک حبِّ دنیا اور جاہ

ومنصبِ دنیا میں مشغول رہیں، اور طلب دنیا اور مال ومنالِ دنیا کی حرص میں بک ٹٹ بھاگتے رہیں، تو نہ تو دلوں کو رقت ملتی ہے اور نہ آنکھوں کو گریہ نصیب ہوتا ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ دلوں کو نرم کرنے اور اسے اللہ کی یاد میں محو کر دینے کا کیا طریقہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ دلوں کو رقت آمیز کرنے اور اللہ سے لو لگانے کا بہترین طریقہ گریہ وبکا ہے۔ اور صحیح معنوں میں گریہ وزاری اسے نصیب ہوتی ہے جو اس دنیا کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

الدنیا حلم و الاغترار بھا ندم .

یعنی یہ دنیا ایک خواب ہے (لوگو! جاگو اس خواب سے) اور اس دنیا کے اندر دھوکا کھانا اپنے آپ کو (آخرت میں) شرمندہ ونادم کرنے کے مترادف ہے۔

الدنیا سوق الخسران .

یعنی دنیا خسارے کا بازار ہے جو دنیا کا سوداگر بنا اس نے خود کو خسارے کے بازار میں ڈال کر ہلاکت خرید لی۔

الدنیا مصرع العقول .

یعنی دنیا عقلوں کی مقتل اور قتل گاہ ہے، جو اس دنیا کی محبت میں فنا ہو گیا اس کی عقل جاتی رہی اور خدا کی معرفت سے محروم ہو گیا۔

الدنیا ضحکۃ مستعیر .

یعنی یہ دنیا اُدھار مانگی ہوئی ایک مسکراہٹ ہے۔ جو لوگ اس دنیا کے دھوکے میں ہیں جن کا مطمح نظر مال ودولت کمانا، کوٹھیاں بنوانا، تعیش آگیں زندگی گزارنا، اور عہدہ ومنصب کے لیے مارے مارے پھرنا ہے اور جن کی آنکھیں اس دنیا سے آگے کی دنیا کو نہیں دیکھتیں، قبر کی شام کو نہیں دیکھتیں، قیامت کی صبح کو نہیں دیکھتیں ورنہ آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا، ہمارے بگڑے ہوئے احوال خود ہماری

عاقبت نااندیشی کا کھلا اشاریہ ہیں۔

الدنیا منیة الأشقیاء .

یعنی دنیا بدبختوں کی آرزو، اور اہل شقاوت کی تمنا ہے۔

الدنیا سم آکله من لا یعرفه .

یعنی دنیا ایک ہلاکت انگیز زہر ہے، اس زہر کو صرف وہی کھاتا ہے جو اس کو سمجھتا پہچانتا نہیں۔

نیز آپ نے فرمایا: دنیا ایک ایسا مشروب ہے جو اسے پیے اسے صحت وشفا نہیں بخشتی اور جو اس کا ساتھی بنے اس سے کبھی وفا نہیں کرتی۔(۱)

لوگو! کتنے تخت پر آئے، اپنے انجام سے غافل ہو گئے، نتیجہ کیا ہوا کہ تخت انھیں چھوڑ چلے اور وہ تختوں کو چھوڑ گئے۔ کتنے محلات آباد تھے، آج وہاں خاک اُڑ رہی ہے اور وہ کھنڈرات میں بدل چکے ہیں۔ آج آپ اپنے ملک کا جائزہ لیں کہ یہاں اللہ کی ناراضگی کے کتنے اثرات ہیں، کہیں پانی بند ہے، کہیں سیلاب ہے، کہیں بجلی کا بحران ہے، کہیں روزگار کم ہے، کہیں مہنگائی زیادہ ہے، جان ومال غیر محفوظ ہیں اور عزت وآبرو سب کچھ داؤ پر ہیں، ہر طرف ایک قیامت بپا ہے۔

(۱) صفة الصفوة:۱/۵۶۔

ایمان سے بتائیں کبھی آپ نے گردن جھکا کر دل کے آئینہ میں دیکھا، کبھی مراقبہ کر کے اور اپنے مولا سے دل کا تعلق جوڑ کر کبھی پوچھا کہ مولا! یہ سب کچھ کیوں ہے؟ آج پورا عالم اسلام غلامی کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے، نکبت وادبار کی آندھیاں چل رہی ہیں، کبھی مسلمانوں نے سوچا کہ ہم پر یہ سب کیا بیت رہا ہے؟، کبھی نہیں سوچا۔ اگر سوچتے تو روتے،

تائب ہوتے، اپنا رخ بدلتے اور اصلاحِ احوال میں جٹ جاتے۔

حضرت جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل مجدہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی، تو حضرت عیسیٰ نے عرض کیا: مولا! تیری بارگاہ میں کیا تحفہ بھیجوں، تیری نگاہ میں کیا چیز سب سے زیادہ عزیز ہے؟۔ اللہ نے فرمایا :

یا عیسیٰ هب لي من عینیک الدموع و من قلبک الخشوع، واکحل عینیک بنیل الحزن .

یعنی اے عیسیٰ! اگر میری طرف تحفہ بھیجنا ہے تو اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کا تحفہ بھیج، (مجھے یہ آنسو پیارے ہیں) اور اپنے دل کی رقت وخشیت (اور خشوع وخضوع) کا تحفہ بھیج، اور اپنی آنکھوں میں حزن وغم کا سرمہ لگایا کر۔

الغرض! آہ وبکا، گریہ وزاری اور توبہ واِقرار ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خداوند عالم اپنے گناہ گار بندے اور توبہ کرنے والے سے سننے کو دوست رکھتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک بزرگ جو عرفان ومعرفت کی منزل پر گامزن ہونا چاہتے تھے، کسی اللہ والے کے پاس گئے اور کہا کہ میں خدا کی بارگاہ میں حاضری دینا چاہتا ہوں، تو بتائیں کہ ربّ ودود، خدائے غفور اور مالک الملک کے لیے کیا تحفہ لے کر جاؤں؛ کیونکہ خالی ہاتھ جانا اس بارگاہ کی عظمت شان کے خلاف ہے۔

چنانچہ اس اللہ والے نے کہا: وہ چیز تحفہ لے کر جاؤ جو وہاں نہ ہو۔ وہاں پر تمام کمالات: علم، حلم، قدرت، رحمت، مشیت، لطف، کرامت، صدق، عدالت، سطوت اور ہیبت موجود ہے؛ لیکن وہاں یہ چیزیں نہیں ہیں: سوزِ دل، بہتے ہوئے آنسو، آہ وبکا اور تضرع واِنکساری۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہماری زندگی کے یہ دن مستعار ہیں، ہم میں سے کوئی زندگی کے دنوں کا مالک نہیں، یہ صبح وشام اُدھار ہیں، اور ایسا اُدھار ہے کہ جس کی بابت کچھ معلوم نہیں کہ مالک کب واپس مانگ لے۔ مگر افسوس! ہم اس اُدھار کے مالک بن بیٹھے اور اس دار الغرور میں دل لگا بیٹھے، دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں، آنکھوں کے چشمے سوکھ گئے ہیں، اپنے مولا سے تعلق ٹوٹ گئے ہیں۔

لیکن اگر آج بھی ہم اپنی روش بدل لیں اور ظاہر و باطن کو اللہ ورسول کے رنگ میں رنگ لیں تو میں یقین کی ہمالیائی قوت سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ کی رحمت -ان شاء اللہ- اس طرح بہار بن کر ہماری زندگیوں میں اُترے گی جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

خلاصہ بحث

یہ اللہ کے اُن مقبول بندوں کی حالت ہے جن کی ساری زندگیاں بندگی اور اطاعت میں گزریں لیکن اِدھر ہماری حالت یہ ہے کہ نہ بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ خوف کا اِحساس ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم بہت ظالم، غافل اور گنہ گار ہیں۔ ہماری زندگیوں کے شب وروز بغاوت، سرکشی، لالچ اور طلب دنیا جیسے شیطانی پھندوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے نفس کے اَسیر ہیں، ان لوگوں کی بندگی اور خوفِ الٰہی کی یہی کیفیت انھیں حیاتِ جاوداں عطا کر گئی۔

ان کے علم وعمل کے تذکرے رہتی دنیا تک رہیں گے کہ انھوں نے علم کو اعمالِ صالحہ کے خوبصورت سانچوں میں ڈھالا اور تقویٰ کے پروقار لباس میں ملبوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ علم واخلاص اور عمل صالحہ کی خیرات کے طالب انھیں ہستیوں کی تقلید میں ان کے بحرِ علم

سے نہ صرف آج بھی فیضیاب ہو رہے ہیں بلکہ یہ سلسلہ صبح قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

اہل اللہ کے ان واقعات سے سبق سیکھ کر ہمیں بھی ہر وقت اللہ سے معافی مانگتے رہنا چاہیے؛ کیوں کہ اسی سے نفس اور قلب کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی سے ظاہر و باطن کے احوال درست ہوتے ہیں۔ اور توبہ میں استقامت نصیب ہوتی ہے۔

لہٰذا اپنی زندگی کی ترجیحات بدلیں۔ اللہ کی خشیت پیدا کریں۔ اپنے گناہوں پر اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کریں۔ اس کی بخشش و مغفرت اور اس کا لطف و کرم مانگیں۔ اور اللہ کے ساتھ قلب و باطن کی محبت و عشق کا ناطہ جوڑ لیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری دنیا و آخرت دونوں کو فلاح و کامیابی سے ہمکنار فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر لطف و کرم فرمائے، ہمیں محض اپنے لیے شب کی تنہائیوں میں اُٹھ کر عبادت گزاری کرنے، رونے گڑگڑانے اور ہر لحظہ اپنے حضور معافی مانگتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

مناجات بہ بارگاہ مجیب الدعوات

حضرت سیدنا اِمام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی پرسوز دعا پر کتاب اپنے اِختتام کو پہنچ رہی ہے، اللہ قبول فرمائے اور مزید خیر کی توفیق ہمارے رفیق حال کر دے۔

إلٰهي ألبستني الخطايا ثوب مذلتي، و جلَّلني التباعد منک لباس مسکنتي، و أمات قلبي عظيم جنايتي، فأحيِه بتوبةٍ منک يا أملي و بغيتي، و يا سؤلي و منيتي، فوعزتک ما أجد لذنوبي سواک غافرا، و لا أرىٰ لكسرى غيرک جابرا، و قد خضعتُ بالإنابة إليک، و عنوت بالاستکانة لديک، فإن طردتني من بابک فبمن ألوذ؟ و إن رددتني عن جنابک فبمن أعوذ؟ فوا أسفا من خجلتي وافتضاحي، و وا لهفا من سوء عملي و اجتراحي! أسألک يا غافر الذنب الکبير و يا جابر العظم الکسير أن تهب لي موبقاتِ الجرائر و تستر علي فاضحات السرائر، و لا تخلِني في مشهد القيامة من برد عفوک ومغفرتک ولا تعرني من جميل صفحک وسترک .

إلٰهي ظلِّل على ذُنوبي غمامَ رحمتک، و أرسل علىٰ عيوبي سحاب رأفتک .

إلٰهي هل يرجع العبد الآبق إلا إلى مولاه؟ أم هل يجيره من سخطه أحد سواه؟!.

إلٰهي إن کان الندم على الذنب توبة فإني و عزتک من النادمين، و إن کان الاستغفار من الخطيئة حطة فإني لک من المستغفرين، لک العتبىٰ حتى ترضىٰ .

إلٰهي بقدرتک علي تب علي، و بحلمک عني، اعف عني، و بعلمک بي ارفق بي .

إلٰهي أنت الذي فتحت لعبادک بابا إلى عفوک سميتَه التوبة فقلتَ: توبوا إلى اللّٰه توبة نصوحا. فما عذر من أغفل دخول الباب بعد فتحه؟!.

إلٰهي إن کان قبُحَ الذنب من عبدک، فليحسن العفو من عندک .

إلٰهي ما أنا بأول من عصاک فتبتَ علي، و تعرضَ لمعروفک فجدت عليه .

يا مجيب المضطر، يا کاشف الضر، يا عظيم البِر، يا عليما بما في السر، يا جميل الستر استشفعت بجودک و کرمک إليک، و توسلت بجنابک وترحمک لديک فاستجب دُعائي، ولا تخيب فيک رجائي، وتقبل توبتي و کفر خطيئتي بمنک و رحمتک يا أرحم الراحمين .

یعنی اے معبود! گناہوں نے مجھے ذلت کا لباس پہنا دیا، تجھ سے دوری کے باعث بے چارگی کے لباس نے مجھے ڈھانپ لیا، بڑے بڑے جرائم نے میرے دل کو مردہ بنا دیا، پس توفیق توبہ سے اس کو زندہ کر دے۔

اے میری اُمید، اے میری طلب، اے میری چاہت، اے میری آرزو! مجھے تیری عزت کی قسم کہ تیرے سوا میرے گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں اور تیرے سوا کوئی میری کمی پوری کرنے والا نظر نہیں آتا، میں تیرے حضور جھک کر توبہ واستغفار کرتا ہوں اور درماندہ ہو کر تیرے سامنے آپڑا ہوں، اگر تو مجھے اپنی بارگاہ سے نکال دے تو میں کس کا سہارا لوں گا

اور اگر تو نے مجھے اپنے آستانے سے دُھتکار دیا تو میں کس کی پناہ لوں گا۔ افسوس ہے میری شرم ساری و رسوائی پر اور صد افسوس میری اس بد عملی اور آلودگی پر، اے کبیرہ گناہوں کو بخشنے والے اور ٹوٹی ہڈی کو جوڑنے والے! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے سخت ترین جرائم کو بخش دے اور رسوا کرنے والے بھیدوں کی پردہ پوشی فرما۔ عرصہ محشر میں مجھے اپنی بخشش ومغفرت سے محروم نہ رکھنا اور اپنی بہترین پردہ داری اور چشم پوشی سے مجھ پر نوازش کرنا۔

اے معبود! میرے گناہوں پر اَبر رحمت کا سایہ ڈال دے اور میرے گناہوں پر اپنی مہربانی کا مینہ برسا دے۔

اے معبود! کیا بھاگا ہوا غلام سوائے اپنے آقا کے کسی کے پاس لوٹتا ہے یا یہ کہ آقا کی ناراضی پر سوائے اس کے کوئی اور اسے پناہ دے سکتا ہے۔

میرے معبود! اگر گناہ پر پشیمانی کا مطلب توبہ ہی ہے تو مجھے تیری عزت کی قسم! میں پشیمان ہونے والوں میں سے ہوں۔ اور اگر خطا کی معافی مانگنے سے خطا معاف ہو جاتی ہے تو بیشک میں تجھ سے معافی مانگنے والا پہلا ہوں، تیری چوکھٹ پر ہوں حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے۔

اے معبود! اپنی قدرت سے میری توبہ قبول فرما اور میرے متعلق اپنے علم سے مجھ پر مہربانی فرما۔

اے معبود! تو وہ ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے عفو و درگزر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور جسے تو نے توبہ کا نام دیا، اور تیرا ہی فرمان ہے کہ لوگو! توبہ کرو خدا کے حضور مؤثر توبہ، پس جو کھلے ہوئے دروازے سے داخل ہونے میں غفلت کرے تو اس کا کیا عذر ہے۔

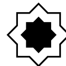
اے معبود! اگر تیرے بندے سے گناہ ہو جانا بری بات ہے تو تیری طرف سے معافی مل جانا تو اچھی ہی بات ہے۔

اے معبود! میں ہی وہ پہلا نافرمان نہیں کہ جس کی توبہ تونے قبول کی ہو اور وہ تیرے احسان کا طالب ہوا تو نے اس پر عطا کی ہو۔

اے بے قرار کی دعا قبول کرنے والے، اے سختی ٹالنے والے، اے بہت احسان کرنے والے، اے پوشیدہ باتوں کے جاننے والے، اے بہتر پردہ پوشی کرنے والے! میں تیری بارگاہ میں تیری بخشش و اِحسان کو شفیع بناتا ہوں اور تیرے سامنے تیری ذات اور تیرے رحم کو وسیلہ قرار دیتا ہوں، پس میری دعا قبول فرما اور تجھ سے میری جو امید ہے اسے نہ توڑ، میری توبہ قبول کرلے اور اپنے رحم وکرم سے میری خطائیں معاف کر دے، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔ آمین۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥

نسألک یا مولانا بجاهِ حبیبِک المصطفیٰ ورسولِک المُرتضیٰ و وَلِیّک المُجتبیٰ وأمینِک علیٰ وحيِ السَّمآء أنْ تَهَبَ لَنَا عِلْماً نَافِعًا يَنْتَفِعُ بِه كُلُّ سَامِعٍ، وَتَخْشَعُ لَهُ القُلُوبُ، وَتَقْشَعِرُّ مِنْهُ الْجُلُودُ، وَتَجْرِي لَهُ الْمَدَامِعُ، إنَّک أنتَ القادرُ المريدُ العَالِم الحيُّ الواسعُ ، وصلى اللّٰه تعالیٰ على النبی الأمي الأمين المكين الحليم الكريم الرؤوف الرحيم و على آله وصحبهٖ أجمعين برحمتک یا أرحم الراحمين والحمد للّٰه رب العالمين .



کتابیات:

- قرآن کریم. ابتدائے نزول: ۶۱۰ء - انتہائے نزول: ۹؍ذی الحجہ ۱۰ھ/ ۶۳۲ء
- مؤطا إمام مالک : امام مالک بن انس مدنی [۱۷۹ھ]
- الزھد و الرقائق لابن المبارک : عبداللہ بن مبارک [۱۸۰ھ]
- المعرفة و التاریخ : حافظ ابوسفیان وکیع بن الجراح الرواسی [۱۹۷ھ]
- مسند الطیالسي : سلیمان بن داؤد طیالسی [۲۰۴ھ]
- مصنف عبد الرزاق : عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی [۲۱۱ھ]
- تفسیر القرآن : عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی [۲۱۱ھ]
- کتاب العلم : ابوخیثمہ زہیر بن حرب بن شداد حربی بغدادی [۲۳۴ھ]
- مصنف ابن أبي شیبة : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن احمد نسفی [۲۳۵ھ]
- الایمان لابن ابی شیبة : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن احمد نسفی [۲۳۵ھ]
- مسند عبد بن حمید : ابومحمد عبد بن محمد حمید کشی [۲۳۸ھ]
- مسند امام احمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- الزھد لاحمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- فضائل الصحابة : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- سنن الدارمی : امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی [۲۵۵ھ]
- نوادر الأصول : محمد بن علی بن حسن بن بشیر حکیم ترمذی [۲۵۵ھ]

- صحیح بخاری: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]
- المعجم الکبیر : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۳۶۰ھ]
- المعجم الأوسط: امام سلیمان بن احمد طبرانی [۳۶۰ھ]
- مسند الشامیین للطبراني : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۳۶۰ھ]
- صحیح مسلم: امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری [۲۶۱ھ]
- سنن ابن ماجه: امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی [۲۷۳ھ]
- سنن ابی داؤد: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث [۲۷۵ھ]
- جامع ترمذی : امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی [۲۷۹ھ]
- شمائل محمدیه : امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی [۲۷۹ھ]
- الرقة و البکاء : عبداللہ بن محمد ابوبکر قرشی ابن ابی الدنیا [۲۸۱ھ]
- التهجد و قیام اللیل : عبداللہ بن محمد ابوبکر قرشی ابن ابی الدنیا [۲۸۱ھ]
- السنة لابن ابی عاصم : ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی [۲۸۷ھ]
- الجهاد لابن ابی عاصم : ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی [۲۸۷ھ]
- تعظیم قدر الصلوٰة : ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج مروزی [۲۹۴ھ]
- المجالسة و جواهر العلم : ابوبکر احمد بن مروان بن محمد دینوری مالکی [۲۹۸ھ]
- مسند ابویعلی الموصلی : احمد بن علی بن مثنی موصلی تمیمی [۳۰۷ھ]
- سنن نسائی : امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی [۳۰۳ھ]
- سنن کبریٰ نسائی : امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی [۳۰۳ھ]
- تفسیر طبری : ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید طبری [۳۱۰ھ]
- صحیح ابن خزیمة : ابوبکر محمد بن اسحٰق [۳۱۱ھ]

- مستخرج أبي عوانة : یعقوب بن اسحاق اسفرائنی [۳۱۶ھ]
- مسند أبي عوانة : یعقوب بن اسحاق اسفرائنی [۳۱۶ھ]
- مشكل الآثار للطحاوي : ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی [۳۲۱ھ]
- صحیح ابن حبان : ابو الشیخ محمد بن حبان [۳۵۴ھ]
- تفسیر ابن ابی حاتم : ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم رازی [۳۶۷ھ]
- قوت القلوب : ابو طالب محمد بن علی مکی [۳۸۶ھ]
- الإبانة الكبرىٰ لابن بطة : ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد بن عکبری حنبلی [۳۸۷ھ]
- المستدرک : امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری [۴۰۵ھ]
- حلية الأولياء : ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- كتاب الأربعين : ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- معرفة الصحابة : ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- دلائل النبوة للبيهقي : ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- معرفة السنن للبيهقي والآثار : ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- شعب الايمان للبيهقي : ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- كتاب الاعتقاد للبيهقي : ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- الزهد الكبير للبيهقي : ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- الرسالة القشيرية : ابو القاسم عبد الکریم قشیری [۴۶۵ھ]
- كشف المحجوب : حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری [۴۶۵ھ]
- محاضرات الأدباء : ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی [۵۰۲ھ]
- الفردوس بماثور الخطاب : ابو شجاع محمد شیرویہ بن شہردار خسرو ہمذانی [۵۰۵ھ]

- تفسیر معالم التنزیل : ابومحمد حسین بن مسعود بغوی شافعی [۵۱۶ھ]
- الشفاء لقاضی عیاض : عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی سبتی مراکشی [۵۴۴ھ]
- الفتح الرباني و الفيض الرحماني : شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی [۵۶۱ھ]
- تاریخ مدینة دمشق : علی بن حق دمشقی شافعی معروف ب ابن عساکر [۵۷۱ھ]
- معجم الشیوخ : علی بن حق دمشقی شافعی معروف ب ابن عساکر [۵۷۱ھ]
- صفة الصفوة : عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی بغدادی [۵۹۷ھ]
- الوفا بأحوال المصطفیٰ : ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی [۵۹۷ھ]
- صید الخاطر : ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی القرشی [۵۹۷ھ]
- تاریخ بغداد : محمد بن محمود حسن بغدادی النجار [۶۴۳ھ]
- الترغیب والترهیب : ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری [۶۵۶ھ]
- تفسیر قرطبی : ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر بن فرح [۶۷۱ھ]
- خلاصة الاحکام ...... : حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- وفيات الأعيان و إنباء أبناء الزمان : ابوالعباس اربلی ابن خلکان [۶۸۱ھ]
- آثار البلاد و أخبار العباد : زکریا بن محمد بن محمود قزوینی [۶۸۲ھ]
- مدخل الشرع الشریف : محمد عبدری معروف ب ابن الحاج فاسی مالکی [۷۳۷ھ]
- مشکوٰۃ المصابیح : شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی عراقی [۷۴۲ھ]
- العبر في خبر من غبر : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- تاريخ الإسلام للذهبي : شمس الدین محمد بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- سیر أعلام النبلاء : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- مدارج السالکین : محمد بن قیم الجوزیہ دمشقی حنبلی [۷۵۱ھ]

- الوافي بالوفيات : خلیل بن ایبک صفدی [۷۶۴ھ]
- التوابين لابن قدامة : احمد بن حسین ابن قدامہ مقدسی دمشقی حنبلی [۷۷۱ھ]
- تفسير ابن كثير : حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابن کثیر [۷۷۴ھ]
- التخويف من النار : زین العابدین عبد الرحمٰن ابن رجب حنبلی [۷۹۵ھ]
- جامع العلوم والحكم : زین العابدین عبد الرحمٰن ابن رجب حنبلی [۷۹۵ھ]
- الجوهرة النيرة شرح القدوري : ابوبکر بن علی بن محمد حدادی مصری [۸۰۰ھ]
- تحفة المحتاج في شرح المنهاج : عمر بن علی بن احمد اندلسی [۸۰۴ھ]
- طبقات الأولياء : ابوحفص عمر بن علی ابن ملقن انصاری مصری شافعی [۸۰۴ھ]
- مجمع الزوائد و منبع الفوائد : امام نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی [۸۰۷ھ]
- موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان : امام نور الدین علی ہیثمی [۸۰۷ھ]
- الزهر الفائح في ذكر من تنزه عن الذنوب والقبائح: ابوالخیر محمد ابن الجزری [۸۳۳ھ]
- ثمرات الأوراق : علی بن عبد اللہ ابوبکر ابن حجۃ حموی حنفی [۸۳۷ھ]
- المستطرف في كل فن مستظرف : ابوالفتح بہاء الدین ابشیہی شافعی [۸۵۰ھ]
- الإصابة في معرفة الصحابة : احمد بن ابن حجر عسقلانی مکی شافعی [۸۵۲ھ]
- المطالب العالية : احمد بن ابن حجر عسقلانی مکی شافعی [۸۵۲ھ]
- تفسير بحر العلوم : سید علاء الدین علی سمرقندی قرامانی [۸۶۰ھ]
- النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة : ابن اتابکی تغری بردی [۸۷۴ھ]
- طبقات الحنابلة : ابومفلح ابراہیم بن محمد رامینی صالحی حنبلی [۸۸۴ھ]
- الإشارات في علم العبارات : خلیل بن شاہین ظاہری [۸۹۳ھ]
- تفسير درّ منثور : جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی [۹۱۱ھ]

- الدرر المنتشرة في الأحاديث المشتهرة : جلال الدین سیوطی [۹۱۱ھ]
- الاستعداد للموت و سؤال القبر : زین الدین احمد ملیباری شافعی [۹۲۸ھ]
- الطبقات الکبریٰ : شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی [۹۷۳ھ]
- کنز العمال : علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری [۹۷۵ھ]
- مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج : محمد بن رومی حنفی [۹۷۷ھ]
- نهاية المحتاج : محمد بن شہاب الدین احمد انصاری رملی [۱۰۰۴ھ]
- مرقاة المفاتيح شرح مشکوٰة المصابيح : علی بن سلطان قاری حنفی [۱۰۱۴ھ]
- شرح الشفاء : علی بن سلطان قاری حنفی [۱۰۱۴ھ]
- فيض القدير : شمس الدین عبدالرؤف مناوی شافعی [۱۰۳۰ھ]
- الكشكول : بہاء الدین محمد بن حسین عاملی [۱۰۳۱ھ]
- نسيم الرياض : احمد بن محمد بن عمر مصری حنفی [۱۰۶۹ھ]
- حاشية البجيرمي على الخطيب : سلیمان بن محمد بجیرمی مصری شافعی [۱۲۲۱ھ]
- الفواكه الدواني : احمد بن غنیم بن سالم نفراوی مالکی [۱۲۷۰ھ]
- تفسير روح البيان : ابوالفداء شیخ اسمٰعیل حقی بروسوی [۱۱۳۷ھ]
- تفسير روح المعاني : ابوالفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی [۱۲۷۰ھ]
- إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين : محمد شطا دمیاطی شافعی [۱۳۱۰ھ]
- حواشي الشرواني : عبدالحمید الشروانی - احمد بن قاسم العبادی [ھ]
- من سيرة الإمام أبو حنيفة : دکتور صباح قاسم الامامی [ھ]
- موسوعة أطراف الحديث : [ھ]
- موسوعة التخريج : [ھ]

❁ روضة المحدثين : [ھ]

❁ تحفة الأشراف : [ھ]

❁ تفسير السراج المنير : وہبۃ الزحیلی [ھ]

يقول أبو الرفقة محمّد افروز القادرى الجرياكوتى – أدام اللّٰه له سلوک سبيل السنة و الجماعة – هٰذا ما وفقني اللّٰه تبارک و تعالىٰ و أعانني عليه من وضع هٰذا الكتاب الذي دأبتُ في ترتيبهٖ و تحقيقه و تخريجه بكل ما في وسعي و طاقتي و ﴿ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا مَا آتٰهَا ﴾ [طلاق : ۷]

و إني أسئل اللّٰه سبحانه و تعالىٰ أن يجعل عملي هٰذا و جهدي خالصاً لوجهه الكريم و هدية الىٰ جناب سيدي رسول اللّٰه العظيم أنجو به من نار الجحيم و ما توفيقي إلا باللّٰه العظيم عليه توكلت و إليه أنيب . قد بدأت عمل التأليف و الترتيب يوم الجمعة ' الثالث عشر من رمضان المبارک عام – ۱۴۳۰ھ – الموافق شهر سبتمبر – ۲۰۰۹ء – و كان الفراغ منه – بفضل اللّٰه و منته و توفيقه و معونته – في ليلة يوم الاثنين ' الثانى و عشرين من شوال المكرم عام – ۱۴۳۰ من الهجرة النبوية علىٰ صاحبها السلام و التحية – ، الموافق شهر اكتوبر – ۲۰۰۹ من ميلاد المسيح عليه الصلوة و التسليم – .

رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إنْ نَسِيْنَا أو أخْطَأنَا

﴿ تمَّت و بالخير عمَّت ﴾



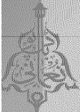
....رات گئے اُٹھ کر اپنے مولا کو منانا اور اُس کی بارگاہ میں اشکوں کی سوغات پیش کرنا خوش بختوں ہی کا نصیب ہے۔ نالۂ نیم شب روح کی زبان ہے۔ یہ تنہائیوں کا ساتھی، دعاؤں کی قبولیت کی نوید، اور انسان کے پاس ایسی متاعِ بے بہا ہے جو اسے دیدہ وری کی منزل عطا کر دیتی ہے۔ اشکوں کے یہ موتی کبھی رایگاں نہیں جاتے!۔

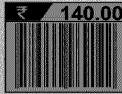
....دنیا کے عظیم اِنسان نالۂ نیم شب ہی کی داستان ہیں۔ رازہائے سربستہ آشکار ہو ہی نہیں سکتے جب تک آنکھ ساون بھادوں نہ بنے۔ ان آنسوؤں سے زمانے بدل جاتے ہیں۔ نصیب پلٹ جاتے ہیں۔ طوفانوں کے رخ پھر جاتے ہیں، اور گرداب میں گھرے ہوئے سفینے ساحل مراد تک آ پہنچتے ہیں۔

....یہ آہِ سحرگاہی بڑی گراں مایہ شے ہے بلکہ یہ اللہ کے بندوں کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہے جس کی مدد سے اُن خدامستوں نے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور اُن کا نام تاریخ کے صفحات میں زرّیں حروف میں لکھا گیا۔ یہ وہ ہستیاں تھیں جن کی راتیں یادِ مولا میں دِن بنی رہیں، جن کی آنکھیں دامن شب پر اشکوں کے گہر رولتی رہیں، اور جن کے پہلو حلاوتِ سحرگاہی کشید کرنے میں پوری پوری رات بستر نا آشنا رہے۔

لہٰذا اگر دلوں کی اُجڑی ہوئی نگری بسانی ہے اور من کی ویران کھیتی آباد کرنی ہے تو ہمیں بھی اپنی آنکھوں کو تر کرنا ہوگا۔ کبھی نہ بھولیں کہ تر آنکھیں اور شکستہ دل ہی بخشش کا مجرب وسیلہ اور رب کو منانے کا کامیاب حیلہ ہیں۔ بقول عارفِ مشرق ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں





KAMAL BOOK DEPOT
Near Madrasa Shamsul Uloom
Ghosi, Distt. Mau (U.P.) India
Mob.: 9935465192